

عقد الجوهري في احوال البواهر

سيد ابوظفر

DATA ENTERED

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۹۷۵۸۲
۱۱۵۴
۱۰۹۷۳

ویبیاچپ

ایک عصر سے میں تاریخ گجرات لکھنے میں مصروف ہوں۔ جس کی پہلی جلد مکمل اور نصف دوسری لکھ چکا ہوں۔ اسی ضمن میں خیال آیا کہ اس عام تاریخ کے ساتھ گجرات کی دوسری قوموں کا بھی کچھ حال علیحدہ علیحدہ لکھوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ سب سے پہلے سستی بہروں پر نظر گئی۔ مگر دیکھا کہ ان کی کوئی مستقل جماعت جن کا کوئی مرکز ہوا ان میں موجود نہیں ہے۔ وہ ہر جگہ منتشر ہیں۔ اور سوائے احمد آباد کے کسی دوسری جگہ صحیح معنی میں ان کا مرکز نہیں ہے اور کسی ایک حاکم کے ماتحت نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے صرف بڑے بڑے علماء کے حالات تحریر کرنے پر اکتفا کیا۔ چنانچہ علامہ محمد بن طاہر ٹپٹی کے حالات تحریر کر چکا ہوں، باقی کے حالات جمع کر رہا ہوں۔ اس کے بعد آغا خانی جماعت ہے، جو بلخی کے موقع پر اردو زبان میں انکی مختصر تاریخ طبع ہوگئی اس لئے اس سے بھی قطع نظر کیا۔ پھر شیعہ لوہروں کی طرف توجہ کی۔ اس کا کچھ حصہ لکھا ہی تھا کہ اس عرصہ میں مسائب کے طوفان نے کشتی حیات کے ساتھ اس طرح کھیلنا شروع کر دیا۔

موجیں ایک تباہ شدہ ہماز کے ٹکڑے تختوں کے سانپ کو شائع ہوتے ہوئے

شیریں پھل ایک ایک کر کے مجھ سے چھین لئے گئے، میری رفیقہ حیات نے بھی عالم و
آب و گل سے نکل کر آخری سانسوں سے الوداع کا پیغام دیا، جناب میکائیلی نے
بھی سیم وزر کی تعیلیاں مجھ سے واپس لے لیں۔

خدا خدا کر کے جب فلک دوار نے اپنا دورہ ختم کیا، سطح سمندر پر سکون، اور
قلب مضطرب مطمئن ہوا، تو پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور الحمد للہ اللہ کے داؤدی بوہروں
کے مکمل حالات لکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو ناظرین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔
اس کتاب کے پڑھنے کے بعد داؤدی اور غیر داؤدی مسلمانوں میں شکوک
رفع ہو کر اتحاد کے جانب میلان پیدا ہو تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت سعی مشکور ہوئی۔

اس کتاب کی تیاری میں میرے بوہرے جناب نے جس قدر امداد کی ان کا
تہ دل سے میں شکر گزار ہوں، یقین کیجئے کہ ان کے اس علمی احسان کو میں کبھی فراموش
نہ کروں گا۔ میرے ہر دم دوست طیب علی عبدالرسول[ؑ] شاکر صاحب (جیل پور) بچہ شکر یہ
کے مستحق ہیں کہ جن کے مسلسل یاد دہانیوں سے یہ کتاب صاف ہو کر پریس میں جانے
کے لائق ہوئی اور ان کی علمی امداد نے عمارت کی تکمیل میں آخری پتھر کا کام دیا۔

اس کتاب میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ بوہروں کی مستند کتابوں سے اخذ
کئے گئے ہیں اور ان کے حوالے بھی دیدیئے گئے ہیں، جیسا کہ ناظرین کو پڑھتے وقت
خود اندازہ ہو گا۔

حصہ دوم میں جو باتیں لکھی گئی ہیں، حتی الامکان صحت کے ساتھ کتابوں سے

کھنی میرا دعویٰ نہیں ہے، کہ یہ کتاب غلطیوں سے پاک اور مبرا ہوگی۔

کہ اپنے مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع دیں گے۔

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو داؤدی بوزوں کے حالات میں مکمل طور پر تفسیر کی گئی ہے۔ اس سے قبل رام پور (یو۔ پی) اور اجین سے جو رسالے اس بحث پر شائع ہوئے ہیں۔ وہ نامکمل اور مناظرانہ طریقے پر لکھے گئے ہیں، راقم الحروف نے محض علمی طور پر تاریخی نظر سے اس کتاب کو شائع کیا ہے تاکہ ہر شخص صحیح طور پر مستند واقعات سے آگاہ ہو کر اس سے مستفید ہو۔ و ما توفیقی الا باللہ

سید ابو ظفر ندوی

شبلی منزل، اعظم گڑھ (یو۔ پی)

مارچ ۱۹۳۶ء

۱۔ پہلی جلد گجراتی زبان میں شائع ہو گئی۔ دوسری بھی مکمل ہو کر اس کا گجراتی ترجمہ ہو رہا ہے۔ اور تیسری جلد مرثیوں تک تحریر کر چکا ہوں۔

۲۔ انیسویں ہے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور اپنی آنکھوں سے اس کتاب کو شائع ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکے جس کی ان کو بڑی آرزو تھی۔

مقدمہ

فرقہ اسماعیلیہ کی تاریخ لکھنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ تاریخ اسلام کے مختصر واقعات تحریر کروں جن کا تعلق اس تاریخ کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

بانی اسلام (علیہ الف تحیہ والسلام) کی وفات ۱۱ھ کے بعد ہاجرین اور انصارین خلافت کے بابت جو مباحثہ ہوا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابو بکرؓ بن ابی قحافہ کو اکثر مسلمانوں نے خلیفہ تسلیم کر لیا۔ آپ کے عہد میں زیادہ تر بغاوتوں کو فرو کیا گیا۔ اور ملک میں امن دامن قائم کرنے پر وقت صرف ہوا۔ آپ کا انتقال ۱۳ھ میں ہوا۔

اسی سال حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کا عہد فتوحات کے لئے بڑا مبارک ثابت ہوا۔ تمام جزیرۃ العرب کے علاوہ ایران اور مصر اسلام کے زیر سایہ آگئے۔ ۲۳ھ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ اور آپ کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے عہد میں فتوحات کی تکمیل ہوئی یعنی ایران کو ترکستان کی سرحد اور دوسری طرف آرمینیا تک فتح کر لیا گیا۔ آپ کے آخری عہد میں آپ کے خاندان واسطے (بنو امیہ) ملک کے ایک بڑے حصہ پر بہ خیمیت اعلیٰ عہدہ دار کے قابض ہو گئے تھے۔ اور اسی سے فساد کی بنیاد پڑی۔ ان لوگوں نے رعایا پر مظالم شروع کر دیئے، آخر ناراض ہو کر مصر اور

عراق کے لوگ مدینہ پر چڑھ آئے، اور آپ کو شہید کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۳۵ھ کا ہے۔

آپ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کو خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ اور اسی دن سے مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار شروع ہوا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ نے سب سے پہلے اختلاف کیا۔ اور اسی سلسلہ میں جنگ جمل واقع ہوئی۔ پھر حضرت معاویہ سے جنگ صفین کی نوبت آئی۔ ۳۵ھ میں ابن لخم کے ہاتھوں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور حضرت امام حسنؓ آپ کے بڑے فرزند خلیفہ ہوئے، چھ ماہ کے بعد آپ نے تفریق اور انتشار مچو کر کے تمام امت اسلامیہ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے خیال سے خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اور حضرت معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ اس وقت سے ہادیان قوم کے دو سلسلے شروع ہوئے۔ ایک سیاسی دوسرا دینی۔ پہلے کو خلافت اور دوسرے کو امامت کہتے ہیں۔

خلافت کا سلسلہ حضرت معاویہ سے لے کر خاندان بنی امیہ میں ۱۳۲ھ تک رہا۔ اور اس کے بعد خاندان بنی عباس سے ۶۵۶ھ تک بغداد میں خلیفہ ہوتے رہے۔ قتلہ تمار کے بعد چند خلفائے عباسی مصر میں بھی ہوئے۔ ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم نے عباسیوں کو خلافت سے معزول کر کے خلیفہ کا لقب خود اختیار کر لیا۔ اور اس وقت سے لے کر سلطان عبدالمجید (۱۹۲۲ھ) تک خلافت ترکوں میں رہی۔ اس جنگ عظیم کے بعد ۱۹۲۲ھ میں سپہ سالار مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کا سلسلہ ہی ختم کر ڈالا، اور جمہوری حکومت کی بنا رکھ کر خود صدر بن گیا۔ اور آج ۱۳۵ھ میں مسلمانوں کا کوئی خلیفہ مرکزی طور پر دنیا میں موجود نہیں ہے۔

امامت

امامت کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ جب امام حسنؑ نے ۴۹ھ میں وفات پائی تو حضرت حسینؑ امام ہوئے، آپ عرصہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور آخر ۶۰ھ میں مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے، اور میدانِ کربلا میں ۱۰ محرم ۶۱ھ میں شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے علی بن حسین القلب بہ زین العابدین امامت پر فائز ہوئے۔

آپ پانچویں شعبان یوم یکشنبہ ۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام شہر بانو تھا۔ جو یزدگرد شاہ ایران کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی زندگی بڑی پاک گزری۔ سیاسی معاملات سے ہمیشہ بے تعلق رہے۔ واقعہ حرہ کے وقت مدینہ میں اس کا صاف طور سے اظہار بھی کر دیا تھا۔ آپ کا بڑا وقت عبادت میں صرف ہوتا۔ صائم الیوم وقائم اللیل تھے، یوں تو ہزاروں واقعات آپ کی زندگی کے قابل ذکر ہیں، لیکن بطور نمونہ کچھ تحریر کرتا ہوں۔

ایک دفعہ حج کے دنوں میں خلیفہ ہشام بن عبد الملک اموی بھی موجود تھا۔ طواف کے بعد حجر اسود کے پاس بار بار جانے کی کوشش کی۔ مگر ہجومِ خلاق کے سبب ناکام رہا۔ آخر ایک ممبر پر بیٹھ کر ہجوم کا تماشا دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص طواف کے بعد حجر اسود کے پاس آتا ہے اور لوگ اس کو دیکھ کر راستہ دیدیتے ہیں۔ ایسا ہی چند بار ہوا، تو ایک شامی نے سوال کیا کہ یہ کون آدی ہے کہ وہ جب آتا ہے تو اس کے لئے لوگ راستہ صاف کر دیتے ہیں۔ اور تم جب جانے لگے تو کسی نے راستہ نہ دیا۔ ہشام نے جواب دیا

کہ میں نہیں جانتا۔ مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا۔ اس نے جب یہ گفتگو سنی،
 تو فوراً اس نے ایک قصیدہ پڑھا، کہ جس کے ابتدا میں اس نے بتایا ہے کہ یہ وہ شخص ہے
 کہ جس کو مکہ اور غیر مکہ سب جگہ کے لوگ جانتے ہیں۔ پھر آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا، جس
 میں آپ کی مدح اس قدر موثر طریقے سے بیان کی ہے کہ ناممکن ہے کہ عربی زبان کا صحیح
 ذوق رکھنے والا انسان اس کو پڑھے اور اس کے دل و دماغ میں ایک قسم کا سرور
 نہ پیدا ہو۔

ہشام یہ مدح سن کر بہت خفا ہوا۔ فرزدق کو قید خانہ بھیج دیا۔ امام زین العابدین
 کو جب یہ حال معلوم ہوا، تو کئی ہزار درہم بھیج دیئے، اور کہا کہ اس سے زیادہ میرے
 پاس ہوتے تو وہ سب تجھ کو بخش دیتا۔

فرزدق نے یہ رقم واپس کر دی، اور جواب میں کہا کہ میں نے کسی دنیاوی غرض سے
 ہرگز مدح نہیں کی۔ بلکہ فقط محبت آل رسول کی وجہ سے اپنی دلی ارادت و عقیدت
 کا اظہار کیا۔ امام زین العابدین نے فرمایا، کہ جو کچھ تم نے کہا وہ درست، لیکن ہم اہل بیت
 کا قاعدہ ہے کہ جو چیز ایک دفعہ کسی کو بخش دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے، مجبوراً فرزدق
 نے قبول کیا۔

آپ کو انگور بہت پسند تھے، ایک دفعہ لونڈی بازار گئی، تو اچھے قسم کے انگور لیتی
 آئی۔ افطار کے وقت جب سامنے رکھا گیا تو آپ انگور دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب
 انگور سے افطار کرنے کا ارادہ کیا تو باہر سے کسی سائل کی آواز آئی۔ آپ نے لونڈی سے
 اشارہ کیا کہ سائل کو دیدو، لونڈی نے عرض کیا کہ اس کو تھوڑا بس ہوگا، مگر آپ نہ مانے اور
 سب دیدیا۔ دو سکر دن بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اور پھر تیسرے دن جب کسی سائل کی آواز
 سہ ابن خلدون

نہ آئی تو آپ نے نوش فرمایا۔

آپ کے ضامن زادے حضرت محمد باقر راوی ہیں کہ گھر میں رات کو جو کچھ کھانا بچا ہوتا اس کو ایک زنبیل میں ڈال کر جب دنیا بھٹی نیند سوتی ہوتی، تو مدینہ کی گلیوں میں آپ محتاجوں کی تلاش میں مصروف ہوتے، اور پھر سب تقسیم کرنے کے بعد گھر واپس آکر صبح تک عبادت میں مشغول رہتے، روزانہ بھاری زنبیل اٹھاتے اٹھاتے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گیا تھا جس کا علم لوگوں کو موت کے بعد غسل جنازہ کے وقت ہوا۔ آپ کی شادی امام حسنؑ کی لڑکی فاطمہ سے ہوئی تھی، جس سے عبداللہ اور محمد باقر پیدا ہوئے، زید، عمر، حسین اصغر اور علی اصغر ام ولد سے تھے، آپ کا انتقال ۹۲ھ بمقام مدینہ ہوا۔ محمد باقر نے آپ کو غسل دیا، اور بقیع میں مدفون ہوئے، آپ کی عمر شریف اٹھاون (۵۸) سال کی تھی۔

ابو جعفر حضرت امام محمد باقرؑ

آپ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی مشہور ہے کہ آپ کی عمر واقعہ کربلا کے وقت چار پانچ برس کی تھی۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے تحصیل علم کیا۔ آپ علم کے دریا تھے باوجود کمسنی کے بڑے بڑے علماء آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ آپ کے گرد ہمیشہ طالبانِ حق کا مجمع رہتا تھا۔ آپ کے متعدد بھائی تھے۔ مگر سیدنا زین العابدین نے وفات کے وقت امامت کا بارگراں آپ کے کاندھوں پر رکھا، یعنی منصوص آپ ہی کو بنایا۔ آپ ہی کے عہد میں حضرت زید نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور جب آپ کو اس کی خبر ہوئی

تو بہت سمجھایا مگر نہ مانے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہشام بن عبدالملک نے ان کو گرفتار کر کے سوئی دیدی۔ آپ ہی کے عہد سے اصحابِ شیعہ میں تفریق شروع ہوئی اور مختلف فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ چنانچہ تاریخوں میں پانچ فرقوں کے نام مشہور ہیں۔

(۱) کیسانہ (۲) مغیریہ (۳) زیدیہ (۴) عباسیہ (۵) تناسخ

سیدنا امام باقرؑ کا انتقال ۱۲۲ھ میں بمقام مدینہ منورہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔ اور اپنے والد سیدنا امام زین العابدینؑ کے پاس مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر ۶۷ سال کی ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سے جعفر، علی، عبداللہ، ابراہیم صاحبزاد اور ام سلمہ صاحبزادی تھیں، جعفر اور عبداللہ، ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر کے بطن سے پیدا ہوئے، اور ابراہیم، ام الحکم بنت اسد ثقفی سے۔ علی اور سلمہ ام ولد لیلیٰ سے۔ انتقال کے وقت امامت کے لئے نص اپنے صاحبزادے امام جعفر صادق کے لئے فرما گئے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ

آپ کی ولادت دو شنبہ کے دن، ۱۰ ربیع الاول ۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا نام جعفر اور لقب الصادق تھا، کیونکہ آپ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے، بہت بڑے عالم اور فاضل تھے، بہت ذہین اور ذکی تھے، عنقریب ہی سے آپ کو علم کا بے حد ذوق تھا۔ اور اسی ذوق کا نتیجہ ہے، کہ آپ اکثر علوم میں ماہر تھے۔ خصوصاً علمِ جفر کے متعلق مشہور ہے کہ مسلمانوں میں اس کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی۔ بڑے بڑے شاگرد آپ کے عہد میں پیدا ہو کر مشہور عالم ہوئے۔

آپ ہی کے عہد میں یحییٰ بن زید بن علی مدعی خلافت ہوئے، آپ نے منع فرمایا، لیکن نہ مانے اور انجام یہ ہوا کہ شہید کر دیے گئے۔ اور پھر عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار نے خسرو جرجان کیا لیکن وہ بھی ناکام رہے۔

آپ کا عہد سیاسی اعتبار سے بڑا پُر آشوب تھا۔ متعدد خلفائے نبوی امیہ تخت پر بیٹھے اور چل بسے، یہاں تک کہ عباسیوں نے بنو امیہ کا تخت الٹ دیا۔ اور خود ملک قابض ہو کر خلیفہ بن بیٹھے۔

سیدنا امام جعفرؑ یہ سب تماشا دیکھتے رہے، اور بڑی گہری دانشمندی سے کسی سیاسی معاملہ میں حصہ نہ لیا۔ فقط علوم و فنون کی اشاعت اور عبادت الہی میں مشغول رہے۔ اسماعیل، عبداللہ، موسیٰ کاظم، محمد دیباج، اسحاق، علی زین العابدین، آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی پہلی زوجہ فاطمہ بنت حسن مثنیٰ تھیں، اور انھیں سے اسماعیل اور عبداللہ ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۱۵ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ اور خلفائے عباسیہ میں سے منصور آپ کا ہم عصر تھا۔ مدینہ منورہ کے بیقاع میں اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ دفن کئے گئے۔

آپ کی وفات پر قوم میں پھر بڑا اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور مختلف فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ جن میں سے دو قابل ذکر ہیں۔ اول کاظمی، اور دوم اسماعیلی۔

جن لوگوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ کو امام مانا، اور پھر حضرت علی رضاؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت محمد جواد تقیؑ اور ان کے بعد حضرت علی نقیؑ، اور ان کے جانشین حضرت حسن عسکریؑ اور پھر ان کے بعد حضرت امام محمد مہدیؑ کو امام مانا ان کو اثنا عشریہ شیعہ کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں انھیں شیعوں کی کثیر تعداد پھیلی ہوئی ہے، اور لاکھتوان کامرکز ہے۔

دوسرے وہ اصحاب ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ کو امام تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ
بکنان کے بڑے بھائی حضرت اسماعیل بن حضرت جعفر صادقؑ کو امام مانا وہ اسماعیلی کہلاتے
ہیں۔ یہی لوگ آگے چل کر بوہڑ کہلائے اور انہیں کی تاریخ تکسبی مد نظر ہے۔

۱ حضرت علیؑ
۲ حسنؑ
۳ حسینؑ
۴ علی بن حسینؑ
۵ ابو جعفر صادقؑ
۶ حضرت امام محمدؑ

بَابِ اَوَّلُ

حضرت امام محمدؑ

اس فرقہ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت سیدنا جعفر صادقؑ نے اپنے بڑے
بڑے سیدنا اسماعیل کو منصوص بنایا۔ اور انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے صاحبزاد
سیدنا محمد کو امامت کے لئے منصوص کیا۔ اور چونکہ سیدنا اسماعیل اپنے والد سیدنا جعفر
صادقؑ کی زندگی ہی میں وفات پا گئے، اس لئے سیدنا محمدؑ اپنے دادا سیدنا جعفر صادقؑ کے
ساتھ ان کے گھر میں تاحیات رہے۔ حضرت جعفر صادقؑ کے بعد جب ہارون الرشید خلیفہ
عباسی نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو خلیفہ کی مشہور و معروف بیگم "زبیدہ خاتون"
نے پوشیدہ طور پر ان کو مطلع کر دیا۔ سیدنا محمدؑ اپنے بھائی علیؑ کے ساتھ خفیہ طور پر کوثر میں
مقیم ہو گئے۔ اور اسی جگہ آپ کے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر یہاں سے
نقل مکان کر کے "رے" چلے گئے۔ اور اسحاق بن عباس فارسی کے یہاں عرصہ تک مقیم رہے۔

رے "عراق عجم کا قدیم دارالسلطنت تھا۔ حکیم ابو بکر رازی، اور مفکر امام عمر فخر الدین رازی اسی پاک و پیما ہونے

یہاں تک کہ ہاروں المرشید کو اس کی اطلاع ہوگئی۔ اور اسحاق سے ان کو طلب کیا۔ اسحاق نے ان کو "نہاوند" کے قلعہ میں منصور بن حوشب کے پاس روانہ کر دیا۔ عرصہ تک وہاں مقیم رہے، اور منصور کی لڑکی سے شادی کرنی۔ ہاروں المرشید کو اس کی بھی اطلاع ہوگئی۔ دو سو چھاس ترک غلاموں کو بہ سرداری محمد بن علی خسراسانی گرفتاری کے لئے روانہ کر دیا مگر یہ لوگ کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر سیدنا محمد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ساہوور (شاہ پور) ہوئے ہوئے، فرغانہ چلے گئے۔ اور اسی جگہ مقیم ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا، اسی جگہ مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ منصوص ہوئے۔

(۸) سیدنا امام عبداللہ

سیدنا عبداللہ نے جب دیکھا کہ دشمن تلاش میں ہے تو فرغانہ سے رام ہرم اور پھر وہاں سے ولیم تشریف لے گئے۔ اور یہاں ایک علویہ سے شادی کرنی جس سے احمد پیدا ہوئے، فرغانہ سے روانگی کے وقت اپنا داعی اپنے بھائی حسین کو بنایا جنہوں نے مختلف مقام پر اپنے نائب بھیجے، جو اپنے کام میں کامیاب رہے، یہاں تک کہ ایک بڑی تعداد آپ کے مقلدین میں شامل ہوگئی۔ آپ نے بمقام "سلیم" انتقال فرمایا۔ اور وہاں مدفون ہوئے، آپ کے عہد میں مامون المرشید خلیفہ عباسی تھا۔

سہ "نہاوند" ایک مشہور مقام ہے، جو قلعہ نبی ہمدان اور کوہ الوند کے جنوب میں ہے، عرب اور ایرانیوں کا دوسرا زبردست معرکہ قادسیہ کے بعد اسی جگہ ہوا۔ سہ فرغانہ، ترکستان کا مشہور شہر قوند کے قریب۔ سہ ولیم ایران کا شمالی حصہ بحیرہ کاسپین کے قریب کا نام ہے، اس صوبہ کا مشہور شہر گیلان ہے، حضرت عبدالقادر جیلانی پیران پیر کے نام سے مشہور ہیں، اسی شہر کے باشندے تھے۔ سہ ملک شام میں شہر حمص کے پاس ایک مقام کا نام ہے۔

(۹) سیدنا امام احمد

اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ منصوص ہوئے، آپ چونکہ اپنے وقت کے بہترین فاضل تھے، اس لئے قدرتی طور پر اشاعتِ علوم کی طرف زیادہ مائل تھے۔ فرقہ اسماعیلیہ میں مشہور ہے کہ "رسائل اخوان الصفا" آپ ہی نے تحریر فرمائے ہیں، جس کے آخری رسالہ کا نام "الجامو" ہے، جس میں (۵۲) بابوں کا خلاصہ درج ہے اور یہ کل (۵۱) رسائل اگرچہ طبع ہو چکے ہیں۔ مگر قلمی اس وقت جناب داعی مطلق سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین صاحب کے کتبخانہ سورت میں محفوظ ہے۔

سیدنا احمد اپنے دشمنوں کے خوف سے خود کو مخفی رکھنے کی بڑی کوشش کرتے تھے، تاجروں کے لباس میں کبھی دلیم، کبھی "سرمین دانی" (سامرہ) اور کبھی سلیمیہ میں اقامت فرماتے، یہاں تک کہ آپ نے اسی مقام پر وفات پائی۔ آپ نے سلیمیہ میں ہی شادی کی تھی۔ جس سے حسین پیدا ہوئے۔

(۱۰) سیدنا امام حسین

اپنے والد کے انتقال کے بعد جب آپ منصوص ہوئے، تو سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا، کہ کوفہ تشریف لے گئے، اور اپنے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علی بن ابی

سہ "سرمین دانی" بغداد کے پاس ایک چھاؤنی معتمد باللہ عباسی نے قائم کی تھی۔ جو آخر میں ایک شہر بن گیا۔ اور اس کو سامرہ کہنے لگے۔ سہ "ریاض الجنان بمبئی

طالبؓ کے مقبرہ کی زیارت کی۔ اس جگہ ابوالقاسم حسن بن فرح بن حوشب سے ملاقات ہوئی جو اصحاب شیعہ میں سے تھا۔ آپ سے مل کر آپ کا عقیدہ تمند ہو گیا۔

پھر علی بن فضل ہمدانی سے بھی ملاقات ہوئی، اور ان کی آپس میں بڑی محبت ہو گئی۔ سیدنا حسینؑ نے علی ہمدانی سے یمن کے متعلق متعدد سیاسی سوالات کئے۔ اور شیخ نے جواب ملنے پر آپ نے علی ہمدانی اور ابوالقاسم بن فرح کو اپنا داعی بنا کر یمن روانہ کیا جس نے یمن پہنچ کر بہت اچھے طریقے سے دعوت کا کام انجام دیا۔ اسی طرح سے ابوالقاسم کے بھائی، ہشیم کو سندھ میں داعی بنا کر سندھ روانہ کیا۔ چنانچہ ستر امام (امام طیبؑ) تک سندھ میں دعوت آتے رہے۔ ان کے مقابلہ ٹھٹھہ میں موجود ہیں۔

جب سیدنا حسینؑ کو یمن کے داعی کی کامیابی کی خبر ملی، تو آپ نے ابوالقاسم کو مدد کے لئے ابو عبد اللہ احمد بن زکریا یمن روانہ فرمایا۔ اس نے ایک سال قیام کر کے امر دعوت کو خوب مستحکم کیا پھر حاجیوں کے ساتھ مکہ آیا۔ اور حالات معلوم کر کے مفرقہ (افریقہ) کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس عرصہ میں سیدنا حسینؑ یمن میں عباسیوں کے ساتھ اپنے کو عباسی کہہ کر قیام پذیر تھے۔ یہاں تک کہ جب وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے بھائی محمد حبیب (المقلب بہ سعید الخیر) کو وصیت کی، کہ میرے بعد میرا لڑکا عبداللہ منصور بنے، جو ابھی خرد سال ہے۔

سیدنا حسینؑ کی وفات کے بعد محمد حبیب کی نیت بدی، اور چاہا کہ اپنے لڑکے کو منصور بنائے، مگر اس کی اولاد میں سے کوئی زندہ نہ رہا۔ سیدنا حسینؑ

سامرہ میں انتقال فرمایا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد محمد حبیب نے سلیمہ میں وفات پائی۔
اور سیدنا عبداللہ جانشین امام ہوئے۔

(۱۱) سیدنا امام عبداللہ المہدی

آپ کا نام عبداللہ ہے (اور اکثر مورخین عبداللہ لکھتے ہیں۔ اور اسی مناسبت سے اس سلطنت کو عبیدین کی سلطنت کہتے ہیں) آپ کی ولادت بمقام سلیمہ (شام) ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد کی وفات کے وقت خرد سال تھے۔ اپنے عم بزرگوار کے زیر نظر تعلیم پائی۔ جب محمد حبیب کے انتقال کا وقت آیا۔ تو آپ کو بلا کر سب حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ اور جہاں جہاں داعی تھے، سب کے حالات بتائے۔ چنانچہ اپنے چچا کی وفات کے بعد تمام داعیوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سلطنت کی بنیاد رکھی۔ آپ کی سلطنت کے بانی اصل میں دو شخص ہیں۔ اول ابو عبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا۔ دوم ابوالقاسم حسین بن فرح بن حوشب کوئی۔ ابوالقاسم نے یمن میں امور دعوت انجام دیئے۔ اور ابو عبداللہ نے افریقہ میں۔

ابو عبداللہ ذکر یا ۲۸۸ھ میں کتابہ (افریقہ) پہنچا۔ اور دعوت کے کام میں مشغول ہو گیا۔ کچھ ہی عرصہ میں تقریباً تمام اہل کتابہ آپ کے مقلد ہو گئے۔ اور دو تین معرکوں کے بعد وہ بلاد افریقہ کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔ جب اس قدر کامیابی ہو گئی تو اس نے سیدنا امام عبداللہ کو اہل کتابہ کے چند معتبر آدمیوں کے ذریعہ اس کی اطلاع دی، اور جلد از جلد پہنچنے کا مشورہ دیا۔ بد قسمتی سے یہ خبر مکتفی باللہ عباسی کو ہو گئی اور اس نے ان کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا، سیدنا عبداللہ سلیمہ سے عیاق آئے،

اور اپنے لڑکے ابوالقاسم محمد کو ساتھ لے کر مصر روانہ ہو گئے۔ جب اسکندریہ پہنچے،
 خلیفہ کی طرف سے گرفتاری کا حکم آچکا تھا۔ اس لئے سیدنا عبداللہ گرفتار کرنے گئے
 لیکن عدم ثبوت کی بنا پر ان کو رہا کر دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ اسکندریہ سے روانہ
 طرابلس پہنچے، اور ابوالعباس نامی ایک شخص کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا، مگر وہ
 گرفتار ہو گیا۔ ان کو بھی گرفتار کرنا چاہا، مگر یہم سلجما سے چلے گئے، یہاں کے گورنر ایلیع
 مدرار سے تاجروں کے بھیس میں ملے۔ لیکن جب خلیفہ کا حکم اس کو ملا، تو اس
 ان کو گرفتار کر کے قید خانہ بھیج دیا۔ ابو عبداللہ ذکر بیانے جب یہ سنا تو وہ بہت گھبرا
 لیکن کبھی صلح اور کبھی جنگ، غرض جس طرح سے بھی ہو سکا، فتوحات حاصل کرتا
 سلجما میں داخل ہوا اور امام عبداللہ کو قید خانہ سے نجات دلائی۔

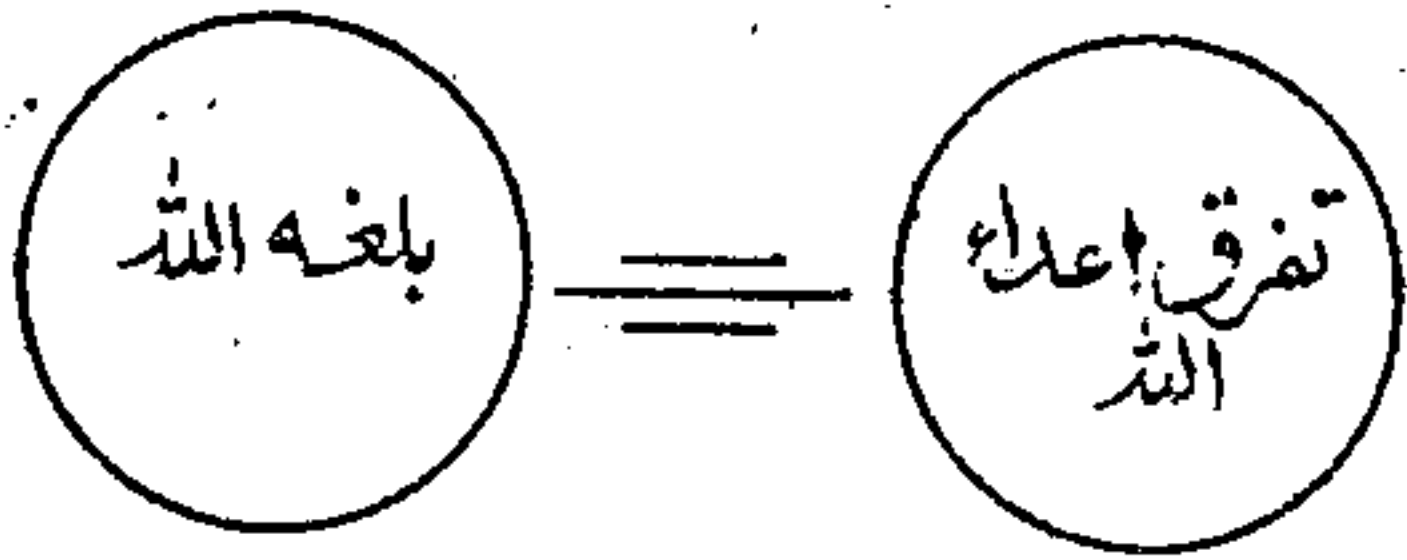
امام عبداللہ چالیس دن مقیم رہ کر ۲۹۳ھ میں اور آگے (افریقہ میں) روانہ ہو گئے
 پھر رقادہ میں قیام کر کے جمعہ کی نماز ادا کی۔ اور پہلا خطبہ اپنے نام کا پڑھایا۔ المہدی
 باللہ امیر المؤمنین کا لقب اپنے نام کے ساتھ اضافہ کیا۔

اس کے بعد انتظام سلطنت میں مشغول ہو گئے۔ اور ہر کام کو اس خوبی سے
 انجام دیا کہ گویا آپ برسوں سے حکومت کر رہے تھے، اور تمام امور کے اختیارات خود اپنے
 قبضہ میں رکھا۔ ابو عبداللہ ذکر یا کے بھائی ابوالعباس کو یہ بات ناگوار گزری، وہ چاہت
 تھا کہ امام المہدی باللہ کو شاہ شطرنج بنا کر رکھے، اور خود حکومت کرے، مگر امام موصوف
 بہت معاملہ فہم تھے۔ وہ اس کی تہ کو پا گئے، چنانچہ جب متعدد بار فہمائش سے کام نہ چلا

لہ المہدی کا لقب اسی قسم کا ہے، جیسا کہ عباسیوں نے منصور، مہدی، ہادی، معتصم کا لقب اختیار کیا۔

ابو عبداللہ ذکر یا اور اس کے بھائی ابو العباس کو قتل کرادیا۔ اور جب حکومت مستحکم ہو گئی اپنے صاحبزادے ابو القاسم محمد کو ولی عہد بنایا۔

۳۰۳ھ میں ایک نیا شہر "مہدیہ" کے نام سے آباد کر کے پایہ تخت قرار دیا۔ بہت جلد ایک بڑا شہر ہو گیا۔ امام عبداللہ المہدی نے ۳۲۲ھ میں انتقال کیا۔ آپ پہلا سکے اس طرح کا تھا۔



(۱۲) القاسم باہر اللہ ۳۲۲ھ

کنیت ابو القاسم محمد نزار آپ کا نام ہے، اور القاسم باہر اللہ آپ کا لقب ہوا۔ آپ بمقام سلیمہ (حصن شام) ۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے، اور اپنے والد کے ساتھ افریقہ پہنچے۔ تمام مصائب میں ایک دوسرے کے شریک رہے۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ آپ کے عہد کا سب سے بڑا واقعہ یہ ہے کہ ۳۲۲ھ میں خالد ابو یزید بن کنانہ انکاری خارجی نے آپ پر خروج کیا۔ اور سرکاری فوجوں کو متواتر شکست دیتا ہوا، مہدیہ تک آپہنچا۔ لیکن امام القاسم نے اس کو اس جگہ ایسی سخت شکست

۳۰۳ھ قریب قریب اسکی کھنڈر پر آباد ہوا۔ جیسے بغداد بابل کے کھنڈر پر بسایا گیا۔ اور اب مہدیہ کے قریب

دی کہ پھر وہ افریقہ میں قیام نہ کر سکا۔ اور واپس ہو گیا۔ ۳۳۲ھ میں امام القاسم
وفات پائی۔ ۴۵ سال چھ ماہ کی عمر تھی، بارہ برس چھ ماہ آپ نے حکومت کی۔ امام
جعفر، حمزہ، عدنان وغیرہ خلف ذکر تھے۔

(۱۳۱) المنصور بن نصرالد

آپ کا نام اسماعیل، اور کنیت ابو طاہر، اور لقب المنصور بن نصرالد۔ ۳۰۳ھ
آپ کی ولادت ہوئی۔ اور اپنے بزرگوں میں رہ کر تربیت و تعلیم حاصل کی۔ اپنے والد القاسم
کے بعد آپ منصوص ہوئے، تحت سلطنت پر رونق افروز ہونے کے بعد عرصہ تک اپنے
کی وفات پوشیدہ رکھی۔ کیونکہ ابو یزید خارجی ابھی تک جنگ میں مصروف تھا، آپ کے
کا زین کار نامہ یہ ہے کہ ابو یزید خارجی کو ہر طرح سے ہزیمت دے کر گرفتار کر لیا۔
سیلان خون کے سبب جلد مر گیا۔ اس فتح کے بعد آپ نے تمام ملک کو باغیوں
پاک کیا، گویا حکومت اسماعیلیہ کے آپ دوسرے بانی ہیں۔

آپ کی ہمت، جرأت، اور شجاعت نے وہ کام کیا کہ لوگ انگشت بندال
رہ گئے۔ نہایت مدبر، عالم، فاضل، اور عاقل تھے، آپ کے خطبے ارتجالاً بڑے فصیح
بلند ہوتے تھے۔ آپ کی عمر ۳۸ برس پانچ ماہ کی ہوئی۔ ۳۴۱ھ میں شدت مرما
سبب انتقال فرما گئے۔ آپ نے سات یا آٹھ سال حکومت کی۔

(۱۳۲) امام المعز الدین اللہ

معز نام، ابو یحییٰ کنیت، المعز الدین اللہ لقب، نصف رمضان ۳۷۱ھ

امام جہدیہ پیدا ہوئے، آپ کی عمر ۲۴ سال کی تھی کہ آپ منصوص قرار پائے، جب آپ
 سلطنت پر رونق افروز ہوئے، تو اپنا وزیر اور سپہ سالار اپنے غلاموں سے "جوہر" نامی
 غلام کو بنایا جس کی کنیت ابوالحسین تھی۔ اور جزیرہ سسلی کا باشندہ تھا۔ یہ بیدار تخت
 جب تخت پر بیٹھا، تو ہر طرف امن و امان اور خوشحالی بھیلی ہوئی تھی، اس کے لائق سپہ سالار
 ہونے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا، پہلے تمام افریقہ پر قابض ہوا۔ پھر مصر کی طرف بڑھا، اسکندریہ
 قبضہ کر کے، پایہ تخت پہنچ گیا، وہاں سے کچھ دور اور ذرا فاصلہ پر ایک جدید شہر کی بنیاد رکھی
 جس کا نام "قاہرہ" رکھا، پھر اس شہر میں ایک بڑی عالیشان مسجد بنائی جو آج کل کے
 م سے آج تک مشہور ہے۔ امام المعز نے اب مناسب سمجھا کہ افریقہ سے پایہ تخت منتقل کر کے
 ہرہ کو بنائیں۔ چنانچہ آپ اسی جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ قاہرہ میں آپ کے مستقل قیام کا
 ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کی حکومت حجاز اور شام تک پھیل گئی۔ آپ نے اب وزارت
 ابوالفرح (یعقوب) بن یوسف بن کلس کو عنایت کی جو بڑا مدبر تھا۔ اور ابوالحسین جوہر
 صرف سپہ سالار رہا۔ آپ کے عہد میں، ابوخلیفۃ النعمان بن محمد بن منصور بن حیوان
 قیروانی قاضی القضاة تھے۔ ان کا شمار علامہ وقت میں سے تھا۔ ۱۴۱۰ھ بمذی الحج الآخر ۳۶۵ھ
 بمقام قاہرہ امام المعز لدین اللہ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، ۲۴ برس
 حکومت کی سلطنت فاطمیہ کا اسی عہد سے شروع ہوا۔

(۱۵) امام العزیز باللہ ۳۶۵ھ

نزار نام، ابوالمنصور کنیت، العزیز باللہ لقب، ۳۶۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی
 اپنے والد کے انتقال پر ۳۶۵ھ میں تختِ امامت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کا پہلا خطبہ

جو عید کے دن ہوا اس قدر نصیح و مبلغ اور موثر تھا کہ لوگ رو پڑے۔ آپ شاعر تھے۔ اپنے لڑکے کی وفات پر بڑا پُروردہ مرتب لکھا ہے۔

آپ کا عہد امن کے لئے مشہور ہے۔ فتوحات کی تکمیل بھی آپ کے عہد کا واقعہ ہے۔ جمہور، حماة، حلب، غرض شام کے ملک تک آپ کی سلطنت وسیع ہو گئی۔ موصل، مدائن، انبار، کوفہ، یمن زیر اثر تھے اور وہاں آپ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ بغداد کے وزراء آل بویہ شیوہ تھے، اس لئے وہ لوگ آپ سے خط و کتابت رکھتے اور عقیدت کا اظہار کرتے، یعقوب بن کلس اس عہد میں بھی وزیر رہا۔ اور قاضی علی بن نعمان قاضی القضاة اور ان کے انتقال پر محمد بن نعمان ان کی جگہ مقرر ہوئے، آخر میں مکہ اور مدینہ منورہ میں بھی آپ کا خطبہ پڑھا گیا، مقام بلبیس میں آپ علیل ہوئے تو سردار کو بلا کر اپنے صاحبزادے "حاکم" کو اپنا جانشین بنایا۔ ۲۸ رمضان ۳۸۶ھ میں آپ انتقال ہو گیا۔ آپ کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ ۲۱ سال آپ نے حکومت کی۔ سلطنت فاطمہ کے انتہائی عروج کا زمانہ ہے۔

۱۰۹۷ھ

(۱۶) امام الخاتم بامر اللہ ۳۸۶ھ

آپ کی ولادت پختنبہ کی رات ۲۳ ربیع الاول ۳۷۵ھ میں بمقام قاہرہ ہوئی۔ امام العزیز بالله کے انتقال کے بعد فوراً ہی "برجوان" غلام آپ کے سر پر تاج شہنشاہی رکھ کر محل سے باہر لے آیا۔ جس سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ امامت آپ پر منتقل ہو گئی۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ مورخ زولاق کا بیان ہے، کہ صوف آپ کا لباس تھا۔ آپ اکثر مسجد میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ شراب کی سردا میں بڑا انہماک رکھتے تھے۔ مخفی

نے والوں کو کافی سزا دیتے تھے۔ قاہرہ میں جامع کبیر کی تکمیل آپ ہی کے عہد میں
 ہوئی، حمید الدین احمد بن عبداللہ کرمانی آپ ہی کے عہد میں تھے۔ جن کے توسط سے مختلف
 نون خصوصاً علم توحید کی مختلف کتابیں تصنیف ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۲۹ کتابوں کے
 مصنف تھے۔

۳۲۴ھ میں امام الحاکم نے بعض لوگوں کو علامات بتا کر مدینہ بھیجا۔ اور حضرت
 سیدنا امام جعفر صادقؑ کے مکان کو کھود کر کتابیں اور اسلحہ وغیرہ منگوا یا۔ یہ آپ کے
 کرامات اور خرق عادت میں شمار کیا جاتا ہے۔

قاہرہ کے قریب جبل مقطم کی چوٹی پر ایک مخصوص مکان بنا رکھا تھا۔ اکثر تہہ
 وہاں جایا کرتے تھے۔ ۲۷ شوال ۳۱۱ھ میں بھی وہاں اپنی ایک خاص سواری پر تشریف
 لے گئے۔ مگر ایک ہفتہ تک جب واپسی نہ ہوئی تو لوگ گھبرائے، لوگ ان کی تلاش میں
 اوپر گئے۔ لیکن ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔ ان کا خچر مڑا پڑا تھا۔ اور کپڑا ایک خندق میں رکھا
 تھا۔ اسی وقت سے ”دروزیوں“ کا فرقہ پیدا ہوا۔ جس کا اعتقاد ہے کہ امام حاکم
 نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ مستور ہو گئے۔ آپ کی عمر ۳۶ سال چھ ماہ کی تھی۔ ۲۵ سال
 آپ نے امامت کی۔

(۱۷) الظاہر لاعزاز دین اللہ ۳۱۱ھ

علی نام، ابو الحسن کنیت، الظاہر لقب آپ کا تھا۔ ۱۲ رمضان ۳۹۵ھ
 بمقام قاہرہ آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی عمر ۱۶ برس کی تھی جب آپ نے والد کے بعد ۳۱۱ھ
 میں امامت کا رتبہ حاصل کیا۔ آپ کے عہد میں تاسم بن عبدالعزیز بن نوحان قاضی القضاۃ تھے۔

ابوالحسن عمار بن محمد ذریعہ ہوئے، اس عہد کا بڑا واقعہ یہ ہے کہ فرغانی حسن اجدع نے بغاوت کی۔ اور حاکم کے مجبور ہوئے کا دعویٰ کیا۔ اور ایک جماعت نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ داعی احمد کرمانی نے پہلے تو دلائل اور براہین سے اس کی تردید کی۔ اور اپنے عقائد سے اس کو توبہ کرنے کی ہدایت کی۔ مگر جب وہ نہ مانا تو چمکتی تلواروں کے برہان قاطع سے ان کی زبانوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ بڑی مخلوق ماری گئی۔ لیکن امن قائم ہو گیا، شعبان ۳۲۶ھ میں بمقام "مین شمس" (قریب قاہرہ) آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ نجیب الدولہ جبرائی نے جو آخرین ذریعہ ہو گیا تھا، محمد بن قاسم بن عبدالعزیز کی مدد سے تھمیر و تکفین کے بعد تمام امرا و اہل دولت سے آپ کے لڑکے کے لئے بیعت لی۔ ۱۶ برس آپ نے امامت کی اور قاہرہ میں مدفون ہوئے۔

اسی وقت سے سلطنتِ فاطمیہ کے چمن میں زوال کا بادِ غزاں شروع ہوا۔

(۱۸) الامام مستنصر باللہ ۴۲۶ھ ۱۰۳۶ء
۴۸۷ھ ۱۰۹۵ء

مرد نام، ابو تمیم کینت، المستنصر باللہ لقب، ۱۶ رجبی الآخر ۴۲۶ھ میں پیدا ہوئے، ۴۲۶ھ میں جبکہ آپ کی عمر صرف سات برس کی تھی، لوگوں سے بیعت امامت لی۔ آپ بہت ہی ذکی اور فہیم تھے۔ آپ کے عہد میں دعوت کے کاموں میں بڑی ترقی ہوئی۔ مصر، شام، عراق کے علاوہ شیراز اور دہلیم تک داعی اپنے کام میں مصروف تھے۔ شیراز کے مشہور داعی المودنی الدین ہبۃ اللہ بن موسیٰ کو فہم ہوتے ہوئے مصر پہنچے، اور امام کی خدمت میں ہر فرساز ہوئے۔

۴۲۶ھ میں سیدنا علی بن محمد اصبیحی نے یمن میں دعوت کا کام شروع کیا۔

اور ان کے قتل ہو جانے پر ان کے صاحبزادے سیدنا احمد المکرّم داعی ہوئے، اور انکی مدد کے لئے ملک بن مالک الحمادی بھیجے گئے، جو داعی ہیتہ اللہ کے شاگرد تھے۔ ان دونوں نے سیف و قلم دونوں طریقوں سے دعوت شروع کر دی۔

جب سیدنا داعی مکرم کا انتقال ہو گیا، تو ان کی زویہ محترمہ "الحرّة الملکة الرومی" نے اس کام کو ۳۶۸ھ میں سید ملک بن مالک کی مدد سے انجام دینا شروع کیا۔ ۳۸۶ھ میں مصر کا مشہور وزیر امیر الجیش بدر جمالی کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہنشاہ ملک افضل وزیر ہوئے۔

امام مستنصر باللہ کی وفات ماہ ذوالحجہ جمعرات کے دن ۳۸۶ھ میں ہوئی۔ ۶۷ برس کی عمر تھی، ساٹھ سال آپ نے امامت کی۔ آپ بڑے صابر اور قانع تھے۔ آپ کے ہمہدیں بڑے بڑے انقلابات ہوئے، جس کو بڑے صبر و سکون سے برداشت کیا۔

(۱۹) امام مولانا المستعلی باللہ ۳۸۶ھ - ۳۹۵ھ فرقہ نزاریہ

احمد نام، ابو القاسم کنیت، المستعلی باللہ لقب، محرم ۳۶۷ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے انتقال پر ۳۸۶ھ میں درجہ امامت پر فائز ہوئے، تمام اراکین سلطنت نے بیعت لی۔ آپ کے بھائی نزار، عبداللہ، اسماعیل نے آپ کی مخالفت کی۔ کچھ دنوں تک وزیر افضل کے ساتھ مکالمہ اور پھر خط و کتابت ہوتی رہی۔ اور آخر کار یہ سب اسکندریہ چلے گئے۔ اور مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ اسکندریہ کا گورنر بھی نزار سے متفق تھا۔

نزار نے المصطفیٰ لدین اللہ لقب اختیار کر کے لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ بہت آدمی آپ کے مقلد ہو گئے۔ جب معاملہ طویل ہو گیا، تو امام وقت کے اشارہ سے

وزیر افضل نے ایک بڑے جہاز لشکر کے ساتھ اسکندریہ پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ نزار اور ان کے متبعین گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔

فقیر نزاریہ | اس وقت سے اسماعیلی دو فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک نے تو یہ دعویٰ کیا کہ نزار زندہ ہیں فی الحال ستور ہو گئے ہیں۔ اور پھر واپس آ کر دنیا کو عدل سے بھر دیں گے۔

دوسرے فرقہ کا یہ خیال ہے کہ نزار تو وفات پا گئے، مگر ان کے صاحبزادے قائم مقام ہوئے جو حسن بن صباح کے پاس ہیں۔ یہ حسن ابن صباح وہی ہیں جو نزاریہ فرقے کے باب اور مذہب باطنیہ کے بانی ہوئے۔ جس کے فدائی دنیا سے اسلام میں پھیل گئے تھے اور تقریباً ایک سو سال تک بڑے بڑے علماء، خلفاء، وزراء اور بادشاہوں کو اپنے خونی پنجروں سے ملک عدم کو پہنچایا کئے۔ اور آخر کار ہلاکو خاں کی بے پناہ تلوار نے ساتویں صدی ہجری میں ان کا خاتمہ کر دیا۔ اور دنیا کو اس ظلم سے نجات دلائی۔ اس کے بعد یہ لوگ امن پسند ہو گئے۔ جناب شمس الدین سبزواری پہلے داعی ہیں جو ملتان میں وارد ہوئے۔ اور دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہندوستان میں نوجوں کی جو جماعت آج ہے، وہ اسی سلسلہ کے مقلد ہیں۔ جن کے امام سمر سلطان محمد شاہ آفاخاں ہیں۔

امام المستعلی باللہ کے مقلدین مستعلویہ کہلاتے ہیں۔ امام موصوف بمقام قاہرہ ماہ صفر ۶۹۵ھ میں وفات پا گئے۔ ۲۶ سال کی عمر تھی۔ چھ سال آپ نے امامت فرمائی۔ آپ کے

ملتان میں شمس تبریز کا جو مقبرہ مشہور ہے۔ وہ درحقیقت انہیں کا ہے۔ لوگوں میں غلط مشہور ہو گیا ہے کہ وہ شمس تبریز، مرشد مولانا جلال الدین رومی کا ہے۔

عہد میں متعدد علماء، قاضی القضاة تھے، جن میں سے فخر الحکام ابو الفاضل محمد بن حاکم ملیحی... مشہور نہیں۔ ابن خلکان لکھتا ہے، کہ آپ ہی کے عہد سے سلطنت میں ضعف آگیا۔

(۲۰) مولانا الامام الامر باحکام اللہ ۴۹۵ھ

منصور نام، ابو علی کنیت، الامر باحکام اللہ لقب ۴۹۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی جبکہ امامت کی بیعت لوگوں نے آپ سے لی۔ (۴۹۵ھ) عہد جوانی تک وزیر افضل نے آپ کی طرف سے حکومت کا بار اٹھایا۔ اس کے قتل کے بعد مامون فاتک نے وزیر بنایا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وزیر مامون امیر جعفر بن مستعلی کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر رہا ہے، اور ابو الحسن نجیب الدولہ کو مین اس نئے روانہ کیا ہے کہ امام مختار محمد بن نزار کی دعوت کرے۔ امام امر کو جب اس کی خبر ہوئی۔ اور تصدیق بھی ہوگئی، تو انہوں نے اس کے پانچوں بھائیوں کو مع تیس آدمیوں کے قتل کرا ڈالا۔ یہ واقعہ ۵۲۲ھ کا ہے۔ آپ سے نزاری فرسے کے لوگ سخت عداوت رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے، ایک دن سیرگاہ سے واپس آتے ہوئے، دس ذائیوں نے حملہ کر کے سخت زخمی کرا ڈالا۔ لوگ قصر میں اٹھا کر لے گئے، جہاں آپ ۵۲۶ھ میں وفات پا گئے، آپ کی عمر ۳۶ برس کی تھی۔ ۳۱ برس آپ نے امامت کی۔

آپ کے بعد سخت اختلاف پیدا ہو گیا ایک فرقہ کا بیان ہے کہ آپ لا ولد تھے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ آپ کی ایک کنیز حاملہ تھی، آپ نے اسی پر نص امامت کیا تھا۔ مگر اس سے لڑکی پیدا ہوئی۔ تیسرا فرقہ کہتا ہے، کہ آپ کا ایک خرد سال لڑکا چند ماہ کا موجود تھا۔ آپ نے وزات کے وقت میرے بور میرا لڑکا "طیب" امام ہوگا۔ اور تا بلوغ عبد المجید

بن محمد بن مستنصر ان کا اتالیق ہوگا۔ اور اسی لئے ان کا لقب الحافظ رکھا گیا۔ لیکن دو برس کے بعد حافظ کی نیت بدل گئی، اور خود امام بن جانا چاہا۔ جب یہ خبر امام طیب کے محافظوں کو معلوم ہوئی، تو ابو تراب نے ایک ٹوکری میں رکھ کر اوپر سے کچھ تیزیں رکھ دیں اور محل سے نکال کر مقام قرانہ پہنچا دیا۔ جہاں ان کی پرورش کی گئی، اور ان کے اہتمام میں کمالی احتیاط برتا گیا۔ اوٹا خسر میں انہوں نے ستر اختیار کر لیا۔ اور اس دن سے آج تک (۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء) ان کی نسل میں ہے۔ ان کے مقلدوں کا اعتقاد ہے، کہ ایک زمانہ آئے گا، کہ ان کی نسل سے ایک شخص ظاہر ہوگا، اور امور امامت ظاہراً انجام دے گا۔ اور جب تک مستور ہیں، ان کی جگہ داعی کام انجام دیں گے۔ اس فرقہ کو "طیب" کہتے ہیں۔

ذیل میں اس خط کا ترجمہ دیتا ہوں جو مولانا آمر نے حرمہ ملکہ کو مین بھیجا تھا، اور جس میں اپنے صاحبزادے "طیب" کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"اللہ کے بندے اور اس کے ولی المنصور ابو علی الامر باحکام اللہ امیر المؤمنین کی طرف سے یہ خط حرمہ ملکہ سیدہ رفیقہ زکیہ، یکتائے زمانہ، شاہان مین کی سردار، امام کی منصوص، مؤمنین کی پناہ، امیر المؤمنین کی ولیہ کے پاس پہنچے، خدا کرے اس کا وقار، اسکی نعمت، اور اچھی توفیق ہمیشہ رہے۔ سلام علیک، امیر المؤمنین اس خدا کی جس کے سوا کوئی نہیں ہے، حمد کرتا ہے، اور اس کے دادا محمد

خاتم النبیین، سید المرسلین پر رحمت نازل کرنے کی استدعا کرتا ہے، خدا رحمت نازل کرے، ان پر، اور ان کی پاک اولاد، ہدایت یاب ائمہ پر۔ اس کے بعد تم کو معلوم ہو کہ بلا شک اللہ کی نعمتیں، امیر المومنین کے پاس بے شمار ہیں جو کسی تہنا قوم کے پاس نہیں ہیں۔ اور نہ قیاس میں آسکتی ہیں۔ وہ ایسی ہی ہیں، جیسے برسنے والے بادل، ایک گے پیچھے دوسرے چلے آتے ہیں۔ اور ہمیشہ چمکنے والے سورج کی طرح، اور صبح و شام برسنے والی بارش کے مانند ہیں۔ اور ان سب سے زیادہ افضل اور اعظم قدر و منزلت اور شہرت کے لحاظ سے وہ بخشش ہے جو ابھی خاندانے پاک، نیک سیرت، پسندیدہ اطوار لڑکے کی صورت میں عنایت کی ہے، اور یہ اتوار کی صبح ۲۴ ربیع الثانی ۵۲۳ھ کا واقعہ ہے، جس کے سبب سے ہر شخص کی آرزو برآئی۔ اور منبروں پر اس کے ذکر کی خوش بوی بھیلی، اور سیاہ راتوں کی تاریکی اس کی نور سے زائل ہوئی۔ اور دولتِ عالمیہ کے فخر کا ہار گوندھا گیا۔ وہ نبوت کے نور سے ایسا ہی ظاہر ہوا، جیسے ایک نور دوسرے نور سے ظاہر ہوتا ہے۔ امیر المومنین اس کے سبب سے بہت خوش ہوئے، اور بوجہ پاک ہونے کے اس کا نام "طیب" رکھا، اور اس کے دادا نبی صلعم کی مشابہت کے باعث اس کی کنیت ابو القاسم کی۔ اور امیر المومنین خدا کے اس احسان پر شکر کرتے ہیں۔

کہ اس کے فلک سلطنت پر ستارہ طلوع ہوا، اور اس کے جلالت کے
 آسمان پر شہابِ ثاقب نکلا۔ ایسا شکر یہ کہ جس کے سبب اس کی نعمت
 ہمیشہ رہے، اور اس کو طویل عمر بنائے، اور خدا سے ملتجی ہیں، کہ
 اس کو اعلیٰ مقاصد تک پہنچائے، اور امامت کے بلند درجہ تک
 فائز کرے، اور طلب گاہ ہدایت کے لئے شمع، منکرین کے لئے
 دلیل، مضطرب لوگوں کے لئے مدد، اور خوفزدوں کے لئے پناہ کی
 جگہ ہوئے، تاکہ دنیا کے لئے خوشی، اور مسرت پیدا ہو، اور چونکہ امیر المؤمنین
 کے نزدیک تمہارا بے نظیر مرتبہ ہے، اس لئے بڑی مسرت اور خوشخبری کو
 تم تک پہنچا دیتے ہیں۔ تاکہ تم کو بھی بے حد مسرت ہو۔ اور ہر نزدیک اور
 دور والے کو بھی خوشی حاصل ہو پس تم بھی معلوم کر لو، اور دوسروں
 کو بھی اس کی خبر کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہہ اسی تاریخ مذکور میں لکھا
 گیا، اور رحمت نازل ہو اللہ کے رسول سیدنا محمدؐ اور اس کی
 پاک آل پر، ان کو سلامت اور شرف اور کرامت قیامت کے
 دن تک رکھے۔

اس کے علاوہ جدید تحقیقات سے جو انکشاف ہوا ہے، اس سے اس جماعت کی تائید ہوتی
 ہے۔ جو فرقہ امام ابوالقاسم محمد طیب کی ولادت اور امامت کا قائل ہے۔ اور عبدالمجید کو نائب
 اور محافظ (گارشین) مانتا ہے، چنانچہ چند وہ سکے جو اس وقت قاہرہ کے عجائب خانہ میں موجود

اس دلیل میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

امام ابوالقاسم کی ولادت ۲ ربیع الثانی ۵۲۲ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ حرہ ملکہ کے
 اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے، جو امام آمر نے ان کو بھیجا تھا۔ ۵۲۲ھ کا سکہ قاہرہ کے
 عجائب خانہ میں موجود ہے۔ جو بالکل ۲۹۶ھ والے سکہ کے مشابہ ہے۔ اس کے بعد ۵۲۵ھ
 میں مولانا ابوالقاسم کے نام ایک سکہ بمقام اسکندریہ سکوک کیا گیا (دیکھو سکہ قاسمیہ)۔
 اس سکہ میں صاف طور پر لکھا ہے، کہ الامام محمد ابوالقاسم المنتظر بامر اللہ امیر المؤمنین
 اس سے صریح طور پر معلوم ہوا کہ مولانا آمر کا کوئی لڑکا ضرور تھا، جس کی تائید الحرة الملکہ کے
 خط سے ہوتی ہے، اور ان کا نام ابوالقاسم محمد تھا۔ اور امامت کا حقدار تھا، اسی لئے آپ کے
 نام کے ساتھ "المنتظر بامر اللہ" کا لفظ ہم دیکھتے ہیں۔ پھر ۵۲۶ھ میں مولانا آمر کے انتقال کے
 بعد ایک سکہ بنام عبدالمجید دستیاب ہوا ہے، اس سکہ میں "ابوالیموں عبدالمجید ولی عہد المسلمین" کا
 لفظ موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عبدالمجید ولی عہد اور نائب تھے، خود امام نہ تھے۔ لیکن دو برس
 کے بعد جو سکہ عبدالمجید کا ملا ہے، اس میں عبدالمجید کے نام کے ساتھ امام کا لفظ موجود ہے، اس
 سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو برس قبل جو ولی عہدی کا خیال تھا، اب امامت کے ساتھ بدل
 گیا، قابل سوال امر یہ ہے کہ جب مولانا آمر کا ۵۲۶ھ میں انتقال ہوا، تو ان کا منصوص کن
 تھا۔ اگر واقعی عبدالمجید منصوص تھے، تو ۵۲۶ھ سے ۵۲۷ھ کے سکہ میں بحیثیت منصوص ہونے
 کے امام کا لفظ اپنے سکہ میں کیوں داخل نہ کیا۔ اور اگر وہ منصوص نہ تھے تو پھر کون تھا؟
 اور عبدالمجید کی پوزیشن کیا تھی؟ ان سوالوں کے جوابات آپ کو خاموش سکتے دیں گے۔ خلاصہ
 یہ ہے کہ مولانا آمر کے صاحبزادے تھے، (دیکھو خط بنام الحرة الملکہ) اور ان کا نام ابوالقاسم
 محمد طیب تھا، اور آپ منصوص تھے۔

(سکہ قاسمید عجائب خانہ قاہرہ) عبدالمجید ولی محمد اور ننگراں کی حیثیت رکھتے تھے۔
 منصوص امام نہ تھے۔ (سکہ مجیدیہ) ۱۲۵۸ھ میں عبدالمجید لغیر نص، بلکہ برخلاف نص خود امام
 بن گئے (سکہ حافظیہ) اور اسی لئے امام ابو القاسم محمد طیب کو ستر میں جانا پڑا۔
 نقشہ ائمہ مصر

نمبر	نام	ولادت	جلوس	وفات	مدت سلطنت	عمر
۱	ابو محمد عبید اللہ عبد اللہ المہدی	مقام سلمیہ ۲۶۰ھ	ربیع الآخر ۲۹۶ھ	۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ مقام ہمدیہ	۲۴ سال گیارہ ماہ	۲۶ سال
۲	القائم بامر اللہ	حرم ۲۸ھ سلمیہ	۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ	۱۳ شوال ۳۳۳ھ مقام ہمدیہ	۱۳ سال ۷ ماہ	۵۴ سال نواہ
۳	المنصور باللہ	قرواں ۳۰۲ھ	۱۳ شوال ۳۳۳ھ	آخر شوال ۳۴۱ھ	سات سال ۱۶ یوم	۹ سال
۴	المعز لدین اللہ	۱۱ رمضان ۳۱۹ھ ہمدیہ	آخری شوال ۳۳۱ھ قاہرہ	۱۵ ربیع الاول ۳۶۵ھ قاہرہ	۲۳ سال ۶ ماہ	۲۵ سال
۵	العزیز باللہ	۱۲ محرم ۳۲۴ھ ہمدیہ	۱۵ ربیع الآخر ۳۶۵ھ قاہرہ	۲۸ رمضان ۳۸۶ھ بلبیس	۲۱ سال ۵ ماہ	۲۲ سال ۸ ماہ
۶	الحاکم بامر اللہ	۲۳ ربیع الاول ۳۷۵ھ قاہرہ	۲۸ رمضان ۳۸۶ھ قاہرہ	۱۱ محرم ۳۸۶ھ قاہرہ	۲۵ سال ۲۹ یوم	۳۴ سال ۷ ماہ

عمر	مدت سلطنت	وفات	جلوس	ولادت	نام
۳۲ سال	۱۵ سال	۱۵ شعبان ۴۲۴ھ	۴ ذوالعقد ۴۱۱ھ	۱۰ رمضان ۳۹۵ھ	الظاهر الاعزاز
۶۴ سال	۱۰ ماہ	۱۸ ذوالحجہ ۴۸۴ھ	۱۵ شعبان ۴۲۴ھ	۷ جمادی الثانی ۴۲۰ھ	دین اللہ المستنیر بالبد (۱۰)
۲۸ سال	۶ سال	۱۴ صفر ۴۹۵ھ	۱۸ ذوالحجہ ۴۸۴ھ	۳ شعبان ۴۶۴ھ	المستغنی بالبد (۱۱)
۳۴ سال	۲۹ سال	۳ ذوالعقد ۵۲۲ھ	۱۴ صفر ۴۹۵ھ	۱۳ محرم ۴۹۰ھ	الأمیر بالحکام البشیر (۲۰)
	۸ ماہ			۴ ربیع الثانی ۵۲۳ھ	البراقع القاسم محمد طیب (۲۱)

مستور

ظہیر الدین محمد بن طغرل بصرہ کے کربلا کے دعوت کے

اس کے بعد داعی کمالیہ شریف بنو بکر نے دعوت کی

بما، اہل بیت کے لئے دعوت کی

۲۷۲

تقدیر سے کہہ سکتے ہیں خالقانے فاطمہ

کہ عبد اللہ الہدی

(ا)

بالحمدی ورحمۃ الحق

عبد اللہ

لا الہ الا اللہ

وحدہ لا شریک لہ

امیر المؤمنین

محمد رسول اللہ الصلی علیہ وسلم

بیتہم علی الدین

(الف)

الدینوریا

الامام

محمد رسول

اللہ

الہدی باللہ

بیتہم علی الدین

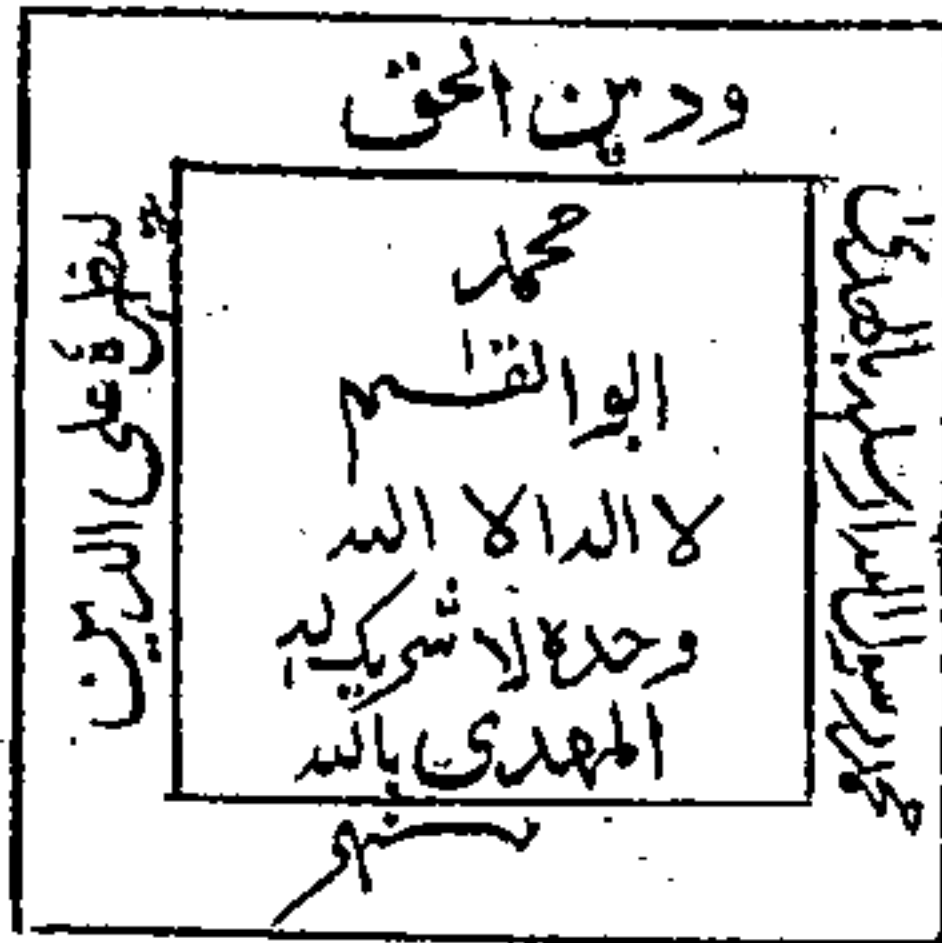
بیتہم علی الدین

(ب)

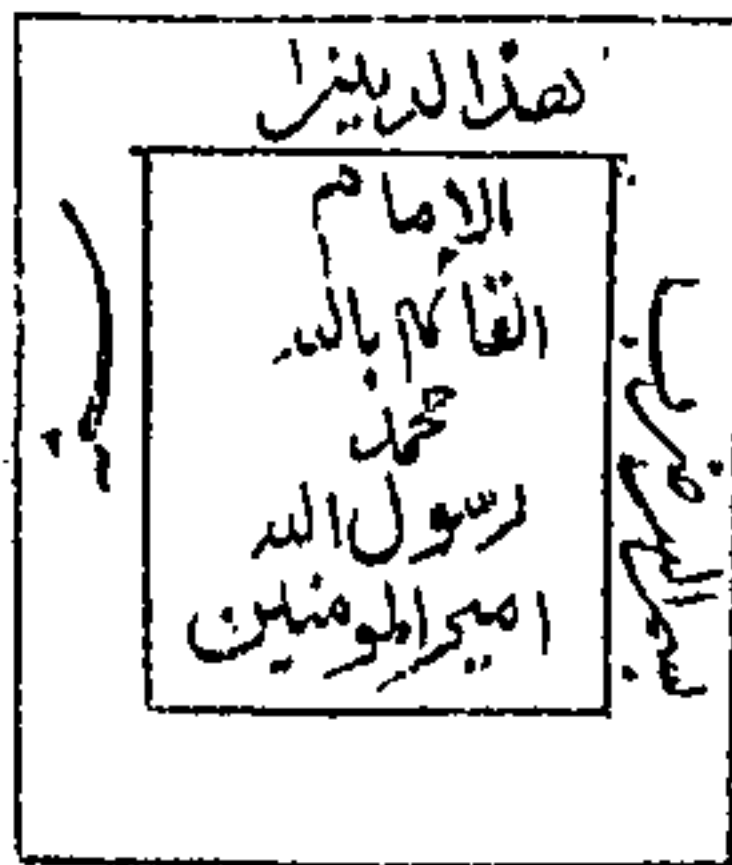
سکه القاسم

(۲)

(الف)



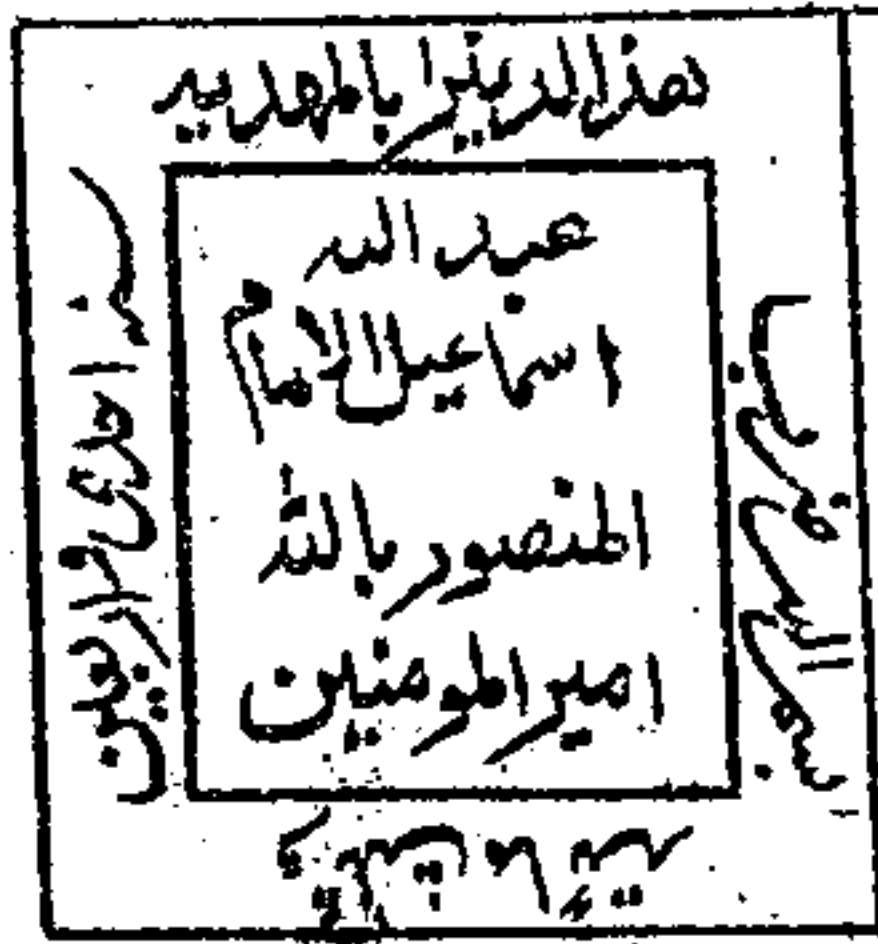
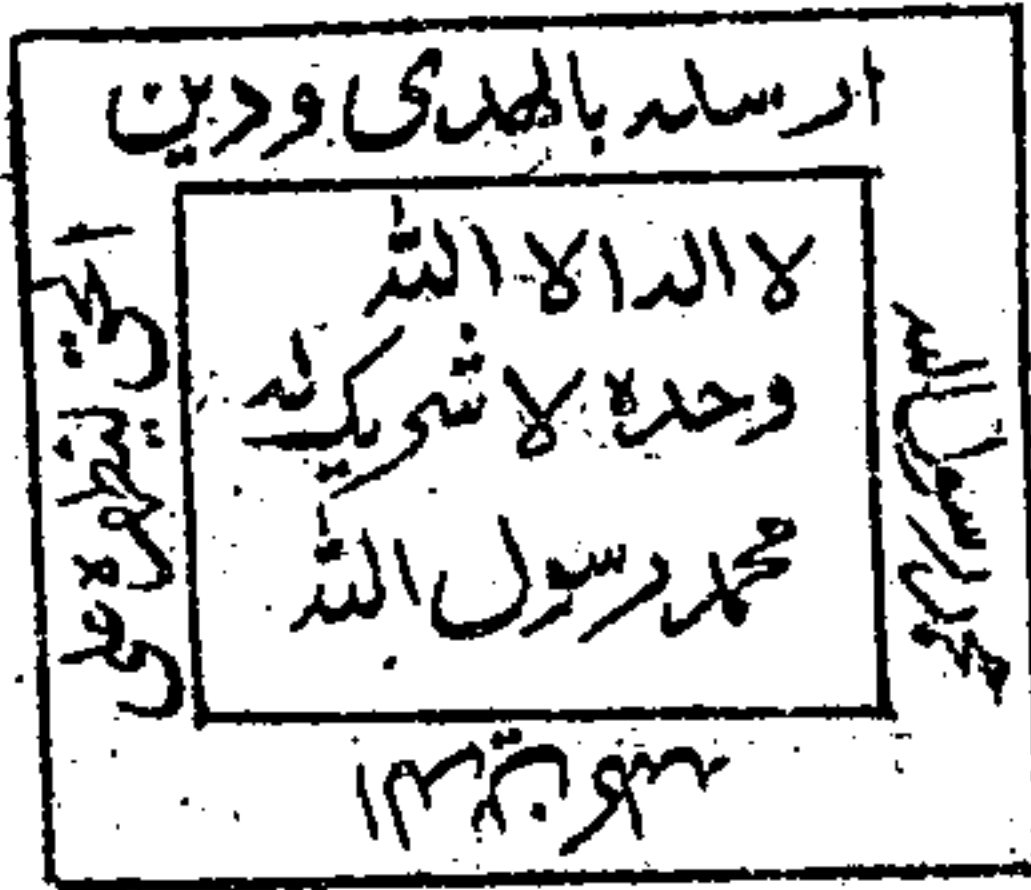
(ب)



سکه المنصور

(۳)

الف

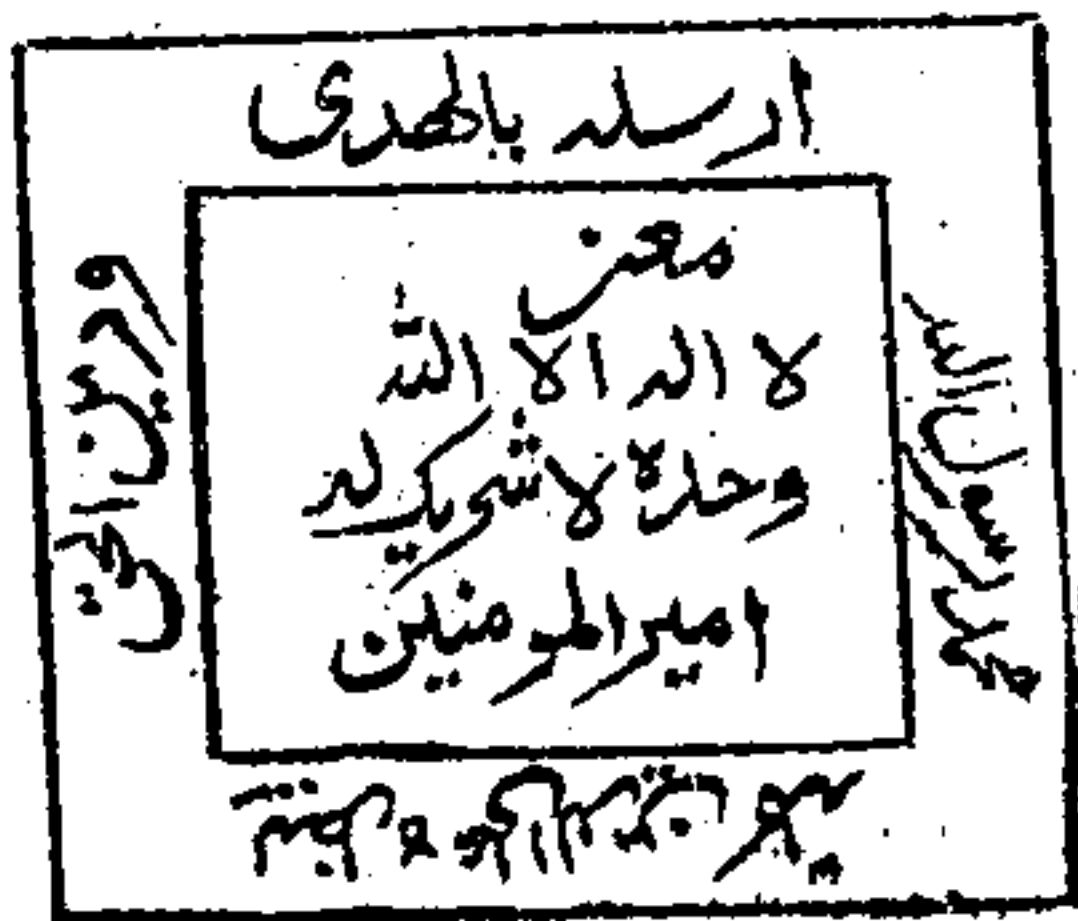


ب

سکه المعز

(۴)

الف



ضرب هذا الدين
 دعاء الامام المعز
 المنصور
 المنصور
 للتوحيد الاله الصمد
 اللهم اني استنبتك اجمعين

رب ا

سكه عزيزه

د ۵

الف

محمد رسول الله
 لا اله الا الله
 محمد رسول الله
 علي خير صفوة الله
 ارسله بالهدى
 علي الدين كله
 اللهم اني استنبتك اجمعين

ب

بسم الله
 عبد الله
 ووليّه نزار
 الامام العزيم بالله
 امير المؤمنين
 ضرب هذا الدين
 وسليمون وثالث صانته
 بسم الله يسير

(٤)
الف

٣٨
سکه حاکم

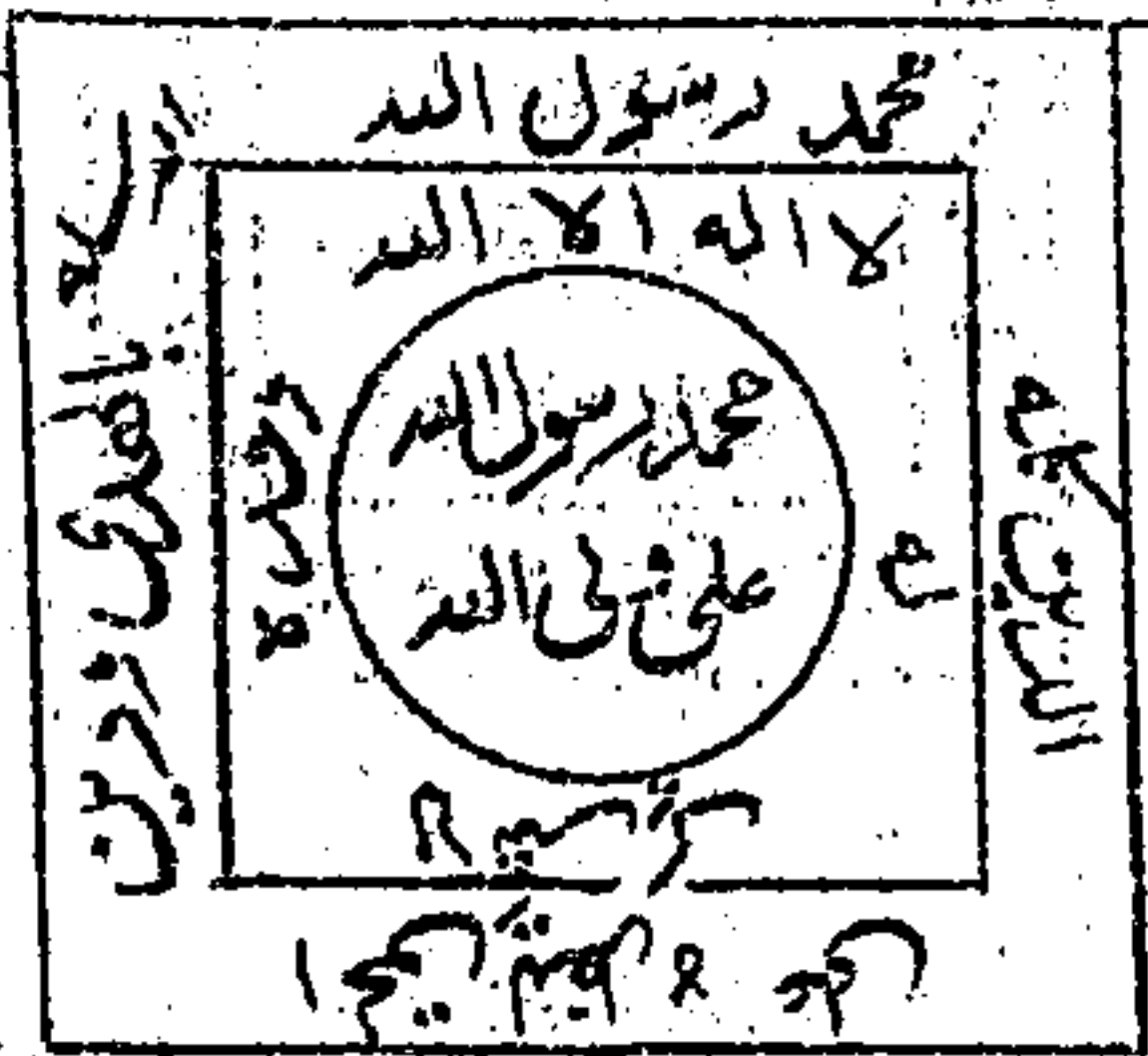


ب



سکه ظاهر

(٥)
الف



اثنى عشر واربع
 باسم الامام
 الظاهر الاعزاز زين الدين
 امير المؤمنين
 الامام عبد الله
 اللهم ابعث فينا من اسمنه
 ما يشتهه
 ما يشتهه

كشتر

محمد رسول الله
 الايام معد
 اليه يجمع المستنصر
 بالله امير المؤمنين
 علي بن ابي طالب
 اسئلكم بالهدى

بسم الله الرحمن الرحيم
 لا اله الا الله
 وحده لا شريك له
 محمد رسول الله
 علي بن ابي طالب
 فرب هذا الدين
 شان عشرين واربعين

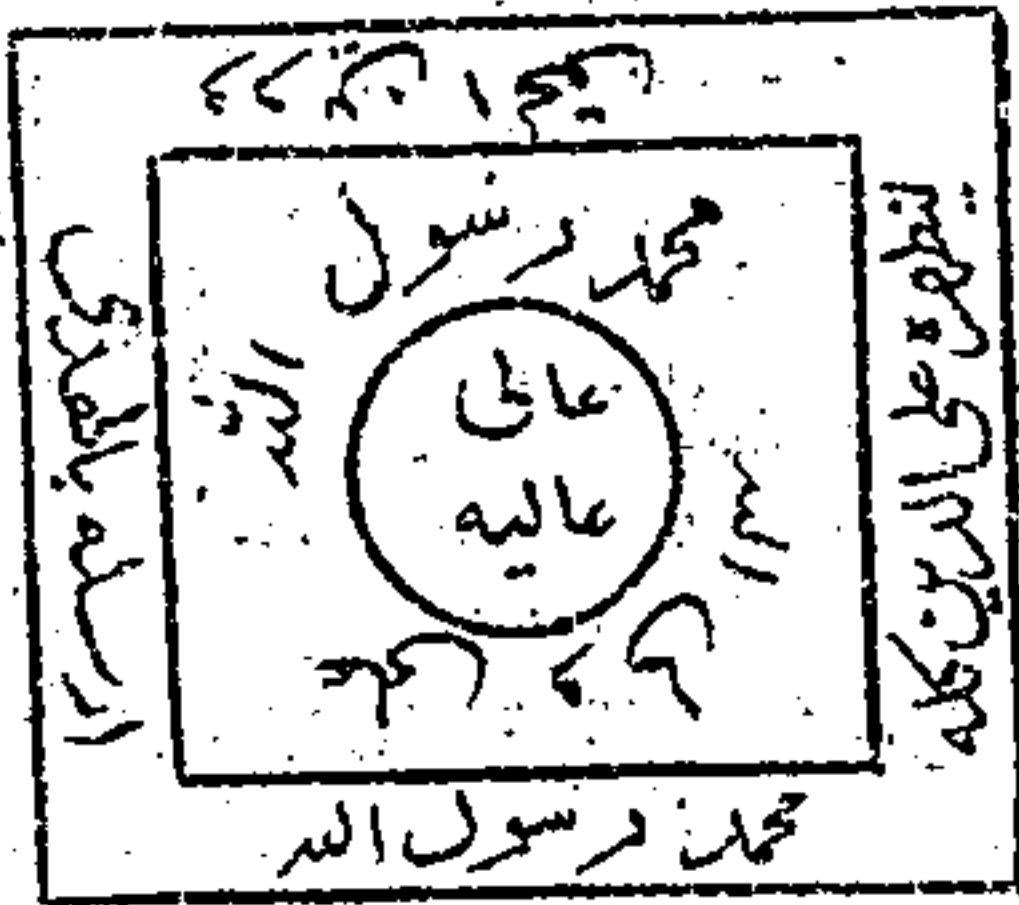
ب

(۸) الف

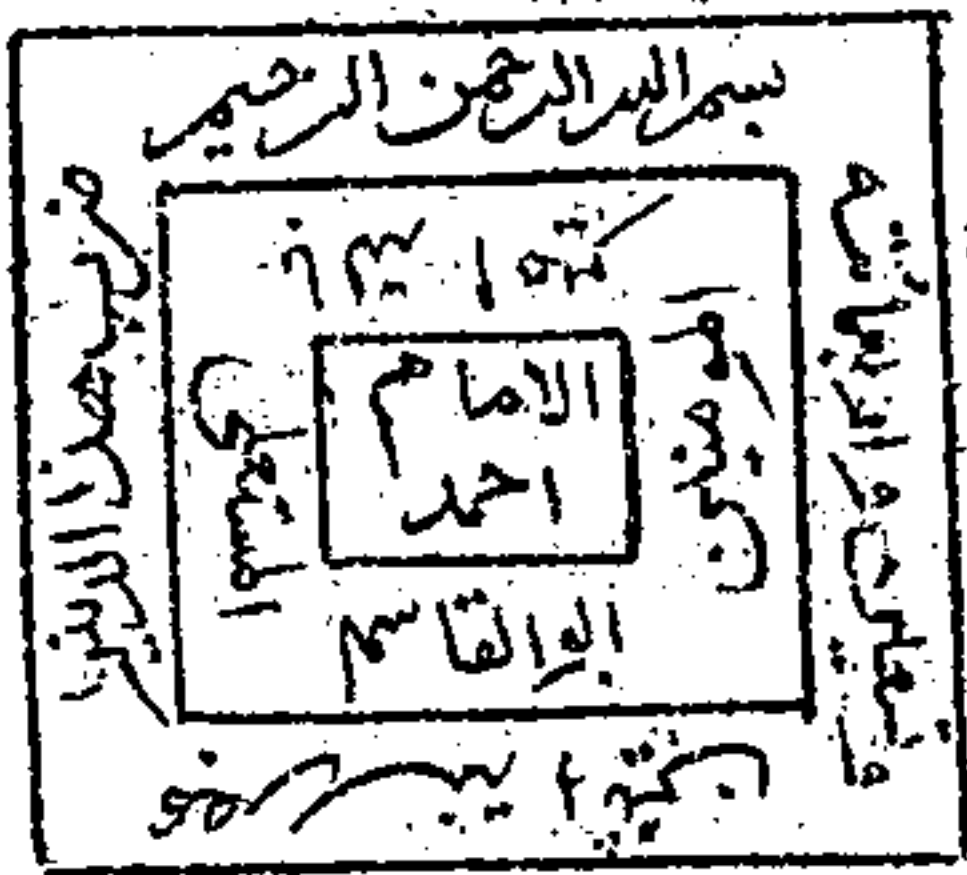
ب

کے استغنی

(۹)
الف

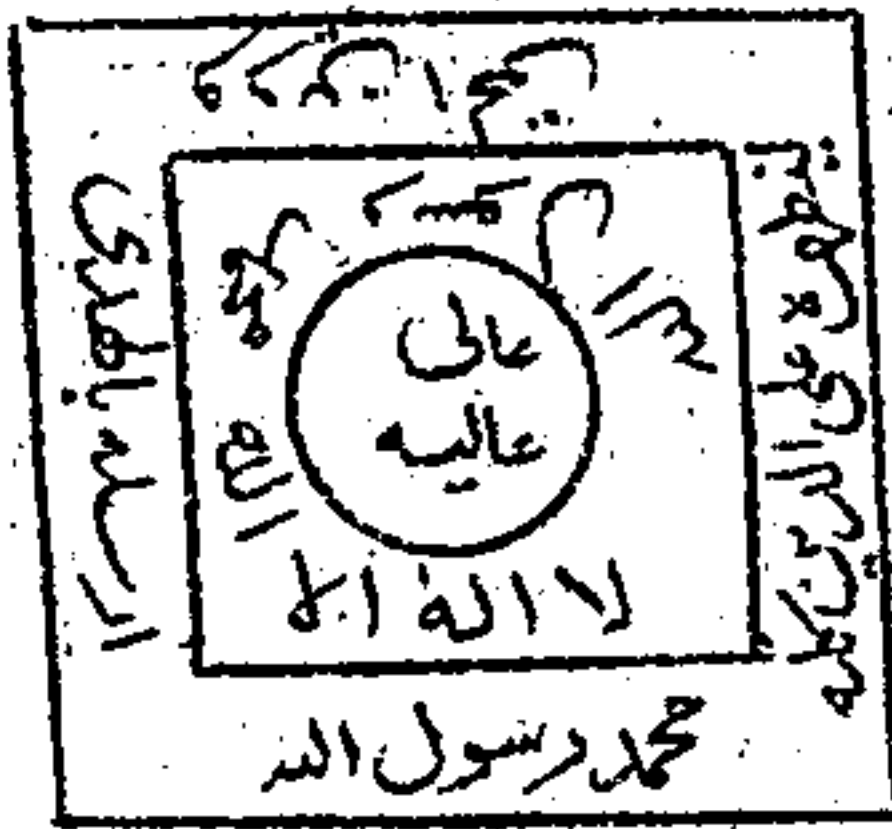


ب



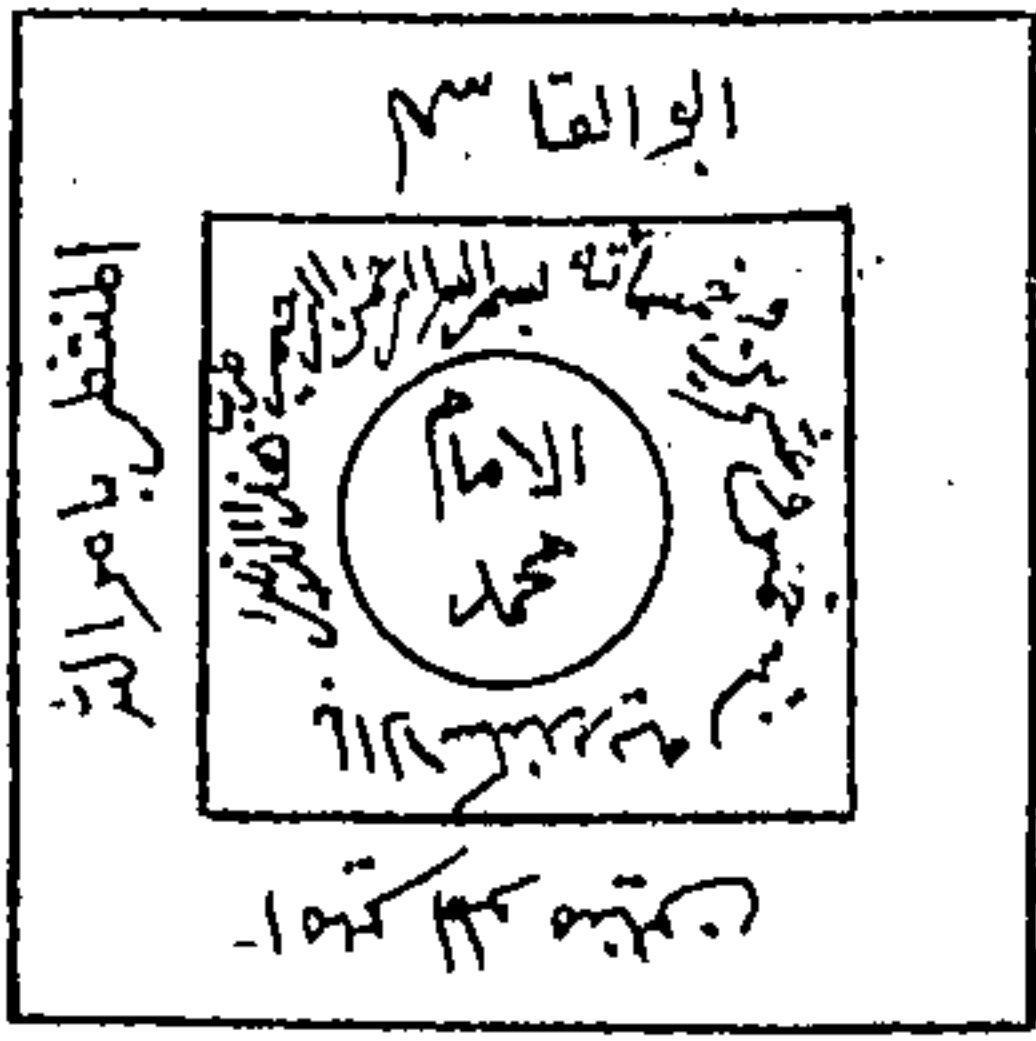
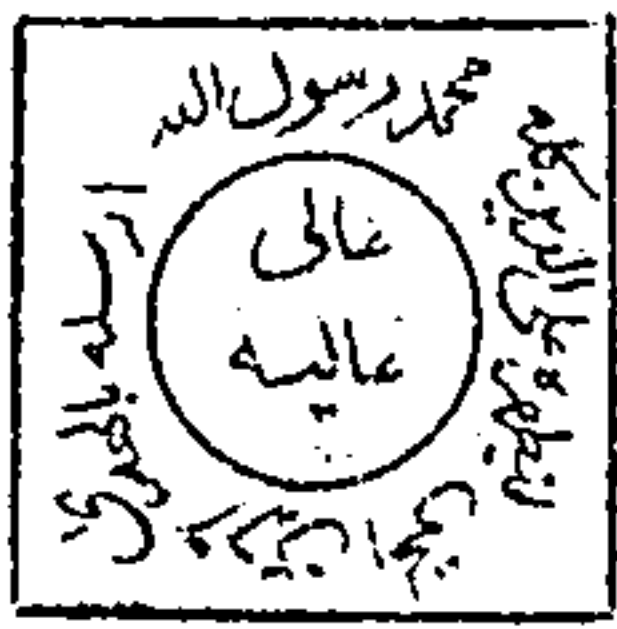
کے امر

(۱۰)
الف





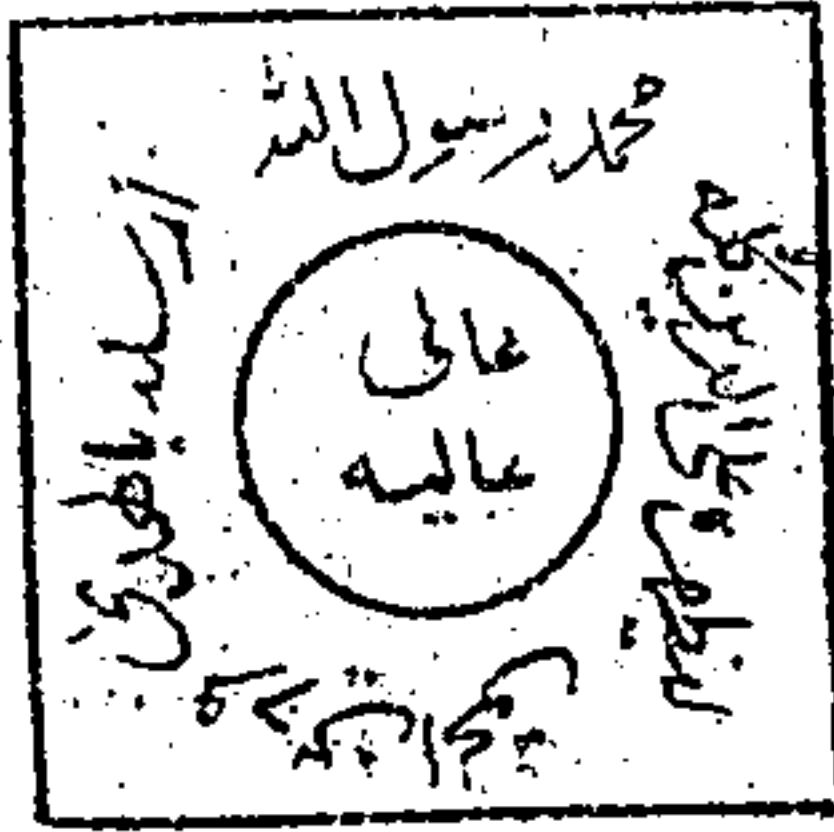
سكتائی



سکه مجری

(۱۳)

الف



ب.

سکہ حاقظیہ

(۱۳) ف



ب

باب دوم

امام مستور اور دعاة ثمن

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، امام مستور کا نام طیب اور ابو القاسم کنیت تھی، تھا
 میں یکشنبہ کی رات ۲۲ ربیع الثانی ۳۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابن مدین جو داعی بھی
 اس کے سپرد آپ کی پرورش کی گئی۔ اور عبد المجید کو آپ کا قائم مقام اور حافظ (حافظ) بنایا گیا
 جب حافظ کی نیت بگڑی، تو ابو تراب کی مدد سے آپ کو قاہرہ سے لے کر نکل گیا۔ اور
 اس وقت سے لے کر تا وفات ستر میں رہے۔ جس جگہ آپ پیدا ہوئے، اس کا نام
 "بیت حق معمور" رکھا گیا۔ اور اس سے قبل تحریر ہو چکا ہے، کہ امام مستور کے عہد میں
 علی بن محمد صلیحی کو داعی بنایا گیا تھا، اور ان کے قتل کے بعد ان کا لڑکا ملک مکرم بن علی صلیحی
 داعی بنایا گیا۔ اور ان کی مدد کے لئے ملک بن مالک کو روانہ کیا گیا، جو مہتبہ اللہ اللعیدی فی
 شیرازی کے ترمیت یافتہ تھے۔ یمن میں یہ لوگ دعوت کا کام انجام دیتے رہے۔ یہاں تک
 کہ یمن کے اکثر حصہ پر قابض ہو گئے۔ اور دعوت بھی اکثر قبیلوں نے قبول کر لی۔ ملک بن مالک
 کے انتقال پر یحییٰ بن ملک مقرر ہوئے۔ اور ملک مکرم کے وفات پانے پر ان کی زوجہ محترمہ
 حمزہ ملکہ قائم مقام ہوئیں۔

سید حمزہ ملکہ

نام سیدہ، لقب حمزہ، تھا۔ بنت احمد بن جعفر بن موسیٰ صلیحی
 ۳۴۵ھ میں پیدا ہوئیں۔ اماء بنت شہاب نے ان کی پرورش

اسما کے لڑکے احمد ملک مکرم بن علی بن قاضی محمد بن علی منلی نے ان سے شادی کر لی۔
 زمانہ میں احمد بن کے حکمراں تھے، اگرچہ بظاہر احمد مکرم تھے، لیکن درحقیقت زمانہ سلطنت
 لائبرہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ ہر قسم کے انتظامات سلطنت میں دخل اور شریک ہو کر امور مفوضہ
 انجام دیتی رہیں۔

۲۸۲ھ میں احمد مکرم نے وفات پائی، تو ان کے چچا کا لڑکا سبا بن احمد بن مظفر بن
 علی منلی نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حقیقی حکومت ملکہ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ ۲۹۵ھ میں سبا
 نے وفات پائی۔ اس کے بعد امام مختار محمد بن نزار کی دعوت میں شریع کی گئی۔ اور مختلف
 ممالک کے انقلابات ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ۳۱۵ھ میں نجیب الدولہ بنی قلابی ہو گیا، اور
 ہارڈوں میں مقیم ہوا۔ جب اس کی خبر امام امر کو ہوئی، تو ہر سے ایک جہاد فوج ملکہ حمرہ کی
 مدد کے لئے روانہ کی گئی۔ جس نے نجیب الدولہ کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اور ۵۲۲ھ
 میں قتل کر دیا گیا۔ اور ابن ذریع بن عباس بن مکرم کو یمن کی سلطنت سپرد کی گئی۔ آل ذریع کا شہر
 نام "آل ذویب" ہے۔

۵۲۰ھ میں یحییٰ بن ملک داعی یمن وفات پا گئے۔ تو ان کی جگہ ذویب بن موسیٰ مقرر
 ہوئے۔ اور یہی اول داعی مطلق ہیں۔ آپ کے ہم عصر "ماذون" کے عہدہ پر سیدنا خطاب
 بن حسن بن ابی الحفاظ ہمدانی تھے۔ ان انقلابات میں بھی ملکہ حمرہ کا اثر تمام یمن پر بجا رہا۔ اور
 اپنے کام میں براہِ مصروف رہیں۔ اور امور دعوت براہِ انجام دیتی رہیں۔

علاء سوم بہار میں ہے کہ سیدنا ذویب ۲۲ شعبان ۵۳۲ھ میں اس عہدہ پر آئے۔ عہدہ مازون، حجت،
 شیخ وغیرہ خطابات میں ۳۵۰ھ تا تاریخ ابوالفدا جلد... ص... ..

جو امام کی طرف سے موصول ہوتے رہتے۔ بلکہ حرمین کو بقیعین الاسلام بھی کہتے ہیں۔ علم تہذیب و
 تہذیب اور حدیث ائمہ و رسول میں بڑی متحرک تھیں، اور داعیان زمان ان سے پس پڑے
 کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور مشکلات کے وقت ان سے رجوع کرتے تھے۔ اور تمام امرائے
 ان کی رضامندی کے خواہاں رہتے تھے، سب سے بڑا کمال ان کا یہ تھا، کہ باوجود اس
 انتشار کے بھی دعوت اور حکومت دونوں کو سرانجام دیتی رہیں۔ اور جب تک زندہ رہیں کہ
 کا خلل واقع نہ ہونے دیا۔ آپ کی عمر ۹۲ سال کی ہوئی۔ ۲۲ شعبان ۵۳۲ھ میں انتقال
 اور جامع ذی جلد میں قبلے کے بائیں جانب مسجد کی پہلی منزل میں مدفون ہوئیں۔ ان کی
 آج تک زیارت گاہِ خلائق ہے۔

سیدہ حمزہ کی وفات کے چھ ماہ بعد سیدنا خطاب کی شہادت اپنے بھائی سلیمان
 کے ہاتھوں ہوئی، اس وقت سیدنا ابراہیم بن الحسن الحامدی ماژون ہوئے۔ امام آمرنے
 آخری مہد میں ملکہ حرمہ کو تخت مقرر کیا تھا ۵۲۶ھ میں امام آمرنے ملکہ حرمہ کے پاس امام
 کی ولادت کی خوشخبری بھیجی، پھر محمد بن حیدرہ کو ایک خط اور ایک رومال دے کر ملکہ
 پاس بھیجا۔ اس خط میں امام آمرنے اپنے بعد اپنے لڑکے طیب کے نام امامت کا نص کیا
 محمد بن حیدرہ نے جب من پہنچ کر خط دیا تو رومال دینا فراموش کر گیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب
 رومال پر نظر پڑی تو وہ بھی ملکہ کے حوالہ کیا۔ ملکہ نے رومال دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ لوگوں
 سوال کرنے پر جواب دیا کہ امام آمرنے اپنی وفات کی خبر دی ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد
 وفات ہوئی، جب وفات کی خبر ملکہ کو ہوئی تو امام آمر کے ارشاد کے مطابق امام طیب کی

شہد ملتص از مجالس سیفیہ

کا آغاز کر دیا۔ اور تازہ زندگی اس کام کو کرتی رہیں۔ چونکہ آپ کے عہد میں امام طہیب مستور

ہوئے، اور مصر میں ظاہری امامت قائم نہ رہی اس لئے آپ اپنے عہد کی حجت تھیں اور داعی

اپنے انتقال کے وقت ذویب بن موسیٰ کو اپنا قائم مقام بنا گئیں۔ اور داعی خطاب کو
ان کا ماذون کر دیا (جیسا اوپر گزرا) اور اسی وقت سے دعاۃ مطلقین کا سلسلہ شروع ہوا۔
الغرض یمن میں پہلے داعی مطلق جن کو سیدنا یحییٰ بن ملوک اور سیدہ الحمرۃ المملکہ نے

مخصوص کیا وہ سیدنا ذویب بن موسیٰ تھے۔ آپ ۱۳ برس چار ماہ اٹھارہ دن امور دعوت
نجام دیتے رہے۔

داعی مطلق سیدنا ذویب نے اپنی وفات کے وقت سیدنا ابراہیم بن حسین کو

داعی مطلق بنایا۔ اور ابراہیم بن حسین نے اپنے بعد اپنے لڑکے حاکم کو داعی مقرر کیا، اسی
طرح حاکم نے اپنے بعد جانشین بنائے، یہاں تک کہ نوبت سیدنا عماد الدین اور یس بن حسن
بنحی۔ سیدنا عماد الدین اور یس اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے، مختلف تصنیفات آپ کی

موجود ہیں جن میں سے مشہور و معروف عمیون الاخبار ہے، جو نامور شیخ ہیں بڑی معتبر

کتاب ہے، یہ کتاب سات جلدوں میں ہے، اس وقت تک قلمی ہے اور سیدنا ابو محمد

ظاہر سمیت الدین صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کتاب کا ذکر ابن

خلکان نے بھی کیا ہے۔ ۸۳۲ھ میں امور دعوت انجام دینے شروع کئے۔ ۸۷۲ھ

میں انتقال فرمایا۔ چالیس برس تک رشد و ہدایت کے ساتھ علمی کاموں میں بھی مصروف

رہے۔ غالباً آپ پہلے مؤرخ ہیں جنہوں نے وضاحت کے ساتھ صاف صاف اس بات

سے ریاض الجنان ۱۳۱۱ھ میں بی بی، اعلیٰ الملتقی ۱۳۱۱ھ آپ کی قبر کے لئے ہندوئی بوہڑوں کی

طقت ایک برنجی چھتری بنی رہانہ کی گئی ہے۔ یہ چھتری اب بھی حاتھی کپنی کی نگرانی میں تیار ہو کر من تک پہنچائی گئی۔

کو تحریر فرمایا کہ رسائل اخوان الصفا کے موجودہ ۱۵ رسائل اور کل "۵۶" سہ احمد بن عبداللہ کے لکھے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسی طرح دعا کا سلسلہ بین میں ۹۲۶ھ تک جاری رہا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی سیدنا محمد عزالدین بن حسن بدرالدین ہیں۔ مرکزی بین سے ہندو گجرات، اور سندھ میں (دہلی) کام کرتے تھے، دہلی کے معنی حاکم اور سر کے ہیں۔ جیسے آج کل ناظم یا گورنر ہوتا ہے۔ ان حکام کو سیاسی اختیارات نہ تھے کیونکہ ان مقاموں میں دنیاوی حکومت خیر مسلموں یا غیر شیعوں کی تھی۔ پس ان کے اختیار مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی تھے۔ پھر ۹۲۶ھ میں مرکز دعوت بین سے منتقل ہو کر ہندو گجرات، آگیا۔ ہندوؤں میں سب سے پہلے داعی مطلق سیدنا نجم الدین بو سف سدھ پور (گجراتی) ہوئے۔

نمبر	اسمائے دعا	تاریخ وفات	مدفن	کیفیت
۱	سیدنا ذویب بن ہونی	۱۰ محرم ۵۴۶ھ	حوت بین	۲۲ شعبان ۵۳۲ھ بمقام حوت آپکی دعوت قائم ہوئی۔
۲	سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی	۱۴ شعبان ۵۵۴ھ	خیل نبی حامدین	آپ کے عہد میں ہر قسم کے علوم فنون کی تعلیم عام تھی۔
۳	سیدنا حاتم بن ابراہیم الحامدی قاضی الخوانج	شعبہ ۱۴ محرم ۵۹۶ھ	حراز بین	حمیر، ہمدان، سبا، آپ کے مطبع اور مختلف قلعے مفتوح ہوئے، تصنیف تھے اور صاحب شمشیر بھی

اسمائے دعا	تاریخ وفات	مدفن	کیفیت
سیدنا علی بن حاتم الحامدی	شنبہ ۲۵ ذوالقعد ۶۰۵ھ	صناعین	آپ کے عہد میں چالیس مشائخ تھے۔ آپ کے عہد میں اکثر قبائل باغی ہو گئے اور آپ مجبوراً صنعا آ گئے، ہر طرف دعا بھی آپ نے بھیجے مگر مفید نہ ہوا۔ آپ آخر عمر تک اصلاح کی کوشش کرتے رہے آپ کے عہد میں پچاس ملا و مشائخ تھے۔
سیدنا علی بن محمد بن ولید	یکشنبہ ۲۷ شعبان ۶۱۲ھ	حراز کے پاس موضع انخورین	آپ کے جدِ اعلیٰ ابراہیم کو امام مستنصر نے ایک مٹی کا پیالہ شربت سے بھر کر دیا تھا جو عرصہ تک باعثِ ثمنائے مومنین رہا، تنگست ہونے پر بھی محفوظ رہا، وقت وفات قبر میں اس کو ساتھ رکھنے کی وصیت کی جس کی تعمیل کی گئی۔ آپ کے سورث اعلیٰ نے طائف میں آنحضرتؐ کو انابور کا ایک ایسا خوشہ دیا تھا جس میں ۱۶ یا ۱۸ دانے تھے، آپ نے دعادی جس کی برکت سے ۱۸ داعی آپ کے خاندان میں ہوئے، بوقت وفات آپ کی عمر شریف ایک سو برس کی تھی

نمبر	اسماء و دعاة	تاریخ و قات	مدفن	کیفیت
۶	سیدنا علی بن حنظلہ بن ابی سالم المحضوبی الوداعی	شب شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۶۲۶ھ	ہمدان یمن	اور آخر تک صحیح و تندرست رہے، آپ کے عہد کا بڑا واقعہ یہ ہے کہ ابی الدین اللہ مصرکی دعوت یمن سے موجود اور زیدی بھی دب گئے۔ لیکن خانہ جنگی دروازہ کھل گیا۔
۷	سیدنا احمد بن سبارک بن ولید	۲۷ جمادی الآخر یکشنبہ ۶۲۷ھ	ہمدان یمن	یہ ساتویں داعی ہیں، اس نئے سات تخصیلت سے مشرف ہوئے۔
۸	سیدنا حسین بن علی بن محمد بن ولید	۲۲ صفر ۶۶۷ھ	متصل صنعا (یمن)	آپ صنعا سے قلعہ زمر میں جا کر مقیم اور اشاعت تعلیم میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو اس سے بڑا شغف تھا۔ اور اسی سے آپ کے عہد میں پچاس مشائخ و حدیث قابل تذکرہ موجود تھے، آپ کے عہد امیروں میں خانہ جنگی خوب رہی۔ مگر نے کسی میں حصہ نہ لیا۔ بلکہ تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہے۔ آپ ہی کے عہد میں (۶۵۶ھ) خلفائے عباسیہ بغداد کا خانہ خاں کے ہاتھوں سے ہوا۔ قلعہ زمر میں

اسماء و دعاة	تاریخ وفات	مدفن	کیفیت
سیدنا علی بن حسین بن علی بن محمد بن ولید	سہ شنبہ ۳۱۳ھ ذوالقعد ۶۸۲ھ	صنعا (یمن)	جب آپس میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگے تو آپ صنعا چلے آئے، کچھ دنوں کے بعد پھر قلوہ میں تشریف لا کر نبی حاتم میں صلح کرانے کی بڑی جدوجہد کی مگر ناکامیابی کے ساتھ صنعا واپس آگئے اور اسی جگہ وفات پائی۔
سیدنا علی بن حسین بن علی بن حنظلہ	یکم صفر ۶۸۶ھ	صنعا یمن	آپ کے عہد میں زیدیوں کا تمام یمن پر قبضہ ہو گیا۔ اور ملک اشرف سلطان مصر سے جنگ شروع ہو گئی، تو لوگوں نے آپ کو صنعا تک کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ ہجرت کر کے عروس تشریف لائے، آپ کو کتوں سے سخت نفرت تھی، اسی سبب سے عروس کے تمام کتے مردا ڈالے۔ یمن پہنچنے پر صنعا واپس تشریف لائے، اور وہیں انتقال فرمایا۔
سیدنا ابراہیم بن	یکشنبہ	حضرت افضلہ	آپ علم ہیئت اور نجوم میں کمال رکھتے تھے، اور علم کلام کے بڑے ماہر تھے

نمبر	نام دعا	سند و قات	مدفن	کیفیت
	الحسین بن علی بن محمد بن ولید	۱۰ اشوال ۴۲۸ھ	(دین)	گئے، آپ کے عہد میں خانہ جنگی انتہائی گئی۔ اکثر بلاد دین ویران ہو گئے، قلعہ خالی ہو گئے، اکثر مغرور اور فحاش ہوئے، دشمنوں کی طاقت بہت کمزور اور چونکہ آپ نے کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا اس لئے طاقت محفوظ تھی، اب اسکے کا وقت آگیا تھا۔ چنانچہ آپ کے فرزند نے یوم جمعہ ۲۴ ذوالقعدہ ۴۲۵ھ میں فتح کر لیا۔ جب یہ خبر نہیدیوں کے اہل نظر کو ملی تو غضبناک ہو کر ایک جہاز پر فتح کے لئے بھیجا جس نے قلعہ کا محاصرہ اس وقت آپ نے یہ محراب مسجد دعا پڑھی تھی، مجھ نے ماعرہ کی خبر دے کر جنگ شرکت کی ترقیب دی۔ لیکن آپ دعا میں مشغول ہو گئے کہ خدا میرا مدد کرے مجھ پر کبھی اس ادا پر مسکرتا ہوا چلا گیا، جا کر کیا دیکھتا ہے کہ دشمن واپس جا رہے

نام و دعا	سند و فات	مدفن	کیفیت
			معلوم ہوا کہ آپس میں مخالفت ہو گئی، آپ نے برس کی عمر میں رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔
سیدنا محمد بن حاتم بن حسین بن علی	یکم ذوالحجہ ۶۲۹ھ	حوض افندہ (ریمین)	دعا عین سے آپ پہلے داعی ہیں جو مکہ جا کر حج سے مشرف ہوئے اور پھر مدینہ کی زیارت کر کے واپس وطن ہوئے، آپ کی موجودگی میں آپ کا بڑا لڑکا انتقال کر گیا، جس کا بے انتہا آپ کو صدمہ ہوا، آپ ہی کے عہد میں حجر بنی عثمان فتح ہوا جس کو اطاعت امام کی قسم (میثاق) لے کر واپس فرما دیا۔
سیدنا علی شمس الدین بن ابراہیم بن حسین	یکشنبہ ۱۸ رجب ۶۴۶ھ	حوض ذمر (ریمین)	آپ کے حسن تدبیر اور آپ کی شجاعت سے دعوت کے سیاسی امور میں جان پڑ گئی، چنانچہ ہوتا جاح الدین بن یحییٰ بن حمزہ کو شکست دیکر قلعہ ذمر مرے یا پھر رقبان، اس کے بعد بنت رقبان پر قابض ہوئے، عرصہ تک سلطان صنعا سے جنگ ہوتی رہی آخر مجبور ہو کر صلح کر لی جس کا آپ نے منظور فرمایا۔ سلطان

نمبر	نام دعا	سہفتات	مدفن	کیفیت
۱۴۲	سیدنا عبدالمطلب نجم الدین بن محمد بن حاتم	بدھ ۱۴ / رجب ۴۵۵ھ	حن افندہ (میں)	صغنائے حبیب حج کا ارادہ کیا تو آپ کی چلنے کی دعوت دی۔ بوجہ علالت آپ نہ جاسکے، البتہ ماؤوں اور دیگر فضا شیوخ مکہ جا کر بخیر و خوبی واپس آئے۔ ۴۴۶ھ سے سیاسی زوال شروع مستود حدود و شیوخ کا انتقال کے علاوہ ہمیشہ جنگ جہال کے سد اخراجات میں بڑا اضافہ ہو گیا۔ دعا مستعدین کے ذخائر سب خالی اور دعوت کے خزانہ میں بہت کمی آگئی جب آپ کی تخت نشینی کا حال سلاطین شریف ابراہیم بن عبداللہ کو معلوم ہوا ذمہ کا فتح کرنا آسان سمجھ کر شکر کی میں مشغول ہو گیا، سیدنا کو جب ہوئی تو فوراً ایک خبر شکر لے کر جس سے تمام بین میں ایک شور شریف ابراہیم نے اپنی غلطی محسوس

کیفیت	مدفن	سنہ وفات	نام دعا
<p>اور معافی مانگ کر طالب صلح ہوا، کچھ دنوں بعد اس نے حج کا ارادہ کیا، اور سیدنا کو بھی دعوت رفاقت دی۔ سیدنا نے جواب دیا کہ اس سال جانا مناسب نہیں ہے، مگر نہ مانا، اور سیدنا کے ساتھ سوئے ظنی سے پیش آیا، اور طعن آمیز خطوط لکھے جس کا جواب خاموشی سے دیا گیا۔ ابراہیم بڑی شان سے مکہ پہنچا، وہاں مصری فوجوں نے اس پر چھاپا مارا۔ اور اس کو گرفتار کر کے قہد کر دیا، تمام مال و اسباب لٹا گیا۔ تین برس کے بعد سلطان جدید کے تخت نشینی کے موقع پر دیگر قیدیوں کے ساتھ ابراہیم بھی نجات پا کر مین واپس آیا۔ اس وقت سے سیدنا کے ساتھ خلوص اور محبت کے ساتھ عمر بھر پیش آتا رہا۔</p>			
<p>علم کی ترویج اور اشاعت میں آپ کو بڑا تہما تھا۔ لوگوں کو خالص کر تنزیل اور فقہ کی تعلیم دینے کی رغبت دیتے تھے، تاہم سچ دیکھنے</p>	<p>مشاہد حق افراد کے نیچے مین ہیں</p>	<p>شعبہ ۱۸ شوال ۱۰۴۹ھ</p>	<p>سیدنا عباس بن محمد بن حاتم</p>

نمبر	نام و دعا	سنہ و قیامت	مدفن	کیفیت
۱۶	سیدنا عبداللہ فخر الدین بن علی بن محمد بن حاتم	۹ رمضان ۹۰۰ھ	حضرت مرمر (دین)	<p>کی بھی تاکید کرتے۔ البتہ علم تاویل عوام لئے ممنوع قرار دیا۔ نماز کا آپ کو بڑا اہم تھا۔ بے نمازی سے آپ ملاقات نہیں اس کا عوام پر بہت اچھا اثر پڑا، عورت تک آپ حضرت مرمر کے مقام دارالفرجہ میں مقیم پھر جب لوگوں سے تکلیف پہنچنے لگی تو وہ محصر چلے گئے۔ اسی درمیان میں مختلف فتح ہوئے جس سے آپ کو بڑی مسرت ہوئی پھر اہل الرائے کے مشورے سے حضرت اشد مقیم ہوئے۔ مگر یہاں کی آب و ہوا ناموزن پڑی۔ علیل ہو جانے پر واپس گئے اور کچھ دنوں کے بعد آپ نے انتقال فرمایا۔</p> <p>آپ کے فرزند سیدی حسین عین عنفوا جوانی میں انتقال فرما گئے۔ جس سے آپ بے حد صدمہ ہوا۔ رجب ۷۹۲ھ میں قلا شہام فتح ہوا۔ اور اسی سال سیدنا اورب کی ولادت ہوئی، جس سے مسرت و بالاب</p>

سیر	نام دعا	سنہ وفات	مدفن	کیفیت
				آپ کی عمر ۹۵ سال کی تھی، آخر عمر میں ضعف غالب ہو گیا تھا۔ اس لئے تمام کاروبار مازوں اور مکاسر انجام دیتے تھے جو آپ کے فرزند تھے۔
۱۷	سیدنا حسن بَد الدین بن سیدنا عبداللہ فخر الدین	شعبہ ۶ شوال ۸۲۱ھ	ذممر کی مسجد کے صحن میں	آپ کے عہد میں سیاسی یا دینی کوئی جدید بات نہیں ہوئی، آپ بڑے فیاض تھے، طلبہ پر خاص نظر عنایت رکھتے، رمضان اور عیدین میں اس کا بڑا خیال رکھتے۔
۱۸	سیدنا علی شمس الدین بن عبداللہ فخر الدین	پنجشنبہ ۳ ۸۳۲ھ	حراد کے مشہد شامی میں (میں)	آپ کا عہد بڑا پر آشوب رہا۔ جنس افتدہ اور جنس ذممر آپ کے ہاتھوں سے نکل کر سلطان صہنا (زیدیوں کے امام) کے ہاتھ آگئے۔ محمود ملک اشرف غسانی کے پاس تشریف لے گئے جس نے آپ کی بڑی عزت کی لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد فوجی بغاوت ہو گئی۔ ملک اشرف مفید ہوا، اور ملک طاہر سلطان بنا۔ آپ مایوس ہو کر جنس شبام واپس آگئے۔ ۸۳۲ھ میں سہدا گجرات میں تفریق اور مناقشے شروع

نمبر	نام دعا	سنہ و قات	مدن	کیفیت
				ہوئے۔ اور جعفر ٹپتی صاحب کے سبب سے بڑا فرقہ پیدا ہو گیا۔ آپ جب سے تخت دعوت جلوہ افروز ہوئے۔ ہمیشہ فکر اور مشکلات میں مبتلا رہے، اور اسی باعث سے خیف و ضعیف ہو گئے۔ ملا جعفر ٹپتی کچھ دنوں آپ کے پاس بھی رہے تھے اور مکمل تعلیم کے بعد واپس آ گئے۔
۱۹	سیدنا ادریس عماد الدین بن حسن بن عبداللہ فخر الدین متولد رجب ۶۹۲ھ	۱۹ ذوالقعد ۸۷۲ھ	قصبہ حراز کے مقام شہاب میں (یمن)	آپ کے عہد میں سیاسی واقعات کا ظہور ہوا۔ اس نے تصنیف اور تدریس میں وقت زیادہ صرف فرماتے۔ چنانچہ عیون الاخبار، سات جلدوں میں آپ نے تصنیف فرمائی جس میں ایام جاہلیت سے لے کر امام طیب تک کے حالات درج کئے۔ اس کے بعد نزہتہ الافکار لکھی جس میں اپنے عہد تک کے دعاؤں کے احوال تحریر کئے۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ اس کے علاوہ رسالہ البیان زبده السرائر، زہرۃ المعانی، کتاب الجمل، رسالہ الفیاح الاعلام، حقیقت البہتان

نمبر	نام دعا	شرائط	مدفن	کیفیت
				<p>وغیرہ آپکی تصنیفات ہیں۔ آپ کے عہد میں تمام یمن دبا سے تباہ ہو گیا۔ سلطان منوعالی بن صلاح الدین بھی امی کا شکار ہوا۔ آپ کے عہد کا مشہور ترین واقعہ یہ ہے۔ کہ جب آپ نے مومنین یمن میں ضعف ایمانی محسوس فرمایا تو کہا کہ دیکھو نعمت خداوندی اطاعت کے ساتھ ہے ایسا نہ ہو کہ نعمت دعوت تم سے سلب ہو کر دوسروں کو دیناے بعض لوگوں کو اس پر شک ہوا۔ چنانچہ آپ نے علی مند کو تحریر فرمایا کہ فلاں ستہ کو اذن صلوٰۃ دی جاتی ہے، اس حکم کی فوراً تعمیل کر کے اطلاع دی گئی۔ آپ نے برسرِ دربا</p>

عالی کا عریفہ پڑھوا کر مٹی لوگوں کو مطلع کیا جس سے وہاں کے لوگ اس غانت اطاعت کو دیکھ کر
متحیر ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ یہم ایک قسم کی پیش گوئی تھی، کہ آئندہ دعوت کا مرکز ہند ہو گا۔ آپ
کے دربار میں تین حدود تھے، مگر ان سب پر ہندیوں کو ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ ان کے جیسا اطاعت
امام کا جذبہ کسی دوسری جگہ کے لوگوں میں نہ تھا۔

نمبر	نام دعاة	سنہ وفات	مدفن	کیفیت
۲۰	سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب بن ادریس عماد الدین	۱۵ شعبان ۹۱۸ھ	قصبہ حراز کے سار میں	اس عہد میں چونکہ سیاسی قوت زائل ہو چکی تھی اور سیدنا ادریس کے طویل عہد میں لوگ علمی حیرت سے فیضاب ہونے پر زیادہ مائل ہو چکے تھے، اس سبب سے کوئی جنگ نہیں ہوئی اور تمام لوگ امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ آپ ہندیوں کی بڑی قدر دانی فرماتے اور ہندیوں کی اطاعت سے بہت مسرور ہوتے۔
۲۱	سیدنا حسین حاکم الدین بن ادریس عماد الدین	۲۱ شوال ۹۳۳ھ	قصبہ حراز	آپ کا عہد بھی پُر امن رہا۔ اور کوئی سیاسی تغیر واقع نہ ہوا۔ تعلیم اور توسیع علم میں تمام اوقات صرف کرتے، عبادت الہی میں ہر وقت مشغول رہے۔
۲۲	سیدنا علی شمس الدین بن حسین بن ادریس عماد الدین	۲۱ رجب القعدہ ۹۳۳ھ	قصبہ حراز	آپ متقی اور عبادت گزار تھے، صرف چالیس دن تحت دعوت پر رونق افروز رہے۔
۲۳	سیدنا محمد بن علی بن بن حسن بدر الدین بن ادریس عماد الدین	۲۴ صفر ۹۴۶ھ	زمین (رحمن)	آپ یمن کے گویا آخری داعی ہیں، آپ کے عہد میں لوگ نوال کے آخری درجہ پر پہنچ گئے، داعی کا وظیفہ و پند بھی ان کو اصلی حالت پر نہ لاسکا۔ اور یمن ٹھیک کو ذکی طرح ہو گیا۔ یہ دیکھ کر

نمبر	نام دعا	سند و ثبات	مدفن	کیفیت
				<p>داعی نے گوشہ نشینی اختیار کر لی، اور عید غدیر کے دن نماز کے لئے ایک معمولی درجہ کے آدمی کو مامور کیا، جس سے حدود اور فضلاء نے اپنی توہین سمجھی، اور بار بار حکم عدویٰ کی۔ آخر نماز تو اسی شخص نے پڑھائی البتہ سر در بار خطبہ آپ نے دیا۔ جس میں اطاعت کا مفہوم سمجھایا۔ اور ہند کی مثال دی۔ بعضوں نے ہند یوں کی اطاعت پر شبہ کیا۔ تو آپ نے یمن کے معمولی درجہ کے آدمی کو ہند کا ذالی بنا کر بھیجا۔ احمد آباد پہنچ کر اس نے یہاں کے قالی سے چارج لیا۔ اور ایک جلسہ میں داعی کا حکم سنایا، تمام مسلمانین نے اطاعت کا میثاق (حکم اطاعت یا بیعت) لیا۔ جب اطاعت کا امتحان ہو چکا، تو دوسرا حکم داعی کا داعی سابق کی بجالی کا ظاہر کیا، اس شخص کی قبر سرسوں کے پورے قبرستان میں موجود ہے اور اس پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے</p> <p>هذا قبر رجل صالح كان من ادنى معاوية</p>

نمبر	نام دعا	سند وفات	مدفن	کیفیت
				<p>فی الیمن۔ ارسله آخر دعا الیمن الی الهند والیا، لامتحان المؤمنین لیدر اہل الیمن علی ما فیہم من الاخلاص والیقین فاقام فی احملا بادر ثمة مات۔</p> <p>جب بین والوں کو اس سے بھی نصیحت نہیں ہوئی تو مجبوراً وہی کرنا پڑا، جس کا ٹکرا دایا سابق کر آئے تھے یعنی امر دعوت ہند (گجرات) میں منتقل کر دی، اور سیدنا یوسف نجم الدین سیدھ پوری (گجرات) منصفوں قرار پائے آپ کی وفات پر کفن دفن میں وہی واقعات پیش آئے جو سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی بن طالبؓ کے وقت پیش آئے۔</p> <p>سیدنا عبدالطیب زکی الدین کے بعد اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے، خاندان ولید کے اٹھارویں (۱۸) اور یمن کے آخری داعی ہیں صرف ایک سال زندہ رہے۔</p>
۲۳۷	سیدنا علی شمس الدین بن سیدی حسن بن مولائی ادریس بن سیدنا حسین		۱۰۲۲ھ یمن	

باب سوم

گجرات میں دعوت کا سلسلہ

افسوس ہے کہ کسی ہندوستانی تاریخ سے صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا، کہ ہندو
میں دعوت کا سلسلہ کب سے اور کس طرح شروع ہوا۔ اس لئے راقم الحروف صرف
اس روایت پر قناعت کرنے کے لئے مجبور ہے، جو اس سلسلے کے لوگوں میں ابابن عبد
یلا آ رہا ہے، اور ان کی کتابوں میں درج ہے،

شیخ آدم صفی الدین بن زکی الدین راوی ہیں کہ امام مستنصر باللہ متوفی ۶۴۸ھ
نے احمد نامی ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ ہند میں کھنباہت جو مقام ہے، اور جہاں ہندوؤں کا بڑا
ظلم ہو رہا ہے، وہاں جا کر شرکوں کی ہدایت کا کام انجام دو۔ چنانچہ آپ کھنباہت آئے، اور
پہنیوں ہندو لباس میں ادھر ادھر گھومتے رہے، زبان کی عدم واقفیت کے سبب
ناموشی سے لوگوں کی حالت کا معائنہ کرتے تھے۔ ایک دن ایک میدان میں پہنچے، تو بہت
لوگوں کو کھیلتے دیکھا۔ ابھد و زانہ اس میدان میں آپ کو روک کر تماشا دیکھتے۔ ان میں سے
دو لڑکوں کی عمر بارہ اور چودہ برس کی تھی، بڑے ہوشیار اور ذہین معلوم ہوتے تھے، صورت

سید عبد علی سیف الدین متوفی ۱۲۲۶ھ کے ہند ۱۲۲۴ھ میں مجالس سیغیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی گئی، اس
کی نویں مجلس میں یہ روایت مذکور ہے۔

اور سیرت بھی اچھی تھی، آپ نے ان سے ربط و ضبط بڑھایا۔ اور نظر التفات ان پر مبذول کی
 اکثر بازار سے سیوہ خرید کر ان کو کھلاتے، اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے، اصل میں آپ
 کا ارادہ یہ تھا کہ ان دونوں کو رضا مندر کے مصرعے نظر میں، اور وہاں سے تعلیم و تربیت کر
 ہندوستان واپس لائیں۔ اور ان کے ذریعہ سے یہاں کے باشندوں کو ہدایت یاب کریں
 یہ دونوں لڑکے لاوارث تھے، جہاں کھانے کو مل جاتا، کھا لیتے، جہاں سونے کو مل
 سوراہنے۔ مولائی احمد کے یہاں بھی کبھی کبھی سوراہتے تھے، ان میں سے ایک کا نام جو بڑا
 "رام جی" تھا۔ اور چھوٹے کا نام "ذوب چند" آپ جب مصر جانے لگے، تو ان دونوں سے
 دریافت کیا، کہ کیا تم دونوں میرے ساتھ دو سکے ملک میں جاؤ گے؟
 دونوں اس پر رضا مند ہو گئے۔ چنانچہ آپ دونوں کو لے کر مصر پہنچے، اور مولانا الامام
 مستنصر باللہ متوفی ۱۲۸۵ھ کی خدمت میں پیش کش کر کے عرض کیا کہ زبان کی تاواقفیت کے
 وہاں کچھ کام نہ پنا، ان دو لڑکوں کو اسی لئے لایا ہوں کہ ان کی تعلیم و تربیت کر کے ہندوستان
 میں ان سے کام لیا جائے، امام موصوف یہ سن کر بہت خوش ہوئے، بڑے کا نام علی
 اور چھوٹے کا نام نور الدین رکھا۔ اور پھر حکم صادر فرمایا کہ ان کی تعلیم و تربیت میں سعی
 کرو۔ مولائی احمد صاحب نے ان کی تعلیم و تربیت شروع کی۔ اور عرصہ تک اس
 مصروف رہے۔ جب تکمیل ہو گئی تو امام وقت کے پاس لے جا کر عرض کیا کہ دونوں لڑکے بظاہر
 فقہ، اخبار، بحث، مناظرہ، تاویل و حقائق میں کامل ہو گئے ہیں۔ پس مولانا امام مستنصر

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵۴۲
 ۵۴۳
 ۵۴۴
 ۵۴۵
 ۵۴۶
 ۵۴۷
 ۵۴۸
 ۵۴۹
 ۵۵۰
 ۵۵۱
 ۵۵۲
 ۵۵۳
 ۵۵۴
 ۵۵۵
 ۵۵۶
 ۵۵۷
 ۵۵۸
 ۵۵۹
 ۵۶۰
 ۵۶۱
 ۵۶۲
 ۵۶۳
 ۵۶۴
 ۵۶۵
 ۵۶۶
 ۵۶۷
 ۵۶۸
 ۵۶۹
 ۵۷۰
 ۵۷۱
 ۵۷۲
 ۵۷۳
 ۵۷۴
 ۵۷۵
 ۵۷۶
 ۵۷۷
 ۵۷۸
 ۵۷۹
 ۵۸۰
 ۵۸۱
 ۵۸۲
 ۵۸۳
 ۵۸۴
 ۵۸۵
 ۵۸۶
 ۵۸۷
 ۵۸۸
 ۵۸۹
 ۵۹۰
 ۵۹۱
 ۵۹۲
 ۵۹۳
 ۵۹۴
 ۵۹۵
 ۵۹۶
 ۵۹۷
 ۵۹۸
 ۵۹۹
 ۶۰۰
 ۶۰۱
 ۶۰۲
 ۶۰۳
 ۶۰۴
 ۶۰۵
 ۶۰۶
 ۶۰۷
 ۶۰۸
 ۶۰۹
 ۶۱۰
 ۶۱۱
 ۶۱۲
 ۶۱۳
 ۶۱۴
 ۶۱۵
 ۶۱۶
 ۶۱۷
 ۶۱۸
 ۶۱۹
 ۶۲۰
 ۶۲۱
 ۶۲۲
 ۶۲۳
 ۶۲۴
 ۶۲۵
 ۶۲۶
 ۶۲۷
 ۶۲۸
 ۶۲۹
 ۶۳۰
 ۶۳۱
 ۶۳۲
 ۶۳۳
 ۶۳۴
 ۶۳۵
 ۶۳۶
 ۶۳۷
 ۶۳۸
 ۶۳۹
 ۶۴۰
 ۶۴۱
 ۶۴۲
 ۶۴۳
 ۶۴۴
 ۶۴۵
 ۶۴۶
 ۶۴۷
 ۶۴۸
 ۶۴۹
 ۶۵۰
 ۶۵۱
 ۶۵۲
 ۶۵۳
 ۶۵۴
 ۶۵۵
 ۶۵۶
 ۶۵۷
 ۶۵۸
 ۶۵۹
 ۶۶۰
 ۶۶۱
 ۶۶۲
 ۶۶۳
 ۶۶۴
 ۶۶۵
 ۶۶۶
 ۶۶۷
 ۶۶۸
 ۶۶۹
 ۶۷۰
 ۶۷۱
 ۶۷۲
 ۶۷۳
 ۶۷۴
 ۶۷۵
 ۶۷۶
 ۶۷۷
 ۶۷۸
 ۶۷۹
 ۶۸۰
 ۶۸۱
 ۶۸۲
 ۶۸۳
 ۶۸۴
 ۶۸۵
 ۶۸۶
 ۶۸۷
 ۶۸۸
 ۶۸۹
 ۶۹۰
 ۶۹۱
 ۶۹۲
 ۶۹۳
 ۶۹۴
 ۶۹۵
 ۶۹۶
 ۶۹۷
 ۶۹۸
 ۶۹۹
 ۷۰۰
 ۷۰۱
 ۷۰۲
 ۷۰۳
 ۷۰۴
 ۷۰۵
 ۷۰۶
 ۷۰۷
 ۷۰۸
 ۷۰۹
 ۷۱۰
 ۷۱۱
 ۷۱۲
 ۷۱۳
 ۷۱۴
 ۷۱۵
 ۷۱۶
 ۷۱۷
 ۷۱۸
 ۷۱۹
 ۷۲۰
 ۷۲۱
 ۷۲۲
 ۷۲۳
 ۷۲۴
 ۷۲۵
 ۷۲۶
 ۷۲۷
 ۷۲۸
 ۷۲۹
 ۷۳۰
 ۷۳۱
 ۷۳۲
 ۷۳۳
 ۷۳۴
 ۷۳۵
 ۷۳۶
 ۷۳۷
 ۷۳۸
 ۷۳۹
 ۷۴۰
 ۷۴۱
 ۷۴۲
 ۷۴۳
 ۷۴۴
 ۷۴۵
 ۷۴۶
 ۷۴۷
 ۷۴۸
 ۷۴۹
 ۷۵۰
 ۷۵۱
 ۷۵۲
 ۷۵۳
 ۷۵۴
 ۷۵۵
 ۷۵۶
 ۷۵۷
 ۷۵۸
 ۷۵۹
 ۷۶۰
 ۷۶۱
 ۷۶۲
 ۷۶۳
 ۷۶۴
 ۷۶۵
 ۷۶۶
 ۷۶۷
 ۷۶۸
 ۷۶۹
 ۷۷۰
 ۷۷۱
 ۷۷۲
 ۷۷۳
 ۷۷۴
 ۷۷۵
 ۷۷۶
 ۷۷۷
 ۷۷۸
 ۷۷۹
 ۷۸۰
 ۷۸۱
 ۷۸۲
 ۷۸۳
 ۷۸۴
 ۷۸۵
 ۷۸۶
 ۷۸۷
 ۷۸۸
 ۷۸۹
 ۷۹۰
 ۷۹۱
 ۷۹۲
 ۷۹۳
 ۷۹۴
 ۷۹۵
 ۷۹۶
 ۷۹۷
 ۷۹۸
 ۷۹۹
 ۸۰۰
 ۸۰۱
 ۸۰۲
 ۸۰۳
 ۸۰۴
 ۸۰۵
 ۸۰۶
 ۸۰۷
 ۸۰۸
 ۸۰۹
 ۸۱۰
 ۸۱۱
 ۸۱۲
 ۸۱۳
 ۸۱۴
 ۸۱۵
 ۸۱۶
 ۸۱۷
 ۸۱۸
 ۸۱۹
 ۸۲۰
 ۸۲۱
 ۸۲۲
 ۸۲۳
 ۸۲۴
 ۸۲۵
 ۸۲۶
 ۸۲۷
 ۸۲۸
 ۸۲۹
 ۸۳۰
 ۸۳۱
 ۸۳۲
 ۸۳۳
 ۸۳۴
 ۸۳۵
 ۸۳۶
 ۸۳۷
 ۸۳۸
 ۸۳۹
 ۸۴۰
 ۸۴۱
 ۸۴۲
 ۸۴۳
 ۸۴۴
 ۸۴۵
 ۸۴۶
 ۸۴۷
 ۸۴۸
 ۸۴۹
 ۸۵۰
 ۸۵۱
 ۸۵۲
 ۸۵۳
 ۸۵۴
 ۸۵۵
 ۸۵۶
 ۸۵۷
 ۸۵۸
 ۸۵۹
 ۸۶۰
 ۸۶۱
 ۸۶۲
 ۸۶۳
 ۸۶۴
 ۸۶۵
 ۸۶۶
 ۸۶۷
 ۸۶۸
 ۸۶۹
 ۸۷۰
 ۸۷۱
 ۸۷۲
 ۸۷۳
 ۸۷۴
 ۸۷۵
 ۸۷۶
 ۸۷۷
 ۸۷۸
 ۸۷۹
 ۸۸۰
 ۸۸۱
 ۸۸۲
 ۸۸۳
 ۸۸۴
 ۸۸۵
 ۸۸۶
 ۸۸۷
 ۸۸۸
 ۸۸۹
 ۸۹۰
 ۸۹۱
 ۸۹۲
 ۸۹۳
 ۸۹۴
 ۸۹۵
 ۸۹۶
 ۸۹۷
 ۸۹۸
 ۸۹۹
 ۹۰۰
 ۹۰۱
 ۹۰۲
 ۹۰۳
 ۹۰۴
 ۹۰۵
 ۹۰۶
 ۹۰۷
 ۹۰۸
 ۹۰۹
 ۹۱۰
 ۹۱۱
 ۹۱۲
 ۹۱۳
 ۹۱۴
 ۹۱۵
 ۹۱۶
 ۹۱۷
 ۹۱۸
 ۹۱۹
 ۹۲۰
 ۹۲۱
 ۹۲۲
 ۹۲۳
 ۹۲۴
 ۹۲۵
 ۹۲۶
 ۹۲۷
 ۹۲۸
 ۹۲۹
 ۹۳۰
 ۹۳۱
 ۹۳۲
 ۹۳۳
 ۹۳۴
 ۹۳۵
 ۹۳۶
 ۹۳۷
 ۹۳۸
 ۹۳۹
 ۹۴۰
 ۹۴۱
 ۹۴۲
 ۹۴۳
 ۹۴۴
 ۹۴۵
 ۹۴۶
 ۹۴۷
 ۹۴۸
 ۹۴۹
 ۹۵۰
 ۹۵۱
 ۹۵۲
 ۹۵۳
 ۹۵۴
 ۹۵۵
 ۹۵۶
 ۹۵۷
 ۹۵۸
 ۹۵۹
 ۹۶۰
 ۹۶۱
 ۹۶۲
 ۹۶۳
 ۹۶۴
 ۹۶۵
 ۹۶۶
 ۹۶۷
 ۹۶۸
 ۹۶۹
 ۹۷۰
 ۹۷۱
 ۹۷۲
 ۹۷۳
 ۹۷۴
 ۹۷۵
 ۹۷۶
 ۹۷۷
 ۹۷۸
 ۹۷۹
 ۹۸۰
 ۹۸۱
 ۹۸۲
 ۹۸۳
 ۹۸۴
 ۹۸۵
 ۹۸۶
 ۹۸۷
 ۹۸۸
 ۹۸۹
 ۹۹۰
 ۹۹۱
 ۹۹۲
 ۹۹۳
 ۹۹۴
 ۹۹۵
 ۹۹۶
 ۹۹۷
 ۹۹۸
 ۹۹۹
 ۱۰۰۰

ان کے داعی مولانا ملک کے پاس تینوں کو ارسال کر دیا۔ مولانا ملک (قس) نے چند
 بات کے ساتھ ان کو مندوستان (گجرات) واپس کیا، یہ تینوں کھنڈت پہنچے اور ایک
 دن میں شہر سے دور اترے، یہ کھیت دو میاں بیوی کا تھا جن کا نام کاکا اکیلا اور کاکا
 تھا۔ کھیت سوکھ گیا تھا۔ مگر آپ کے قدم کی برکت سے ہرا ہو گیا۔ مولانا عبداللہ اور نور الدین کو
 اپنی یاد تھی۔ البتہ مشق نہ رہی تھی۔ کاکا اور کاکا کی صحبت سے مشق بھی ہو گئی۔ اس پاس پانی
 اس نئے دونوں میاں بیوی دور سے روزانہ پانی لاتے تھے۔ مولانا عبداللہ نے ان
 سوال کیا کہ کیا نزدیک ہے کوئی کنواں نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے کھیت میں ایک
 کنواں ہے مگر آج کل سوکھ جاتا ہے۔ برسات میں پانی رہتا ہے۔ بارہ چھینے پانی نہیں رہتا۔
 ان نے سوال کیا کہ کنواں کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ کنواں دیکھ کر کیا کرو گے کنواں تو سوکھا
 ہے۔ مولانا عبداللہ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ایسی خواہش ہے کہ اس کنوئیں میں پانی آجائے
 سال بھر رہے اور کبھی نہ سوکھے۔ کاکا کہنے لگا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم تینوں خدا کے نیک
 رہے ہو۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مصر سے چلتے وقت مولانا مستنصر باللہ نے ان
 دن کو کرامت دکھانے کی طاقت عطا فرمائی تھی۔ مولانا احمد نے فرمایا کہ اگر کنوئیں میں پانی آجائے
 تم ہمارے دین دنیویں (مہرم) قبول کر لو گے؟ دونوں نے افسردہ کیا۔ تب تینوں خوش ہو کر کنوئیں
 پاس گئے اور مولانا عبداللہ نے کنوئیں میں ایک بھالا مارا جس کے سبب سے پانی کنوئیں میں اُبلنے
 لگا اور انا زماں کی برکت سے پانی شیریں تھا۔ پس کاکا اکیلا اور کاکا اکیلی دونوں نے کلمہ پڑھ کر

لے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک باغ میں اترے جو ایک حاکم کا تھا جس کا ننگھان رکبان
 باجوہی بیوی کے ساتھ اسی جگہ رہتا تھا۔ دونوں کو لوگ کاکا اور کاکا کہتے تھے۔

اسلام قبول کر لیا۔

ایک دن مولائی عبداللہ نے ان دونوں سے سوال کیا کہ اس ملک کے تمام لوگوں کی ہدایت کرنے کی مری خواہش ہے۔ بتاؤ کہ تمہارے پاس کوئی ایسی تدبیر ہے؟ کا کا نے یہاں ایک مندر میں لوہے کا ایک ہاتھی معلق ہے، اس مندر میں ایک بڑا پجاری رہتا ہے۔ راجہ کا وزیر اس کا معتقد ہے۔ اور وزیر کی رائے سے راجہ مانتا ہے، پس اگر پجاری اسے قبول کر لے، تو پھر وزیر بھی مومن ہو سکتا ہے۔ اگر وزیر مومن ہو تو ایسا سمجھو کہ راجہ بھی مومن ہوگا اور راجہ کے مومن ہونے سے ساری رعیت اس کی تقلید کرے گی۔ یہ تجویز تینوں بزرگوں کی پسند آئی۔ چنانچہ مولائی احمد صاحب کی اجازت سے مولائی عبداللہ صاحب اس پجاری کے پاس گئے۔ اس وقت وہ بچوں کو تعلیم دے رہا تھا، اور کہہ رہا تھا، لگو، گھگو، مولائی نے کہا کہ "اے پنڈت جی! مجھے یہ بات بالکل عجیب معلوم ہوتی ہے کہ آپ پڑھا کرتے ہیں، اور آواز نکالتے چار حرف کی ہیں۔" پنڈت جی نے پوچھا۔ "یہ کیا" اپنے فرمایا کہ "ایک لگو لکھیے تو چار حرف لکھنے پڑتے ہیں۔ مثلاً (راوی کے تین ککا، اور ایک کانو۔ یعنی تین کاف ہیں۔ اور بعد ان کے واؤ، پس ان میں دو کات پہلے ہر دو اصل روحانی کی مثال ہیں۔ اور وہ ایک جنس سے ہیں، اور وہ عقل اور تیسرا کاف اور واؤ، ہر دو اصل جسمانی کی مثال ہیں۔ اور دونوں کے درمیان ایک کاف سے فاصلہ ہے۔ اور ہر ایک ہر دو اصل میں سے ایک متحرک ہے، اور دوسرا ساکن، اور دلیل اس بات کی ہے کہ دونوں میں ایک مفید ہے اور دوسرا مستفید۔ پس تم ان کو کچھ سمجھتے بھی ہو یا طوطے کی طرح حرف بچوں کو پڑھانا ہی جانتے ہو۔" پنڈت جی ان باتوں سے بہت مرعوب ہو گئے۔ اس درمیان میں راہ چلتے ہو دو سو آدمی بھی جمع ہو گئے۔ اور یہ

نتے رہے۔ پنڈت جی کے لاجواب ہو جانے سے لوگوں پر یہ اثر پڑا، کہ آپس میں کہنے لگے
 نے پنڈت جی کو نئے پنڈت جی نے ایک گلو، گلو میں ہر ادیا۔ پجاری ان تینوں کو اپنے
 گیا، اور بڑی خاطر مدارات کی۔ اور اصل معاملہ کی حقیقت دریافت کرنی چاہی۔ مولائی جلد سے
 ہی دوسرے وقت تنہائی میں کہوں گا۔ چنانچہ پھر دوبارہ آئے، اور اس کو اس طرح سمجھایا کہ
 سے اس کا دل اس طرف مائل ہو گیا۔ پھر جو سوال وہ کرتا، مولائی عبداللہ مولائی احمد سے
 فت کر کے بتلاتے۔ یہاں تک کہ اس کا دل و دماغ اسلام کے نور سے روشن ہو گیا۔ کچھ
 تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن پجاری نے وزیر سے بھی اس کا
 ہا کر دیا۔ اور وزیر نے راجہ سدھ راج جے سنگھ سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اور پھر دونوں یعنی
 اور راجہ دونوں ایمان لے آئے۔ ان کو سورۃ الحمد اور قل یا ایہا الکافرین اور
 ہری سورتیں سکھلائیں۔ وضو کا طریقہ اور شہد کا ہندی ترجمہ کر کے زبانی یاد کرایا۔ پانچ
 کی نماز بھی پڑھنے لگے، مولانا امام مستنصر باللہ کا میثاق (بیعت) بھی ان سے لے لیا۔
 بڑے بڑے لوگوں کے مومن ہو جانے سے ان کی ہمت بڑھ گئی۔ تمام مشرکوں سے روزانہ
 ت و تکرار شروع کر دی۔ اور بت پرستی کے عیوب سب لوگوں پر ظاہر کر دیئے، عام طور
 شہور ہو گیا کہ تین مسلمان اس شہر میں آئے ہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں اس کا جواب کسی سے
 پڑے تو دے، نہیں تو وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کو مانے۔

راجہ پن (انہل واڈہ جس کو عرب نہروال کہتے ہیں) میں رہتا تھا۔ اور کھنڈاٹ میں ایک
 امندر تھا، اس میں لوہے کا ایک بڑا باٹھی معاق تھا۔ راجہ، وزیر، ارکان دولت اس کی زیارت
 آتے تھے، اور تقریباً دو ماہ مقیم رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جاڑیوں کی بھی بڑی دھوم دھام
 ہوتی تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ راجہ اور وزیر حسب دستور کھنپانت میں مقیم تھے، اور وزیر
 ظہر کی نماز ادا کرتی تھی، اپنے مکان میں دروازہ بند کر کے پڑھنی شروع کی۔ وزیر کے پاس
 سپاہی نے دروازے کی دراز سے یہ دیکھ کر فوراً راجہ کو خبر کی کہ تمہارا وزیر بھارتل، تو
 ہو گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔
 راجہ کے پاس بڑے بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ اگر اکیلا ہوتا تو ٹال سکتا تھا۔ لیکن اتنے لوگ
 موجودگی میں کیونکر ٹالے، اس لئے اس نے کہا کہ اچھا تو چل، میں پیچھے سے آتا ہوں۔ یہ کہہ
 لوگوں کے ساتھ وزیر یہ سکے گھر آیا۔ راجہ اور سب لوگوں نے دراز سے اس کو نماز پڑھتے ہوئے
 راجہ نے دروازے کو کھٹ کھٹا کر کھلوایا۔ اور اندر داخل ہوا، وزیر، راجہ کے سامنے
 بستہ کھڑا ہو گیا، راجہ نے ہنس کر کہا کہ اے میرے وزیر! تم مسلمانوں کی طرح اٹھ بیٹھ کر
 پڑھتے تھے، یا کوئی اور دوسرا کام کرتے تھے۔ ہم سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ
 وزیر گھبرا کر خاموش ہو گیا۔ راجہ نے کہا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، تم حجاب دو، پھر ہم جو چاہیں
 سو کریں گے۔ وزیر نے سوچا کہ راجہ حجاب مانگتا ہے، پس یا جھوٹ جو بن سکے دیدو۔
 سوچ کر وزیر نے عرض کیا کہ

”اے بہاراج! میں کیا عرض کروں، شاید وہ بات سچ نہ سمجھی جائے،
 اس بیٹی کے نیچے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اس بیٹی کے نیچے کیا ہے، میں تو جھک جھک کر اس
 نیچے دیکھتا تھا، ایک بڑا بھاری سانپ بیٹھا ہے، خدا نخواستہ اگر کسی کو دس لے تو بڑا نفا
 ہو گا۔ میں کھڑا ہو کر پھر جھک کر، پھر زمین پاتا تھا، ایک کر اس کو دیکھ رہا تھا۔ کہ صرٹ گیا۔
 درمیان میں تمہارے سپاہیوں نے آواز دی، تو فوراً دروازہ کھول دیا۔“
 راجہ بیٹی کے پاس آیا۔ اور دیکھنا شروع کیا۔ خدا کی قدرت سے ایک بڑا سانپ

اور اوپر چڑھ کر غائب ہو گیا۔ راجہ اور تمام حاضرین نے بچشم خود دیکھا۔ یہ دیکھ کر سب کو
 یاکہ وزیر سچا ہے اور خلی خور سب شرمندہ ہوئے۔ راجہ سپاہی پر پڑانا رائی ہوا۔ پھر سب
 ل سے پلے گئے۔ وزیر نے راجہ سے کہا کہ ہمارا ج! آپ نے خدا کی شان دیکھی۔ میں تو
 نمازی پڑھ رہا تھا۔ اور لوگوں کو تسلی دینے کی خاطر سانپ کا پہانہ کیا۔ مگر خدا کے
 واقعہ سانپ نکل پڑا۔ بیشک نماز میں بڑی برکت ہے، اسی کے سبب میں سب
 میں سُرخرو ہوا۔ اب آئندہ انشاء اللہ بڑی احتیاط سے نماز پڑھا کروں گا۔ تاکہ کوئی دیکھ

اسے ہمارا ج! آپ بھی سنبھال کر نماز پڑھا کیجئے۔ راجہ نے ہنس کر جواب دیا کہ ہاں
 بڑی احتیاط سے آئندہ نماز پڑھا کروں گا، تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔

کچھ دنوں کے بعد مولانا عبداللہ نے پجاری سے کہا کہ تم راجہ کے دربار میں جا کر کہو کہ
 آج! آج ہم نے خواب دیکھا ہے کہ لوہے کا ہاتھی کہتا تھا کہ ساہا سال سے اس طرح کھڑا
 تک گیا ہوں، اس لئے چاہتا ہوں کہ ایک ایک کر کے اپنا قدم زمین پر رکھ دوں۔ یہ سن کر
 لرزنا ہوا۔ اور سر نہی کر کے سوچنے لگا۔ مولانا عبداللہ نے مندر جا کر دیوار کے ایک کونڈ کا پتھر
 اٹیس کا تھا نکال ڈالا، ہاتھی نے ایک پیر زمین پر رکھ دیا۔ اس طرح دوسرے دو دوسرا
 سے دن تیسرا، اور چوتھے دن چوتھا پتھر لگا لیسے چاروں پیر ہاتھی نے زمین پر
 نیے، لوگوں میں ایک تہلکہ بچ گیا۔ کہ ہزاروں برس کا ہادیو نیچے گر پڑا۔ کیا کوئی زلزلہ
 یا کوئی جدید مذہب ظاہر ہوا۔ پھر لوگوں میں چہر چاہنے لگا۔ کہ تین پر دسی پنڈت
 ہے ہیں۔ شائد انہیں کا یہ کام ہو۔ ہم کو ستانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ سب لوگ یہ
 کر کے راجہ کے یہاں فریاد لے گئے۔ اور عرض کیا کہ اسے ہمارا ج! ہمارے بڑے

مندرجہ ذیل کی جگہ پر گیا ہے، اور مسلمان ہو کر تینوں پردیسوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے۔ ہم لوگوں کو روحانی تکلیف پہنچائے، راجہ تو سب بات جانتا تھا، مگر لوگوں کو دکھانے ایک فوج کو حکم دیا کہ تینوں کو بلا لاؤ۔ تاکہ بحث و تکرار کر کے معلوم کیا جائے کہ نیا دین ہے کہ نہیں۔

راوی لکھتا ہے کہ تینوں بڑے مندر کے پاس ان دنوں رہتے تھے، اور قیامت میں صرف تھے، علم دین جو پڑھا تھا، اس کی تعلیم دیتے تھے، کہ اتنے میں راجہ پہنچا، اور مکان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر تینوں کو غصہ آگیا، یہ امام زمانہ کے نائب غصہ کی نظر سے دیکھے ہی فوج میں آگ لگ گئی، کپڑے جلنے لگے، پھر تو بھاگ بیٹھی گئی۔ راجہ کو ملی، تو راجہ اس خود وزیر تارمل کو مع اراکین دولت مکان پر آیا۔ اور ادب کے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کیا، کہ

”اے صاحبو! میری رعیت کہتی ہے، کہ جب سے آپ لوگ آئے ہیں، دل دکھتا ہے، آپ کے آنے کے بعد ہمارا ہاتھی جو ایک عرصہ سے معلق کھڑا تھا، گرگ حضرات کچھ دیر تک خاموش رہے، پھر مولانا عبداللہ نے سب کو بیٹھنے کی اجازت دے دی، اس کے پاس ہی ایک بت (مورتی) تھیں، آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا، بت تھیں، بت سے کہو کہ تمہارے ہا دیو (ہاتھی) کو بلند کر کے تمہارے درد دل کو دور کرے، راجہ نے کہا کہ حضرت یہ تو پتھر کی مورتی ہے، بھلا یہ سن یا بول سکتی ہے۔ یا کچھ کر سکتی ہے۔“

آپ نے فرمایا کہ، اے راجہ! یہ تو تم سمجھتے ہو، کہ پتھر کا بت بولتا نہیں۔ بس وقت اگر بولے، یا جو سوال کریں اس کا جواب دے تو پھر کیا؟ اس وقت راجہ

کہا کہ 'اے وزیر! تمام لوگوں کو جو آپ فرماتے ہیں کہہ دو۔ تاکہ جس کو کچھ پوچھنا ہو یا دینا ہو تو وہ گفتگو کرے۔ جب وزیر نے حضرت عبداللہ کی بات سنا لی تو کسی نے کچھ کہا نہ دیا، سب لوگ خاموش رہے، تب راجہ نے حضرت عبداللہ کی خدمت میں عرض کیا یہ تمہارا بت جو آپ سے باتیں کرے، یا ہمارا کچھ کام کر دے، اور یہ کہہ دے کہ آپ کا بچا اور ہمارا جھوٹا، تو پھر ہم سب اس بت کو چھوڑ دیں گے، اور آپ کے مقلد ہو جائیں گے۔ جو نے سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیوں بھائیو، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ؟ تمام نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ہمارا ج! بالکل ٹھیک آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہو تو پھر سب اس بت کو چھوڑ دیں گے، اور آپ کی پیروی کریں گے۔

مولانا عبداللہ یہ سن کر ہنس دیئے۔ اور اپنے سامنے جو بت تھا اس کو مخاطب ہو کر کہا کہ 'اسے بت! تو یہاں آ،' حکم کے ساتھ ہی فوراً آگیا۔ آپ نے فرمایا،
"بتا کون دین ٹھیک ہے، اور کون غلط۔"

بت نے جواب دیا کہ "آپ کا دین سچا ہے، اور ہمارا دین غلط ہے۔"
یہ سن کر راجہ اور وزیر بلکہ سب لوگ متحیر ہو گئے، اور کہنے لگے کہ دیکھو ان حضرات
راحت سے یہ بت بولنے لگا۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ نے ایک خانی لٹا دیکر فرمایا کہ
"فلاں تالاب سے پانی بھراؤ، وہ بت دوڑ کر گیا۔ اور پانی بھرا لیا، مگر ان حضرات کی کراہت
سے سارے تالاب کا پانی ایک لوتے میں سما گیا، اور تالاب خشک ہو گیا، سارے شہر
سے ایک دھوم مچ گئی، کہ پانی، پانی، راجہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بت لوتے میں
نیسے آیا، اس سے تالاب خشک ہو گیا، اس کو حکم کیجئے کہ تالاب میں پانی ڈال کر دے
مولانا عبداللہ نے اس بت سے فرمایا کہ جا "نگینہ تالاب" ہیں پانی ڈال

آؤ۔ وہ بت جا کر پانی ڈال آیا۔ ہر طرف سے شور مچ گیا کہ پانی آگیا۔
 مولانا عبداللہ نے تمام لوگوں سے کہا کہ اب تم سب اپنا اپنا جینیو (زناہ) توڑ ڈالو اور
 طرح کلمہ پڑھو، **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، سب لوگ سر پر
 ہو گئے اور اپنا اپنا جینیو توڑ ڈالا۔

راوی لکھتا ہے کہ اس دن صرف برہمنوں کا جینیو وزن میں سوا من تھا۔ اس
 علاوہ دوسرے اور صد ہا لوگوں نے بھی اسلام کا اعلان کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابھی
 خفیہ مسلم تھے اور اسلام کے اعلان کی جرأت نہ پاتے تھے اب جب کہ غیر مسلموں کا
 گروہ اسلام لے آیا، تو انہوں نے بھی اسلام کا اعلان کر دیا۔ پھر ان لوگوں کو سورہ کا
 تک قرآن یاد کرایا۔ بنو اور شہد ہندی (گجراتی) میں سکھایا، اور نماز پڑھانے
 ان کے لئے مسجد بھی تیار کر دی۔ پھر تو تمام لوگ اپنے اپنے لڑکے اور لڑکیوں کا
 کواٹھم دلانے لگے۔

مولانا عبداللہ اور مولانا نور الدین نے چار پانچ لڑکوں کو جو عمر میں ذرا بڑے
 تھے، مؤمن اور چالاک بھی نظر آتے تھے، خود پڑھانا شروع کیا۔ دوسرے چھوٹے
 لڑکوں کو یہ بڑے لڑکے تعلیم دیتے۔ اس وقت نظامہری ریاست اور سیاست
 سدھ راج جے سنگھ کی تھی۔ تار مل اور بھار مل انتظام ریاست میں عدد گار تھے۔

سالہ مسری من ایک سو تیس اشقال کا ہوتا تھا۔ جس کے ۱۵ تھلے ہوتے، ایک جینیو اگر آدھے
 کا ان یا جا۔ تو سوا من جینیو کے تقریباً سوا سو (۱۲۵) آدمی ہوتے، اس میں ہند میں مسعود آدمی کا مسلم
 پھر فرسٹ سلطنت میں کوئی معمری بات نہیں ہے۔ سو سو ہزار میں (۲۶۰) مل لکھا ہے۔ اس حساب سے
 ہیں چار پانچ سو سے زیادہ آدمی نہ ہوتے۔

لیکن دینی احکام اور شریعت کی تعلیم یہ تینوں مولانا دیتے تھے۔ خصوصاً مولانا عبداللہ اور مولانا نور الدین بھارمل کے لڑکے یعقوب اور تارمل کے لڑکے فخر الدین کی تعلیم و تربیت پر بہت محنت صرف کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ لوگ علم میں بالکمال ہو گئے۔ تب مولانا عبداللہ پٹن تشریف لے گئے، اخبار میں ہے کہ پٹن کے بھی بہت لوگ ایمان لائے اس کے بعد مولانا عبداللہ پٹن سے سدھ پور گئے۔ وہاں بھی بکثرت لوگ مومن بنے، غرض گجرات میں چاروں طرف ایمان کی روشنی پھیلی۔ کفر و شرک کی ظلمت دور ہوئی۔ ہر طرف مسجدیں تیار کر کر آباد کی گئیں۔ ہر کوچہ سے اللہ اکبر کی آواز آتی تھی۔

راوی لکھتا ہے کہ جے سنگھ راجہ کی ایک لڑکی تھی، جس کی شادی مولانا یعقوب بن بھارمل سے کر دی گئی، مولانا یعقوب اور مولانا فخر الدین دونوں علم و فضل کے آفتاب اور ماہتاب تھے۔ مولانا عبداللہ اور مولانا نور الدین کی طرح دونوں علم و فضل، بحث و مناظرہ میں بڑے ہوشیار تھے، اور علم مجلسی سے بھی باخبر۔ راجہ جے سنگھ اور اس کے دونوں وزیر بھارمل اور تارمل، گجرات میں دین کے ارکان تھے۔ یہ تینوں دینی امور کے افسر ہیں بڑی مدد دیتے تھے۔ ۱۲۰۰ ہجری میں کالاکٹلا اور کالاکٹی اکیلی دونوں ایک ہی دن بمقام کھبانت انتقال کر گئے۔ دونوں کھبانت کے کھیت میں دفن کیے گئے۔ اور جس کنوئیں سے پانی نکالا گیا تھا وہ اس وقت تک اس کھیت کے پاس موجود ہے اس کے بعد مولانا احمد صاحب نے دعوت کے تمام امور مولانا عبداللہ کو سپرد کر کے خود سو میں عمر کو کھبانت میں دفنات پائی۔ ساحل دریا کے پاس آپ کی قبر ہے۔ اور ۱۲۸۸ھ ۱۲۸۹ھ جنوری

۱۲۸۸ھ ۱۲۸۹ھ جنوری

مدت گزر جانے کے اس سے بے خبر ہو گئے۔ مولائی عبداللہ نے مولائی نور الدین کو دکن کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا جہاں بہت لوگ آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ آپ کا انتقال اسی طرف ہوا۔ اور آپ کی قبر سے بھی بہت کراہات ظاہر ہوئیں اور جب خبر وفات مولائی عبداللہ کو ملی تو سید غمگین ہوئے۔ مولائی عبداللہ مولائی یعقوب ابن بھادری نے باوا فخر الدین ابن تارمل کو "داگر" کے ہدایت کے واسطے بھیجا۔ آپ کے ذریعے سے بھی بہت لوگ مومن بنے۔ مگر دشمنوں نے قلعہ داگر کے گلیا کوٹ موضع میں آپ کو ۲ محرم کو شہید کر ڈالا۔ اس مقام پر آپ کی قبر مشہور و معروف ہے۔

۳۵۵ء میں کہ "نور کربلاء اللہ" سے ظاہر ہے کہ وفات پا گئے۔ بعض کہتے ہیں بدھراج جے سنگھ کو محمد بھمن نے مسلمان کیا تھا۔ لیکن وہ مُرتد ہو گیا۔ اور ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی بابا رجب نے انکو مسلمان کر کے کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ اور اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حاجی بابا ہی نے اس کو مار ڈالا۔ (شاید مُرتد ہونے کے بعد) لیکن اسی حقیقت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ مسلمان ہوا یا مار ڈالا گیا۔ ہندوؤں کی زبان سننا کہ بعض جوگی کہتے تھے کہ سدھ راج نہ مسلمان ہوا نہ مارا گیا۔ بلکہ اب تک زندہ ہے۔ خدا نے اس کو پوشیدہ کر ڈالا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اس قول کا اعتبار نہیں ہے جس طرح ہو۔ اصل واقعہ یہی ہے کہ بدھ راج گم ہو گیا۔ ان دونوں شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کا بیان صحیح ہے اور شیک کبیر داس کی طرح مسلمانوں نے اس کی لاش مخفی طور پر دفن کر دی اور پھول رکھ دیئے۔

۱۷ گلیا کوٹ ریاست ڈونگر پور کا ایک قبضہ ہی ندی کے کنارے ہے۔ لوگ رتلام دودھ سے جاتے تھے اب تو احمد آباد سے بذریعہ موٹر جا سکتے ہیں اسیدی فخر الدین کے صاحبزاد سیدی داؤد بھائی کا مزار بھی اسی کے قریب ہے۔ گلیا کوٹ کی زیارت گاہ مشہور و معروف ہے۔ جو لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے قیام اور طعام کا بندوبست معقول ہے۔ اور اس کیلئے بھٹی میں ایک غلہ کھولا گیا ہے۔ جو ایک کپنی کے ماتحت ہے۔ اور سارا اثاثات اسی کے سپرد ہیں۔ سالا صاحب کا شاخ

مولانا عبداللہ کا انتقال بھی کھنبایت میں ہوا اور مولانا یعقوب کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس کے بعد مولانا یعقوب صاحب پٹن میں الامام زمان کی طرف سے دعوت کرتے رہے۔ اور دعاۃ میں کے ذریعہ تمام مومنین کے حالات بھیجتے رہے۔ اور ان کے حکم کے بموجب دعوت کا کام سنبھالنے رہے۔ پٹن میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ کی قبر بھی مشہور ہے۔ مولانا یعقوب پہلے ہندی نژاد ہیں جو ہند کے والی مقرر ہوئے۔ خالص اچوت تھے۔ اور آباؤ اجداد سے اہل دہل میں شمار ہوتے تھے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مولانا عبداللہ کے صاحبزادے ملا علی موجود تھے۔ مگر آپ نے اپنی نیابت کی تعلیم مولانا یعقوب کو دی اور اپنی وفات کے وقت آپ نے امر دعوت کے متعلق اپنے لڑکے مولانا اسحاق کو منصوص کیا۔ آپ نے بھی پٹن میں وفات پائی۔ آپ کی تربیت بھی مشہور معروف ہے۔ آپ نے اپنے لڑکے مولانا علی کو قائم مقام کیا۔ آپ کے تین شاگرد تھے۔ آپ کے فرزند ملا آدم، اور ملا داؤد اور میر سے حسن پیر۔ سب کی جب تکمیل و تعلیم ہو گئی تو ۸۱۳ھ میں ملا آدم کو احمد آباد

۱۷ مولانا عبداللہ کا روضہ کھنبایت کے نہر پناہ کے باہر پورہ محلہ کے قریب ہے۔ موجودہ ریلوے اسٹیشن سے جو سڑک شہر کو جاتی ہے اور جو دروازہ ملتا ہے اس کے قریب ہی ہے۔ ایک بڑا قبرستان رستوں کا اور دفینے کو گھیرے ہوئے ہے۔

۱۸ میر سے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احمد آباد اس وقت آباد نہیں ہوا تھا۔ البتہ مولانا حسن پیر کے وقت آباد ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ باقاعدہ تاریخ درمیان کی چند کڑیاں مفقود نظر آتی ہیں، کیونکہ سدھراج نے ۱۵۲۵ھ میں انتقال کیا۔ اور مولانا حسن پیر نے ۱۵۱۳ھ کے قریب وفات پائی اس تین سو برس میں صرف تین پشت کا ہونا قسین قیاس نہیں ہے۔

اور پیر حسن کو سدھپور بھیجا۔ اور ملا داؤد کو اپنے پاس پٹن میں رکھا۔ اپنی وفات کے وقت
 مولائی حسن پیر کو نائب کیا۔ آپ بڑے عالم فاضل تھے۔ آپ کے علم کی شہرت دور دور
 تک پھیلی ہوئی تھی۔ بادشاہ دقت نے آپ کو جرٹاؤ کرے تھفتہ بھجوائے۔ مگر آپ نے واپس
 کر دیے۔ اور نواب نے (شائد اس سے مراد گورنر ہو) آپ کو تخت پر بٹھایا اور خود دست بستہ
 ٹھانڈتارہا۔ آپ نے قرآن کی آیت "حتی یلج الجمل فی سم الخیاط" کی تفسیر فرمائی۔
 نواب بہت متاثر ہوا۔ اور آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اسی باعث دشمنوں نے ہدایت سے
 آپ کو شہید کر ڈالا۔ وفات کے وقت آپ نے امور دعوت مٹاؤم کے سپرد کیا۔ اور پھر انتقال
 کے وقت آپ نے دعوت کا کام اپنے لڑکے ملا حسن کے سپرد کیا۔ اور ملا حسن نے اپنے
 لڑکے ملا مانج کو یہ مرتبہ بندوبست عطا کیا۔ اور ملا راج نے ملا جعفر کو اپنا جانشین بنایا۔ اسی
 ہند میں مین کے داعی نے ایک ادنیٰ بھشتی کو ہند کا والی بنا کر بھیجا۔ جس سے مقصود فقط
 متحان تھا۔ کہ آیا ہند کے لوگ داعیان مین کی صحیح پیروی کرتے ہیں یا نہیں۔ ہند کے مین
 اس آزمائش میں پورے اترے۔ تب داعی مین نے ایک فاضل اجل سیدنا و مولانا یوسف
 ن سلیمان کو داعی مطلق کا رتبہ بامر نص عطا فرمایا۔ آپ کے داعی مطلق ہونے پر
 داعی جعفر آپ کے ماتحت ہو گئے۔

ادھر جو کچھ تحریر ہوا وہ مجالس سیفیہ کی روایت ہے۔ اس مال میں لکھا ہے کہ
 یعقوب نامی ایک آدمی اپنے گھر کے خانگی تنازعہ سے گھبرا کر ۵۳۳ھ میں مصر سے کنبنات
 پہنچا۔ اسماعیلیہ فرقہ کا یہ پہلا شخص ہے جو ہند میں وارد ہوا۔ ان کا بڑا داعی اس وقت مین
 میں ذویب بن موسیٰ تھا۔ مصر میں امام مستنصر باللہ تھے۔ اور گجرات میں سدھ مانج جے سنگھ
 یعقوب کنبنات میں ایک مالی کے گھر فروکش ہوا۔ اور پھر اس کو اپنے مذہب میں داخل کیا۔ یہ

ہند کا پہلا شخص تھا جو اس مذہب میں داخل ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد یمن کے ایک لڑکے کو مسلمان کیا۔ سدھ راج کے دو دیوان بھارمل اور تارمل دو بھائی تھے۔ جو کھنبانت کے مندر میں آیا کرتے تھے۔ وہاں ایک ہاتھی لوسے کا سنگ مقناطیس کے عمل سے معلق تھا۔ یعقوب نے ان تھپروں کو نکال ڈالا۔ اور برہمنوں سے مباحثہ کر کے جیتا۔ جب سدھ راج اور اس کے درباریوں کو ایسی کرامات دکھلائیں تو انہوں نے اس کا مذہب اختیار کر لیا۔ اور ان کی متابعت دوسروں نے کی۔ اور پھر ان نو مسلموں نے عرب سے یوہار (تجارت) شروع کر دیا جس سے یوہار سے اور پھر پورے کہلانے لگے۔ یہ دونوں روایتیں تقریباً ایک ہی ہیں۔ فقط ابتدائی حصے میں اختلاف ہے۔ مورخوں نے مجالس سیفیہ کی اس روایت کو درامت کی نظر سے دیکھا ہے اور متعدد تنقیدیں کیں ہیں۔ الامام اطمسند نصر باللہ کا عہد امامت ۳۲۷ھ تک۔ سدھ راج جے سنگھ سو لنگی جو گجرات کا راجہ تھا۔ اس کی پیدائش بمقام پالپنور ۱۰۹۱ھ میں ہوئی جب اس کے باپ کرن نے وفات پائی تو یہ صرف تین سال کا بچہ تھا۔ اس کی ماں سنیل دیوی کی طرف سے حکومت کرتی تھی۔ جس وقت اس کو حکومت ملی تو وہ دودھ پیتا بچہ تھا۔ ۱۰۹۲ھ سے ۱۱۳۳ھ تک حکومت کی۔ اس لحاظ سے امام مستنصر کی وفات اور راجہ کی تخت نشینی دونوں ایک ہی سال ۱۱۳۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس لئے یہ واقعہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے میرے خیال میں تطابق اس طرح ممکن ہے کہ یہ واقعہ کم از کم یوں ہو سکتا ہے کہ امام موصوف کے عہد میں لاہور احمدیہاں بغرض تبلیغ آئے ہوں اور دو لڑکے یہاں سے لجا کر تعلیم و تربیت کے بعد واپس آئے۔ تبلیغ کا کام ان کے ذریعے سے انجام دیا ہو گا۔ اس کے بعد امام موصوف کا انتقال ہو گیا ہو گا۔

۱۱۳۳ھ راجہ نالا گجراتی ۳۱۵ھ

اس راوی نے ابتدائی عہد سدھراج اور آخری عہد الامام المستنصر کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ راوی
 یہ بتاتا ہے کہ شروع سے آخر تک دونوں کا عہد ایک ہی ہے۔ چنانچہ اس کی تائید
 بیان سے ہوتی ہے کہ بعض لوگوں نے داعی عبداللہ کی آمد ۱۰۶۶ھ تحریر کی ہے۔ اس صورت
 سلسلہ صاف ہے یہی داعی عبداللہ بھیم دیو کے اسخری عہد میں تشریف لائے اور تبلیغ
 میں مشغول ہو گئے۔ راجہ کرن کے بعد جب سدھراج تخت نشین ہوا۔ تو اس کے عہد میں تبلیغی جدوجہد
 کے نتائج برآمد ہوئے۔ پھر یہی راوی آگے چل کر لکھتا ہے کہ ۱۱۳۳ھ تک اس مذہب کی
 شاعت اور نفوذ میں کوئی بات خارج و مانع نہ ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے جو
 تبلیغی جدوجہد ہوئی اس میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ۱۱۳۳ھ (جو سدھراج کے
 عہد کا متوسط زمانہ ہے) سے آسانی ہو گئی (اس مالا جلد دوم دیکھو پوروں کا حال) مردم
 ہے کہ بھاریل اور تارمل دو وزیروں کا پتہ کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔ اس لئے امکان ہے
 راوی نے اس معاملہ میں غلطی کی ہو۔ گزارش یہ ہے کہ اول تو ہندوؤں میں تاریخ لکھنے کا
 رواج ہی نہ تھا۔ چنانچہ کوئی کتاب اس وقت تک قدیم زمانہ کی تاریخ گجرات کے متعلق دستیاب
 نہیں ہوئی۔ بجز ایک رتن مالا کے، اور وہ بھی ناقص اور مبالغ ہے۔ دوسری بات یہ
 ہے کہ بھاٹ یا بعض تاریخ نویسوں کا ہند میں یہ دستور تھا کہ جو بادشاہ یا اراکین میں سے
 ان کے خیال میں ناقابل ہوتا اس کا یا تو ذکر ہی نہیں کرتے ہیں۔ یا فقط اس قدر لکھتے ہیں کہ فاکتہ کرتے

۱۱۳۳ھ میں آئے۔ یہ زمانہ بھیم دیو سونلکی کا ہے۔ مگر خود ہی آگے چل کر امام المستنصر کے عہد کی
 روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہیں کہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ ایسی صورت میں بھارمل اور تارمل کو قدیم تاریخ ہند کے اوراق میں تلاش کرنا چاند پکڑنے سے زیادہ وقت نہیں رکھتا، اس کے علاوہ راجہ کے مختلف قسم کے ذرا ہوتے ہیں۔ مثلاً وزیر اعظم، وزیر جنگ، وزیر مال، وزیر بحری وغیرہ، بہت کم ہے کہ بھارمل اور تارمل معمولی وزیر ہوں اور وزیر اعظم کوئی دوسرا ہو۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ غالباً یہ دونوں بحری چونگی (محمول) کے وزیر ہوں گے۔ اور اسی سبب سے ان کا نام آنا جانا زیادہ ہوتا تھا۔ سدھراج کے دو وزیروں کا نام گجراتی تاریخوں میں سامتو اور سنجال ملتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا اصل نام بھارمل اور تارمل ہو۔ ایک فوہ سدھراج ایک ملکی معاملہ میں غلطی کرنے سے سامتو سے ناراض ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اسی طرح دنیا کے بیزار ہو کر اس جدید مذہب میں داخل ہو کر روح کو تسکین دی ہو۔ چینی کتابوں میں ایک اور وزیر کا نام ملتا ہے۔ جو سدھراج کی آخری عمر میں وزیر اعظم تھا، جس کا نام "باہرٹ" تھا جو مگر ہے تغیر زبان سے "بھار" ہو گیا ہو۔ اور پھر لوگوں نے "مل" اس پر اضافہ کر دیا ہو۔ کیونکہ بھارمل اور تارمل گجراتیوں کے نام اس عہد میں نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ کچھ اور سندھیوں ہوتے تھے۔ اغلب ہے کہ یہی شخص ہو جس کو مومنین نے بھارمل کہا ہو۔ لیکن سدھراج جے کے اسلام کے متعلق معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ کیونکہ وہ عام طور پر بہت پکا ہندو تھا۔ اور اس لئے سدھراج کا خطاب اس کو دیا گیا تھا۔ اور تمام تاریخین جو موجود ہیں۔ اور جن مذہب

عہ منتزع الاخبار قلمی، اور ملی منڈی مصنفہ سیدی صفی الدین میں سدھراج جے کے اور بھارمل جی کو متحد اور ایک ہی شخصیت قرار دی ہے۔ جس سے پیدگی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ میرے خیال میں ان دونوں مصنفوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔

یوں سے بھی اس کا ہندو ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ شاید سدھراج جو ایک عادل راجہ تھا۔ اور
 راجہ مملکت کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ اس لئے ہر مملکت کا آدمی یہی سمجھتا تھا کہ یہ راجہ میرے ہی مذہب
 ہے۔ ان مبلغین اسلام کے ساتھ بھی اس نے فیاضانہ برتاؤ کیا ہوگا۔ اور ان کے تبلیغی کاموں میں
 راجہ سے رکاوٹ نہ ڈالی ہوگی۔ بدیں سبب ان نو مسلموں کو ایسا ہی معلوم ہوا ہوگا۔ کہ ہمارے
 آپ میں داخل ہے۔ جیسا کہ اکبر بادشاہ کا حال تھا۔ جس کو ہندو، چینی، پارسی، عیسائی سب اپنے
 نئے مذہب کا آدمی سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ محمد عوفی جس کی مشہور کتاب جامع الحکایات ہے۔
 نے سدھراج کے متعلق بہت سی حکایات نقل کی ہیں۔ لیکن اس نے تبدیل مذہب کے متعلق
 کب لفظ نہیں لکھا ہے۔ حالانکہ وہ خود بھی محب اہل بیت (شیعہ) تھا۔ اور کچھ عرصہ تک
 بابت میں مقیم بھی رہا تھا۔ لیکن عوفی کا اپنی کتاب میں قطب علی امام مسجد کا واقعہ خود اس بات
 ناہد ہے کہ سدھراج کو ضرور کوئی خصوصیت کھنباہت کے مسلمانوں سے تھی۔ اور اسی لئے قاضی
 ساتھ خود کھنباہت آکر اس نے تحقیقات کی۔ اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ یہ سب
 میں ایسی تھیں کہ جن کے اظہار سے ملک میں بد امنی کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ ملک کا کثیر حصہ ہندو
 آدمی پر مشتمل تھا۔ بدیں وجہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے ضرور تھا کہ اگر سدھراج
 تبدیل مذہب بھی کر لیا ہو تو بھی اس راز سے لوگوں کو بے خبر رکھے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ
 سکتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا لیکن تقیہ سے مخبر ہندو بنا رہا۔ اس مالاکا روایت میں متعدد
 نظریاں نظر آتی ہیں، اول تو ۵۳۳ھ میں امام مستنصر باللہ تھے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کا ہندو ۴۲۶ھ
 ہے۔ دوم یہ بھی غلط ہے کہ اس مذہب کا پہلا شخص یعقوب نامی ہے۔ جس نے اس زمین
 قدم رکھا۔ تاریخی تحقیقات سے ثابت ہے کہ چوتھی صدی کے وسط سے سندھ و گجرات میں
 سرقسہ کے لوگ اپنے کام میں مصروف تھے۔ بلکہ اسماعیلیہ فرقہ کے لوگ ملتان اور منصورہ

پر قابض ہو گئے تھے۔ چنانچہ العزیز باللہ متوفی ۳۸۶ھ کے حکم سے جابر بن شیبان نے ماہ
 اور سندھ پر قبضہ کر لیا، جس کا خاندان سلطان محمود غزنوی تک قابض رہا۔ ابن شیبان
 متعدد راجوں کو شکست دے کر ان کے ملک پر قبضہ کیا۔ ایک اہل خودی مسلمان ہو گیا۔ غالباً
 کی لڑکی سے اس نے شادی کر لی۔ ملتان کا مشہور بُت خانہ اسی نے تباہ کر دیا۔ بعض مؤرخین
 نے ان کو قرا سطر اور کسی نے۔ ملاحدہ لکھا ہے۔ لیکن بشاری مقدسی جو چوتھی صدی کے آخر
 سندھ آیا تھا۔ اس نے صاف صاف لکھا ہے کہ یہاں کی حکومت مصر کے ماتحت ہے
 کے کاظمی ائمہ کا حکم یہاں جاری ہے۔ ان کی اجازت بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ بلکہ اسماعیلی
 میں لکھا ہے کہ سندھ سے ائمہ فاطمین (خلفاء فاطمین) کی خدمت میں سالانہ تحائف بہ کثرت
 آتے تھے۔ اور ایک دفعہ جب تمام دنیاے اسلام کے دعاۃ جمع ہوئے تو سندھ کا داعی
 تھا۔ اور اس نے سوال کیا کہ ہم میں اور امام میں کیا فرق ہے۔ جواب دیا گیا کہ یوں تو برابر
 لیکن فرق مفید اور مستفید کا ہے۔ ایسی صورت میں یہ یاد کرنا کس قدر مشکل ہے کہ۔ یعقوب
 اس مذہب کا پہلا شخص ہے جو منہد آیا۔ ۴۰۱ھ میں محمود غزنوی کی فتح ملتان کے بعد کثرتاً
 گجرات چلے آئے تھے۔ جو راجہ کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔ بات یہ ہے کہ داعیوں
 بہت سے مدارج ہیں۔ اس وقت تک گجرات میں جس قدر آئے ہوں گے۔ وہ سب مرد
 دعوت کا کام کرتے ہوں گے۔ غالباً مولانا احمد پہلے داعی ہیں۔ جو سرکاری طور پر امر
 کا اختیار حاصل کر کے گجرات آئے۔ اور اعلانیہ دعوت کا کام شروع کیا۔ مجالس سید
 زوایت بدیں سبب بھی معتبر ہے کہ اس کی تائید منتشر اخبار سے بھی ہوتی ہے۔
 صاحب سندہ رسائل بھی اسی کا مؤند ہے۔ دوسرے "صاحب البیت ادزی بما فیہ" (صاحب
 آدمی اپنے گھر کا حال خوب جانتا ہے) کے مطابق بھی اسی کو صحیح ماننا چاہیے۔ لیکن

دیوں کا جو حال ہوتا ہے وہ یہاں بھی ظاہر ہے۔ اس لئے مبالغہ سے قطع نظر کے اصل مواد
 طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جیسا کہ شیخ فیض اللہ بھائی شیخ لقمان جی نے اپنی تصنیف
 میں کیا ہے۔

۱۷ ان کی تصنیف آدم جی پیر بھائی کے مقدمہ ۱۳۲۲ھ سے پہلے کی ہے۔ اور ملاما صاحب کی اجازت
 سے تحریر کی گئی ہے۔

فہرست البیان ہند مع مختصر حالات

نمبر	اسماء ولاق ہند	سندوفات	مدفن	کیفیت
۱	مولائی احمد	۱۰ محرم	کھنباٹ	آپ مصر سے یمن ہو کر گجرات تشریف لائے دو غیر مسلم لڑکوں کو مصر لے جا کر تعلیم دی واپسی گجرات پر ان دونوں کے توسط سے اسلام میں تمام عمر مصروف ہے۔
۲	مولائی عبداللہ	یکم محرم تقریباً بعد ۵۳۶ھ	کھنباٹ	آپ ان دو لڑکوں میں سے ایک ہیں جن مولائی احمد مصر سے واپس لائے۔ اور آپ تبلیغ سے راجہ جے سنگھ، وزیر تارمل اور بھارل و دیگر اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ سیدی و مولائی احمد کی قبر پر چوگا ہے۔ وہ سیٹھ قائم علی طیب علی صاحب کھنباٹ کا تعمیر کردہ ہے۔ اور مولائی عبد کی قبر پر گنبد تعمیر کردہ خان صاحب سیٹھ غلام عباس صاحب بن غلام علی بن قائم رئیس کھنباٹ کا ہے۔ اس پر جو قدیم کتبہ اس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

اسماء و اولاد ہند	سند و نقات	مدفن	کیفیت
			<p>ہذا قبر الداعی مولائی عبداللہ و ہوا اول من قام بالدعوۃ باموالامام۔ المستنصر باللہ داعی داعی الجزائر ثلاث، فقد اللہ اکثر اهل الهند و بصاحبہ مولائی احمد و کان لہما نزو فی عصر جہ سنگہ سدہ راج و قد استجاب لہما و اسلم ذالک بین ما سنہ ۴۶۵ و سنہ ۴۸۶ و بین سنہ ۵۲۷ وفاتہ قدس اللہ و نور روحہ و ضریحہ فی الاول من شہر محرم الحرام۔</p> <p>یہ قبر بھروں کے قبرستان میں بلندی پر واقع ہے۔ سنگ مرمر کا کام اچھا ہے۔ قدیم عمارت کے عوض جدید گنبد بعد سیدنا طاہر سیف الدین تعمیر سوا ہے۔ ساتھ ہی فاتحہ خوانی اور عرس کے لئے جماعت خانہ بھی ہے۔ نیم کے درختوں کے نیچے بچیوں بھی مسافروں کے آرام کے لئے رکھی ہیں۔ صبح کے وقت عموماً عورتیں اور شام کو مردوں کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اس پاس کی زمین بھی خرید لی ہے۔ پرنسپال جگہ ہے۔ برسرِ بانیں قدیم کتبہ ہے</p>

نمبر	اسماء و اولاد ہند	سنہ وفات	مدفن	کیفیت
۳	اجے پال عرف مولائی یعقوب بن بھارل	۵۶۶	پٹن	اور دیوار کے پاس جدید۔ مولائی احمد کی قبر پر گنبد ہے، وہ سیدنا برہان الدین کے عہد ہے۔ آپ کی قبر سنی قبرستان کے وسط میں ہے۔ قبر پر عالیشان گنبد ہے۔ جماعت خانہ ساتھ ہے۔ چھت پر سے بڑا پُر لطف نظارہ نظر ہو جاتا ہے۔ صحن کے نیچے ٹانگہ ہے۔ جو بر پانی سے بریز رہتا ہے۔ ایک گوشہ میں بشکل بناویا ہے، جہاں سے پانی نکال کر استعمال ہیں، قبر پر آپ کی وفات کی تاریخ ۱۰ محرم لیکن ۱۶ محرم کو عرس ہوتا ہے، یہ جگہ پہلے سمند قریب تھی اور اب دور ہو گئی ہے۔ افسوس کہ وفات تحریر نہیں ہے۔ آپ تمام عمر تبلیغ میں مصروف رہے۔ دعاۃ یمن کے ذریعہ مومنین کا حال لگا وقت پاس ارسال فرماتے رہے۔ آپ کی قبر میں ایک قبر مولائی یعقوب کے نام جو مشہور ہے سُنیوں کے قبضہ میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ مو

اسماء و لاء ہند	سزوفات	مدفن	کیفیت
			<p>موصوف دہلی سے آئے تھے۔ ایک تاریخ میں مولانا یعقوب کا سندھ سے آکر پٹن میں فوت ہونا مذکور ہے۔ ان کی ایک مسجد بھی تھی۔ جہاں تفسیر کا درس دیتے تھے۔ ممکن ہے کہ سندھ سے دہلی ہو کر آئے ہوں اور دونوں ایک ہی ہوں بہر حال بوہرے مدعی کہتے ہیں کہ یہی قبر مولانا یعقوب بن بھار مل کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب آپ کا انتقال بعد نکار پال سوننگی ہوا۔</p>
مولانا امحاق بن یعقوب	۵۸۸ھ	پٹن	<p>آپ کا انتقال بعد بھیم دیو ثانی (سوننگی) ہوا ہے۔</p>
مولانا علی بن مولانا امحاق بن یعقوب		پٹن	
شیخ ابراہیم بن یوسف		سردھپور	<p>آپ کے حالات معلوم نہیں ہوئے۔ کوکب فلک میں لکھا ہے کہ نہردالہ کے باشندے تھے، ہند کے والی رہے۔ سردھپور میں انتقال فرمایا۔</p>

نمبر	اسماء و اولاد ہند	سن وفات	مدفن	کیفیت
۷	مولائی حسن پیر بن ملا علی	تقریباً ۸۱۳ھ	دینال	آپ اپنے وقت کے بڑے علامہ تھے آپکی علمی شہرت دور دور تھی۔ تکمیل تعلیم کے آپ کو سدھپور بھیجا گیا۔ جب دالی ہند انتقال ہو گیا تو آپ ہند کے دالی ہوئے پٹن میں منتقل قیام فرمایا۔ آپ کے کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ مظفر شاہ اول کا تاتا خاں جو ناصر الدین محمد شاہ اول کے نام سے تخت نشین ہوا تھا، ایک دن تلامذہ قرآن کے وقت یہ آیت اس کی نظر سے گزری

۷ مولائی حسن پیر کا انتقال مسلمہ طور پر محمد شاہ تاتا خاں کے بعد ہوا (۸۱۳ھ) عام داؤدی
مورخین مولائی حسن پیر سے پہلے مولائی علی۔ پھر مولائی اسحاق پھر مولائی یعقوب کا ذکر کرتے ہیں
اس طرح کل چار پشتیں ہوتی ہیں۔ حالانکہ ۵۵۶ھ سے ۸۱۳ھ تک تقریباً اڑھائی سو برس
صرف چار پشتوں کا ہونا کسی طرح عقل میں نہیں آتا۔ اس لئے قرینہ یہ چاہتا ہے کہ دالیوں
اور نام تحریر سے مورخین کے رہ گئے۔ تلاش سے صرف ایک نام ابراہیم بن یوسف کا ملا۔
مگر سنہ معلوم نہیں۔ سدھپور میں وفات پانے سے قیاس ہوتا ہے کہ بناؤ احمد آباد
سے پہلے کے تھے۔

کیفیت	مدن	سذفات	اسماء و لاء ہند
<p>ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا علیہا لا تفتح لہم ابواب السموات ولا ید خلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وکذا لکن نجر المجرمین ۵</p> <p>اس کے معانی علماء دربار سے دریافت کئے مگر تسلی نہ ہوئی کسی شخص نے سیدی حسن پیر کا پتہ بتایا کہ آپ اہل علم میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور دریائے علم کے شناور ہیں۔ چنانچہ آپ کو دربار میں طلب کیا گیا۔ اور آیت کریمہ کا مفہوم دریافت کیا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ علماء دربار علمی طریقہ سے اس آیت کا مفہوم بتلا چکے ہیں۔ مگر بات اس کے ذہن نشین نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ نے عملی پہلو اختیار کیا۔ اور فرمایا کہ جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ تا تا ر خاں نے اجازت دی آپ نے فرمایا کہ ایک شرط میری مان لیں تو جواب کا سمجھنا سہل تر ہو جائے گا۔ یعنی میرا درویشانہ لباس آپ زیب فرمائیں۔ اور شانہ لباس میں پہن کر</p>			

نمبر	اسماء و اولاد ہند	سندھیات	مدن	کیفیت
				<p>تحت پر مٹیوں۔ تانا رخاں نے قبول کر کے تبدیل لباس کیا۔ اور ادب سے تحت کھڑا ہو گیا۔ معاً اس کا ذہن معنی کی طرف منتقل ہوا، پھر مولائی حسن پیر نے تشریح غزور اور تکبر کی برائی اور اطاعت خدا، رخصت اور علماء کی فضیلت بیان کی۔ تانا رخاں خوش ہوا۔ اور اس نے بڑی عزت افزائی کی۔ آپ پھر تبدیل لباس فرما کر واپس تشریف لائے۔ تانا رخاں کی نسبت روایت مشہور ہے کہ آپ سے بڑی رکھتا تھا۔ اور اسی بنا پر اس نے پٹن کا "پیران پٹن" رکھا جو آج تک مشہور ہے عزت افزائی کے سبب آپ کے حارس جلے، اور عداوت پر کربانڈھی۔ لیکن جب تانا رخاں زندہ رہا آپ کا کوئی کچھ نہ کر سکا آپ استاد شہ کہلاتے تھے اور مومنین با کو پیران شاہ کہتے جو آج تک مشہور ہے۔</p>

اسماء و لاء ہند	سزوات	مدفن	کیفیت
			<p>تاتار خاں کے دفات پاجانے پر حاسڈوں کو موقع ملا، اور دینمال جاتے ہوئے آپ کو شہید کر ڈالا۔ یہ واقعہ تقریباً ۸۱۰ھ سے ۸۱۳ھ تک کا ہے (ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو کوئی تزارقوں نے مال کی طمع سے شہید کیا، جہاں آپ شہید ہوئے اسی جگہ آپ کا مقبرہ ہے۔ یہ مقام موضع دینمال کے قریب بنا ہوا ہے۔ اور کسبونی اسٹیشن سے چھ میل دور ہے۔ اور گائیکواڑ سرکار کے ماتحت ہے۔ آپ کا مقبرہ ہمہ قدیم سے بنا ہوا تھا، موجودہ دائی شمس الدعاء سیدنا ابو محمد طاہر سیفی ^{الدین} کے عہد میں تین لاکھ کے حرف سے تجدید عمارت کی گئی ہے، اس پاس زائرین کے لئے خوشنما عمارت بطور مسافر خانہ کے ہے، اور پانی کے لئے بوزنگ بھی کی گئی ہے۔ جس سے شب و روز فوارہ کی طرح پانی جوش مارتا رہتا ہے۔</p>

سہ کوکب فلک

نمبر	اسماء و حلاقہ ہند	سند و ذات مدفن	کیفیت
			لوگ بکثرت فاتحہ خوانی اور زیارت کے جاتے ہیں۔
۸	ملا آدم بن سلیمان	۱۳ صفر ۸۲۵ھ	احمد آباد شجاع الدین ملا آدم بن سلیمان بن مسعود نہروالہ ٹپن میں پیدا ہوئے۔ اور اسی جگہ کئی تکمیل کی۔ سپدی حسن پیر کے وقت آپ احمد آباد کے عامل ہو کر آئے۔ ۸۱۳ھ کے بعد والی ہند مقرر ہوئے۔ آپ بڑے صاحب علم و فضل تھے۔ اور احمد آباد پہلے والی ہیں۔
۹	ملا حسن بن ملا آدم	۸۸۳ھ	احمد آباد حسن نام، حام الدین لقب، تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ غالباً ۸۲۵ھ والی ہند ہوئے۔ احمد آباد میں قیام تھا۔ میں ملاراج آپ کے طرف سے عامل آپ نے دو داعیوں کا عہد پایا۔ اول علی شمس الدین بن عبداللہ فخر الدین، دوسرا سید نادریں عماد الدین۔ آپ کے عہد کا واقعہ ملا جعفر ٹپنی کا ہے۔ غالباً ۸۲۶ھ

اسماء و اولاد ہند	سندوفات	مدفن	کیفیت
			<p>۸۲ھ میں ملا جعفر ٹپن سے احمد آباد آئے، اور سیدی ملاحسن کے مدرسہ میں داخل ہوئے ایک برس تعلیم حاصل کرنے کے بعد یمن چلے گئے اور تین برس کے بعد سیدنا علی شمس الدین کے تعلیم حاصل کر کے واپس آئے۔ مگر چونکہ اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اس لئے امور دینی کا سرانجام دینے کے مجاز نہ تھے تاہم بھروسہ و غیرہ میں نماز باجماعت پڑھا دی، سیدی ملاحسن نے اس پر مواخذہ کیا۔ ملا جعفر کو یہ بات ناگوار گزری، شب ہی کو احمد آباد سے روانہ ہو گئے اور ٹپن پہنچ کر نقص میثاق کیا۔ اور اسماعیلیہ بوہروں کے خلاف وعظ شروع کیا۔ غالباً علماء اہل تسنن اور اراکین دولت سے مل کر اس کام کو انجام دیا۔ گو کہ ملا جعفر کا انتقال ہو گیا۔ مگر آپ کو تمام عمر اس کاوش اور جدوجہد میں بسر کرنا پڑا کہ کسی طرح تفرقہ کی بنیاد محو ہو جائے آپ ہی کے زمانہ میں سینا اور یمن نے یمن سے</p>

نمبر	اسماء و ولایات ہند	سیرت و وفات	مدفن	کیفیت
۱۰	ملا جعفر بن خواجہ محمد بن اسحاق		احمد آباد	ایک سقہ کو نماز باجماعت ادا کرنے کی اور عطا فرمائی جس کی تعمیل کی گئی۔ سلطان بیلگڑہ کے عہد میں وفات پائی۔ یہ عجب ہے کہ آپ اور اس عہد کے داعی سیدنا طویل العمر ہوئے۔ اور ساتھ ہی اس ملک بادشاہ نے بھی۔ ۵ برس سلطنت کی ملا جعفر بن خواجہ کا کچھ حال معلوم نہیں صرف اسقدر ملا کہ وہ ہند کے والی تھے اور احمد آباد میں وفات پانے سے معلوم ہوتا کہ بنائے احمد آباد کے بعد والی ہوئے۔
۱۱	ملاراج بن حسن بن آدم	۲۹ محرم تقریباً ۹۱۸ ۹۱۸	احمد آباد	آپ بڑے فاضل اجل تھے، صاحبوں کا بڑا کارخانہ آپ کے زیر اہتمام تھا۔ آپ والی کے عہد پر سرفراز ہوئے تو پھر چلائے رہے۔ جعفریہ کا اس وقت تھا اور سرجک اسماعیلی بوہروں کے خلاف کارروائی میں مصروف تھے، اسماعیلیوں کے لئے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ آپ ترقی

اسماء و اولاد ہند	سزوات	مدفن	کیفیت
			<p>دھن سے خدمت مذہب ملت میں مشغول رہے۔ دشمنوں کے سبب دن کے وقت خانہ نشین رہتے اور رات کے وقت قیروں کا لباس پہن کر بھیک مانگتے ہوئے محلوں میں گھومتے، اور چوبھیک دینے کے لئے نکلتے، لطائف الجیل سے ان کو فہمائش کرتے، اور دلائل سے ان کو واپسی ملت پر آمادہ کرتے۔ اس طرح سے عمر بھر خدمت کرتے گزیری۔ انھیں دونوں بادشاہ کے پاس خراسان کے سلطان نے تین سرسونے کے بھیج کر دریافت کیا کہ سب سے قیمتی سرسونا ہے؟ اہل دربار متحیر تھے کیونکہ تینوں ایک وزن۔ ایک ہی شکل و صورت اور ایک ہی قسم کے سونے کا تھا، کسی نے آپ سے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سونے کا امتحان مد نظر نہیں ہے۔ بلکہ عقل کا ہے، جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو آپ کو طلب فرنا کر اصل حقیقت دریافت کی۔ آپ نے پانی منگوا یا اور ایک سر کے کان میں ڈالا جو دوسرے</p>

نمبر	اسماء و اولاد ہند	سندوفات	مدفن	کیفیت
			<p>اپنی قبر پر سپور کے پوسر ہرستان میں ہے۔ ۲۹ حرم کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ ہرستان تک اپنی لاش خوش روح بن داؤد کبیر زنی اٹھا کر لے گئے۔</p>	<p>کان سے نکل گیا۔ پھر دوسرے کے کان سے نکل گیا۔ پھر تیسرے کے کان سے نکل گیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ بے پرواہ ہے۔ ایک کان سے سنتا ہے۔ کان سے نکال دیتا ہے۔ دوسرا جو سنتا ہے دوسروں سے کہہ دیتا ہے۔ سرب سے زیادہ قیمتی ہے جو سنتا ہے سینہ میں محفوظ رکھتا ہے۔ اس کیفیت کو کر کے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور آپ نے عزت افزائی فرمائی۔ دربار کے وہ لوگ جو اس حقیقت کو معلوم نہ کر سکے تھے، آئندہ آپ سے حد رکھنے لگے اور پھر طرح طرح کے الزامات آپ پر لگائے اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے۔ کسی نے آپ کو جادوگر کسی نے بد مذہب قرار دیا۔ غرض کہ لوگوں کی وجہ سے گرفتار کئے گئے۔ اور دوسرے دن شہید ہوئے۔ میزاتی خیال ہے کہ شہادت</p>

بر	اسماء و اولاد ہند	سندوفات	مدفن	کیفیت
				<p>زیادہ تر مقلدین ملا جعفر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ نفس بادشاہ وقت کو اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں ہے۔ کیونکہ اسماعیلیوں کے بھی بڑے دشمن تھے جو ہر جگہ ان کے برخلاف تبلیغ میں مصروف تھے بعض مورخوں نے اس واقعہ کو اس الذہب کہ سیدی بلحسن پیر کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن قدیم مؤرخ خوج بن ملک نے ملاراج ہی کے متعلق تحریر کیا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ سیدی حسن پیر کا زمانہ مظفر شاہ اول اور تاتار خاں کا ہے۔ اور ان دنوں میں گجرات کی سلطنت ابھی مستقل اور مضبوط نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے خراسان ایران، مصر، عرب وغیرہ سے ان کے روابط قائم نہیں ہوئے تھے، محمود بگڑہ پہلا بادشاہ ہے جس کے روابط غیر ممالک سے مستحکم ہوئے۔ اور یہ بادشاہ آپ کا ہم عصر تھا۔ اور داعی وقت سیدنا حسن بن ادریس تھے۔ لیکن خراسانی سفیر محمود کے آخری عہد میں اور مظفر دوم کے ابتدائی سلطنت میں پہنچا ہے اس لئے یہ واقعہ اسی عہد کا ہونا چاہیے۔</p>

ایسی اہم میں ایک بڑے عالم اور فاضل بے بدل ملارا جہ بن داؤد بن محمد بن عیسیٰ بن احمد
۹ صفر ۸۷۱ھ میں بمقام احمد آباد ولادت ہوئی۔ اور دوسرے ہی سال ۸۷۲ھ میں والد
وفات پانچاڑے کے سبب بیٹی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ محمد حنفی بن محمود المقری حنفی سے صرف
مطلق، عروفتی و غیرہ کی کتابیں پڑھیں اور ان سے بے حد علمی فائدہ اٹھایا۔ پھر مخدوم بن
حنفی سے معانی اور بیان اور محمد بن تاج حنفی سے ہیئت اور کلام کی تعلیم حاصل کی۔ بڑے
اور ذہین تھے۔ علوم و فنون میں کامل دستگاہ تھا۔ شعر سے بھی ذوق رکھتے تھے، خود بھی
۸۹۲ھ میں اپنے بھائی تقاسم اور چچا کے ساتھ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ پھر
گئے، مکہ جب واپس آئے تو علامہ محمد سخاوی سے الیقین الحدیث کی شرح پڑھنے
کی جو تبریک اللہ تک ختم ہو گئی پھر علامہ سخاوی نے ان کو اپنے ہاتھ سے اجازت نامہ
دیا۔ قیام مکہ میں ایک عالم سے ملاقات ہو گئی، جو ان دنوں ایک کتاب تصنیف کر رہے
تھے۔ اور ملارا جہ کو ایک ایک خبر پڑھنے کے لئے دیتے تھے۔ ملارا جہ پڑھ کر اس کی
لکھ ڈالتے۔ اس کا طرح میں عسکت کتاب کی متن ختم ہوئی۔ اسی دن شرح بھی
پہنچی۔ جب یہ حال اس عالم مصنف کو معلوم ہوا۔ تو آپ کی ذہانت اور علمیت کا بے
ان پر پڑا۔ اور ملا صاحب کے بہت مداح ہوئے۔ احمد آباد واپس آکر اشاعت علوم میں
مشغول ہو گئے، درویشانہ لباس میں رہتے۔ ۹۱۶ھ میں بعد سلطان مظفر
سفر آیا۔ کچھ علمی مسائل بھی لوگوں سے دریافت کئے، کسی نے ملارا جہ کا پتہ بتایا۔

۱۰ صفر ۹۱۶ھ میں ملارا جہ کا پتہ بتایا۔ کسی نے ملارا جہ کا پتہ بتایا۔
۱۱ صفر ۹۱۶ھ میں ملارا جہ کا پتہ بتایا۔ کسی نے ملارا جہ کا پتہ بتایا۔

ملنے آیا۔ درویشاںہ صورت اور سیرت دیکھ کر پہلے تو گھبرایا، پھر جب علمی گفتگو ہوئی اور اس
 سوال کے جواب باقاعدہ ملانے دیا۔ تو بے حد متاثر ہوا۔ مظفر شاہ سے جب ملا تو اس نے بڑی
 بات دلائی کہ ایسا بڑا علامہ تمہارے شہر میں موجود ہے، اور تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔
 اسی علماء کو اس سے بڑا حسد پیدا ہوا پھر کراچی سے ایک فتویٰ لکھا کہ مظفر شاہ دستخط کراہے
 اس فتوے کے ذریعہ وہ شہید کر ڈائے گئے۔ قتل گاہ سے آپ کی لاش میاں تاج
 الدین کپرونجی نے اٹھائی اور سرسپور، احمدآباد کے بوسرے قبرستان میں دفن کئے گئے۔
 کے مزار پر یہ نام درج ہے۔ "مولائی راج ابن حارثہ ابن محمد رجب شنبہ ۸۳۵ھ"
 سی طرح صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو یہ عہد احمد شاہ اول کا ہے۔ اور اس کے عہد میں کوئی
 غیر ممالک کا گجرات میں نہیں آیا۔ کیونکہ اس عہد میں گجرات کی سلطنت ایسی مشہور اور باعرب
 ہی کہ غیر ممالک کے بادشاہ اپنے سفر بھیجتے۔ "یاد ایام" کے مصنف نے ۹۰۴ھ
 قات تحریر کی ہے۔ اس لئے ان کی موت ۹۱۶ھ کے بعد ہونی چاہئے۔ یہ عہد محمود بیگڑہ کا
 ہے، اور ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ لیکن اس صورت میں خراسانی سیر کا قصہ چسپاں نہیں ہوتا ہے۔
 نو الاسع کے مطالعہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملاراجہ بن داؤد بن محمد بن عیسیٰ کوئی دوسرے
 عالم تھے جو قطعاً شیوہ بوسرہ نہ تھے۔ میرے خیال میں اشتراک نام کے سبب سے سمجھنے میں
 مغالطہ ہوا ہے۔

۱۰۔ ستر مسائل کے مصنف نے افسوس ہے کہ ان الزامات کو تحریر نہ کیا جس کی بنا پر یہ شہادت وقوع میں آئی۔

نمبر	اسماء و اولاد ہند	سندوفات	مدفن	کیفیت
۱۲	ملا جعفر بن ملا راج	۲۶ ربیع الاول ۹۲۶ھ معزول ہوئے	احمد آباد	اس کے بعد والی ہند آپ ہوئے۔ آپ کا فضل میں لاجواب تھے۔ اپنے بزرگ با طرح تبلیغ میں مصروف رہے۔ اور جہاں ممکن ہو سکا جعفریوں کو اسماعیلی بنانے مصروف رہے۔ آپ کے زمانہ میں بھی جعفر بڑا کافی زور رہا۔ اکثر لوگ ترقی میں آئے۔ راجہ اور ان کی رفیقہ محترمہ زلیخا بانی جو مرہ سے احمد آباد آگئے تھے، پھر واپس مورہ بنی اور اپنے قدیم پیشہ نوریانی میں مصروف ہوئی والی کی طرف سے وہاں کے عامل مقرر ہوئے کچھ عرصہ کے بعد ذرا امن ہوا تو اپنے لڑکے ملا داؤد بھائی کو احمد آباد کے مدرسہ میں کر دیا۔ جو چند برس میں فاضل اجل ہو کر واپس گئے۔ اور اپنے والد کے انتقال کے

۱۲ کو کب فلک میں آپ کا نسب اس طرح تحریر ہے۔ مولائی جعفر بن مولائی راج بن مولائی جعفر

ہابیل المعروف بہ سید بن حسن پیر بن علی بن عبداللہ

اسماء و اولاد ہند	سندوفات	مدفن	کیفیت
			ان کی جگہ عامل موہنی کے ہوئے۔ سیدی ملاح جعفر بن ملاراج کے عہد میں متعدد سلاطین گجرات ہوئے، سلطان مظفر دوم متوفی ۹۳۲ھ سلطان سکندر متوفی سنہ مذکور، سلطان محمود دوم سنہ مذکور، سلطان بہادر شاہ متوفی ۹۴۳ھ، سلطان محمد شاہ فاروقی سنہ مذکور۔ یمن کے آخری داعی نے جب سیدنا یوسف نجم الدین سدھپوری کو اپنا جانشین ۹۴۶ھ میں بنایا تو سیدی ملاح جعفر اپنی ولایت سے معزول ہوئے یہ واقعہ سلطان محمود ثالث کے ابتدائی عہد کا ہے۔ لیکن آپ کی وفات ۲۶ ربیع الاول ۹۸۱ھ میں ہوئی۔ عزل کے بعد آپ سیدنا یوسف کے ساتھ یمن تشریف لے گئے تھے۔
سیدنا جلال بن حسن	۹۸۴ھ	سرسپور احمدآباد	آپ سیدنا یوسف نجم الدین قس کے یمن جانے کے بعد والی ہند ہوئے اور تقریباً ۲۲-۲۳ برس تک امدد دعوت انجام دیتے رہے۔
سیدنا قاسم زین الدین	۱۰۵۴ھ	احمدآباد	آپ ۱۰۴۲ھ میں سیدنا علی شمس الدین یمنی آخری داعی یمن کے عہد میں ہند کے والی رہے۔

باب پوتھا

بھرا یا بوہرا

اس مالا گجراتی میں لکھا ہے کہ بھاٹ لوگوں کا خیال ہے کہ احمد شاہ اول کے عہد برہمنوں اور مہاجنوں کو مسلمان بنایا گیا۔ وہی بوہرے کہلائے۔ کیونکہ ان لوگوں نے عہد کے ساتھ بیوپار (بیوپار یعنی تجارت) شروع کر دیا۔ اس سبب سے ان کو بیوپارے اور استعمال سے بوہرے کہنے لگے۔ اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہ اول قبل ان کا وجود نہ تھا۔ حالانکہ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ بوہرے اس سے قبل گجرات موجود تھے۔ سلطان احمد شاہ کے دادا مظفر شاہ کے عہد میں شیخ احمد کھٹو جب احمد شاہ کے قریب سرکھیج میں تشریف لائے تو سب سے پہلے ایک بوہرے کے گھر میں مقیم ہوئے اور اس سے بھی قبل عہد تعلق میں ابن بطوطہ جب گنہار پہنچا ہے تو راجہ کے علاوہ کے سردار کے لڑکے بھی استقبال کے لئے آئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھرا کے اس وقت موجود تھے۔ اور منظم تھے۔ کیونکہ ان کا ایک سردار تھا۔ اور لوگ اس کے اسم میں تعمیل کرتے تھے۔ تاحی نور اللہ شوستری متوفی ۱۹۱۹ء نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آج کل تین سو برس قبل اس مذہب کا ایک فاضل اجل "ملا علی" نامی وارد ہند ہو کر لوگوں کو

۱۵ جلد اول ص ۱۵۰ ۱۵ دیکھو ملفوظات محمود ایرجی ص ۱۵۰ رطلہ ابن بطوطہ ص ۱۳۰ مصر۔

تبلیغ اس مذہب میں داخل کیا۔ اور اسی عہد سے یہ لوگ ہند میں پھیلے۔ اور ان
 ارکھنانت میں ہے۔ میرے خیال میں دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔ اولیٰ تو پھر سے اس
 بہت پہلے (۱۱۵۰ء) ہند میں آچکے تھے۔ جیسا کہ مجالس سیفیہ اور دیگر کتب سے معلوم
 ہے۔ چنانچہ کمار پال پتھر مولفہ ^{۱۱۵۰} سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹپن اور دیگر کام میں
 بے کثرت تھے۔ اس تحریر سے بھی مجالس سیفیہ کی تائید ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ ملا علی قلی
 نے کہا ہے کہ کوئی مبلغ آیا ہو۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ سرکاری طور پر داعی کی حیثیت سے
 سے پہلے گجرات میں مولائی احمد تشریف لائے۔ اور آپ کے ساتھ مولائی عبداللہ اور...
 امی نور الدین شریک کار رہے۔ بھراچی ملباری کا خیال یہ ہے کہ بومرے دراصل ہند
 ۔ اور اسی سبب سے ابھی تک ان میں بعض ہندو عقائد اور رسم و رواج موجود ہے۔
 انچہ پوروں کے نسلی بھائی "ماڑواڑا، راجپوتانہ اور صوبجات متحدہ میں آباد ہیں۔ اور وہ
 دو بومرے کہلاتے ہیں۔ مسٹر آرنلڈ اپنی بہترین کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ ^{۱۱۵۰} اور
^{۱۱۳۰} کے درمیان مسلمان ہوئے۔ کیونکہ شمالی گجرات کے ہندو راج انہل واڑا پٹن
 شیعہ داعیوں (مبلغوں) کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ غالباً کئی نسلیوں میں وہاں
 سلام پھیلا ہوگا۔ ان بیانات سے یہ بات تو صاف ہو گئی کہ یہ قوم (بومرہ) از حد دراز سے
 مسلمان ہے۔ اب صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ (۱۱) بومرہ یا (بھرہ) کے معنی کیا ہے۔ (۱۲) ہند میں
 ب آئے۔ (۱۳) کیا یہ سب نو مسلم ہیں؟۔ اس مالا کا بیان اوپر لکھ چکا ہوں کہ چونکہ

۱۱۵۰ مجالس المؤمنین جلد اول - ۱۱۵۰ گجرات اینڈ گجراتی ص ۲۸۹ - ۱۱۵۰ پرچنگ آف

اسلام ص ۲۲۵ -

ان نو مسلموں نے عرب سے بیوپار شروع کر دیا۔ اس لئے ان کو بیوپار سے (اوپر)
 بوہرے، کہنے لگے۔ میر نور اللہ شوستری متوفی ۱۰۱۹ھ نے لکھا ہے کہ "یہ لوگ (بھرہ) اپنا
 حرفت اور تجارت کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ لفظ "بوہرہ" خود اپنے معنی پر دلالت کرتا
 جس کے معنی ہندی میں تاجر کے ہیں۔ احمد آباد میں ایک صاحب محمد صدیق واعظ
 ۱۰۲۱ھ تھے۔ جو میر نور اللہ شوستری کے تقریباً ہم عصر ہیں۔ ان کے برادر نے ایک کتاب
 لکھی ہے کہ اس کے حاشیہ پر ہے "هو مشتق من البھرہ وھی الاستعمال فی

والشرا فی التجارت والکسب یعنی بواہر بوہرہ سے نکلا ہوا ہے۔ جو تجارت

اور خرید و فروخت میں مستعمل ہے۔ تاریخ مرات احمدی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور اس کے
 نزدیک بھی تاجر ہی کے معنی ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ یہ لفظ کس زبان کا ہے۔

ہے یا ہندی ہے۔ بوہرہ (بھرہ) لفظ ہندی ہونے کی صورت میں تو تجارت اور تاجر کے معنی
 ہوں گے۔ جیسا کہ راس مالہ اور آزاد بلگرامی نے لکھا ہے جو خود سنسکرت اور ہندی

بڑے عالم اور شاعر تھے۔ بعض لوگوں نے "بوہ راہ" بمعنی صراطِ مستقیم اور بھور

ابہت راستے) یعنی مختلف قبیلوں کا مجموعہ۔ اور بھرے "اونٹوں کی قطار کے معنی لکھا۔

جس سے مراد غالباً تاجر ہی ہوں گے۔ اور بھراج بمعنی دورانہ لیش بھی لوگوں نے لکھا

عربی لغت قاموس میں ہے "بھراء قبیلہ" و بھرتا بالضم بنو احمی المدینہ

بالیمامہ اور صواح میں ہے کہ بھراء قبیلہ از قفعاہ۔ پس ممکن ہے کہ یہ لفظ عربی

جیسا کہ نرمانہ والے (بھرتا) اور وئی اللہ اور کم کوڑی والے خاندان کے لوگوں کا دعویٰ۔

طائف اور مدینہ سے ہم آئے ہیں۔ ۳۰۳ء میں مسعودی بھڑوچ اور کھنباست آیا ہے۔
 اس نے لکھا ہے کہ چے مور کے بندرگاہ (متصل بھڑوچ) میں علاوہ بغداد و بصرہ کے دس ہزار
 بیسکا "مسلمان ہیں۔ اور بیسیر کا کے معنی لکھتا ہے کہ ان لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو
 ہند میں پیدا ہوئے۔ قاموس میں ہے "والیاسر کا جیل بالسند لیستاجرہم النوا
 ربتہ العدرہ والواحد" بیسری۔ یعنی بیاسرہ سندھ میں ایک قوم ہے
 ان کو ناخدا کرایہ پر دشمنوں سے لڑنے کے لئے لیتے تھے۔ اس کا واحد "بیسری" ہے۔
 من ہے کہ ابتدا میں جو تاجر جنابوں پر ان لوگوں کو نوکر رکھ کر ہندوستان آتے ہوں۔
 ان کو بھی بیاسرہ کہنے لگے ہوں۔ اور پھر یہ لفظ صرف ان کے لئے مستعمل ہونے لگا جو عرب سے
 کہیں یاں مقیم ہو جاتے ہوں اور رفتہ رفتہ ان کی اولاد (یعنی ہند میں پیدا ہونے والے) کے لئے
 فصوص ہو گیا ہو۔ اس کی مثال دوسری زبانوں میں بھی موجود ہے۔ برمی زبان میں ایک
 لفظ "کلا" ہے۔ اس کا اصلی تلفظ "کولا" بضم کاف ہے۔ جس کے معنی "تیر کر آنے والا"
 کے ہیں۔ یعنی سمند پار ہو کر جو شخص آیا ہو۔ مراد اس سے غیر ملکی لوگ ہیں۔ ابتدا میں یہ لفظ
 بر غیر ملکی کے لئے استعمال کرتے تھے۔ جب انگریزوں نے برما پر قبضہ کیا تو پھر ان کے
 لئے ایک لفظ۔ جو ایجاد کیا۔ اور کلا (کولا) ہندوستانیوں کے لئے اور بعض اوقات
 صرف مسلمانوں کے لئے مستعمل ہونے لگا۔ اس طرح ممکن ہے کہ کثرت استعمال سے
 بیسیرہ، بوسرہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ گجراتی میں "س" اور "ک" کا اکثر تبادلہ ہوتا ہے۔
 جیسے سارو۔ ہارو۔ ڈوسا سے ڈوہا، کنارا سے "کنھارا"۔ میرے ایک دوست نے

۱۰۵ء یوگ احمد آباد میں مقیم ہیں ۱۰۵ء قاموس جلد اول ۱۰۵ء سفرنامہ برہما ص ۱۰۵ء محبوب المطالع دہلی

اس لفظ کی تو ایک دوسری توضیح کی ہے۔ یعنی یہ لفظ دراصل گجراتی ہے۔ اور دو لفظ سے مرکب ہے "بے" اور "سرا" گجراتی زبان میں "بے" کے معنی "دو" کے ہیں اور "سرا" کے معنی "بے" کے ہیں۔ یعنی دو سرا والا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک عرب اور دو سرا ہندی کے ملاپ سے ایک شخص پیدا ہوا ہو۔ جس طرح ایران میں مولدین تھے۔ یا آج کل اینگلو آڈین۔ چنانچہ آج بھی بعض شخص کی تحقیق کرنی ہوتی ہے۔ تو گجراتی میں بلا تکلف کہہ دیتے ہیں۔ کہ "بے سرا" ہے۔ بہرہ بومرہ کے معنی عام تاجر کے ہوں۔ یا عرب سے (پیامہ) آنے والے تاجر کو کہتے ہوں۔ یا قبیلہ قحطانی سے تعلق رکھتے ہوں۔ ہر صورت میں بلا تفریق مذہب و نسل زیادہ تر مسلم تاجر کے استعمال ہوا۔ اور عرب تاجروں کا ہند میں آنا پہلی صدی ہجری سے ثابت ہے۔ بلاذری نے محمد بن قاسم کی فتح سندھ کا سبب ہی عرب تاجروں کے جہاز کالٹ جانا بتلایا ہے۔ سلیمان بصری اور ابو زید سیرانی نے اپنے سفر ناموں میں کھنابت، بھرتج، اچے مور، گندھارا، تھانہ، سو پارہ میں بہ تعداد کثیر مسلمان عرب تاجروں کا رہنا بیان کیا ہے۔ یہ دونوں تیسری صدی کے وسط میں آئے تھے۔ چوتھی صدی کے ابتدا میں سعودی آیا ہے۔ اس نے صرف ایک مقام پر دس ہزار مسلمانوں کی آبادی لکھی ہے۔ ابن حوقل، اصطخری، بشاری وغیرہ نے بھی مسلمانوں کی آبادی کے متعلق لکھا ہے۔ بعض مبلغین کی آمد کا بھی پتہ چلتا ہے کہ پشاور میں ایک قبر نور الدین ستاگر (ست گورو) کی موجود ہے۔ جن کی وفات ۳۸۶ھ میں ہوئی جو لفظ لایوت سے ظاہر ہے۔ یہ ایک اسماعیلی مبلغ تھے جو سات امام کی تبلیغ کرتے تھے۔ آج بھی کثیر تعداد آپ کے مقلدوں کی موجود ہے۔ غالباً یہ خشکی کی راہ سے ملتان

۱۰۶ بلاذری فتح سندھ ۳۸۶ کتاب الہند والسند پیری ۳۸۶ سعودی جلد دوم مصر

سندھ ہو کر گجرات آئے ہوں۔ اور یہ سب فتح گجرات سے پہلے کے ہیں۔ پھر ان شواہد کی بنا پر
 رب تاجروں (بوہروں) کا ساتویں صدی سے پہلے بلکہ پہلی ہی صدی میں آنا یقینی ہے۔ اور
 ان میں کمی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور ان کی آمد و رفت، اور عرب سے تجارت اس
 وقت تک قائم رہی۔ جب تک پرتگیزیوں نے بحر ہند پر قبضہ کر کے ان کا آنا جانا بند نہ کر دیا۔
 جیسا کہ تحفۃ المجاہدین میں تفصیل مذکور ہے۔ اب صرف ایک ہی سوال حل طلب ہے کہ کیا یہ سب
 نو مسلم ہیں؟ اس کے متعلق مولف اس مالا و دیگر لوگوں کی رائے اس سے قبل تحریر کر چکا ہوں
 جن کا خیال یہ ہے کہ یہ سب نو مسلم ہیں۔ مولانا آزاد بلگرامی نے بھی لکھا ہے کہ۔ "والاصل ان
 اسلاف البواہر جدید اسلا^{۱۰۴۱}۔ اور صحیح یہ ہے کہ بوہروں کے آباد اجداد نو مسلم تھے۔
 لیکن اس عہد جدید میں ایسے شواہد میرے نظر سے گزرے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان
 صحیح نہیں ہے۔ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ "کم کوری" خاندان کے بوہروں میں (جو احمد آباد میں
 مقیم ہیں) ایک صاحب محمد صدیق داعظ متوفی ۱۰۴۱ھ گزرے ہیں۔ یہ بڑے پایہ کے عالم
 تھے ان کی ایک تفسیر اور دوسری "تنبیہ الجہال" مشہور کتاب ہے۔ ان کے بہائی محمد صالح
 نے رسالہ "صدق اللہ" تحریر کیا ہے۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ شیخ احمد قریشی
 مدینہ سے کھنباہت میں تشریف لائے، اور یہاں مقیم ہو گئے۔ ان کے لڑکے یعقوب سے
 نسل بعد نسل اس وقت تک (۱۰۴۱ھ) سلسلہ جاری ہے۔ حاشیہ پر پورا نسب نامہ درج
 ہے۔ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اور پھر عدنان تک ملتا ہے۔ اسی طرح سے نرمہ والے (بوہر)
 (مقیم احمد آباد دسورت) اس بات کے مدعی ہیں کہ اصل طائف سے یہ لوگ آئے۔ ابتداء تجارت

۱۰۴۱ھ سبختہ الطرحان ۱۰۴۱ھ بمبئی ۱۰۴۱ھ یہ قلمی کتاب کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔

کے سلسلہ سے ان کا آنا جانا ہوتا رہا۔ اور پھر بندر سورت میں مقیم ہو گئے۔ اور آخر میں احمدی
 منتقل ہوئے۔ ان میں بعض بڑے علامہ بھی گزرے ہیں۔ جیسے ملا عبدالشکور صاحب جن کے
 شاہ عالم۔ اور محمد شاہ کے عہد میں تو بیگمہ زمین بطور مدد معاش عطا ہوئی تھی۔ اور فرخ پور
 کے عہد میں احمد آباد سورت، برودھ، بھروچ، کھنباٹ سے مختلف قسم کے ٹیکس معاف
 کئے گئے۔ حاجی عبدالرحمن صاحب نرمہ والے۔ راوی ہیں کہ آج سے تیس چالیس برس پہلے
 ان کے خاندان کے بعض افراد طائف میں موجود تھے۔ ولی اللہ (پوہرے) کا خاندان بھی اسی
 طرح مدینہ یا جدہ سے آیا ہوا ہے۔ جن کے آباؤ اجداد اپنے عصر کے بہترین علماء تھے۔ مولانا
 نور الدین اور مولانا عماد الدین اور مولانا ولی اللہ کا علمی پایہ بے حد بلند تھا۔ تجارت کے ساتھ ساتھ
 ان کی علمی درگاہ احمد آباد کے لئے باعث فخر تھی۔ مولانا عماد الدین المعروف ۱۱۵۵ھ کا مزار آج
 اس جگہ ہے جہاں تیلیا مل واقع ہے۔ آپ کے پاس بڑا کتب خانہ تھا۔ اسی جگہ ایک مسجد میں
 درس دیتے تھے۔ یہ مسجد ابھی تک موجود ہے۔ مرہٹہ کے عہد میں اندرون فیصل متصل کالوپور دروازہ
 چلے آئے۔ اور اسی جگہ ایک مسجد میں وہیں رہنے لگے۔ حال میں ان کی اولاد میں سے سیٹھ عبدالقادر
 ولی اللہ نے اس مسجد کی مرمت جدید طور پر کرائی ہے۔ اور اب اس مسجد کو "ولی اللہ کی مسجد" کہتے
 ہیں۔ خاندان ولی اللہ کی چند قبریں بھی دروازے کے متصل موجود ہیں۔ وفات کے دن فاتح خوانی
 اور پھول چڑھانے میں بہریدھ کو مثنوی مولوی روم کا درس ہوتا تھا۔ اور خود ولی اللہ اور عماد الدین
 جیسے علامہ روزگار اس کو انجام دیتے تھے۔ جب اس خاندان سے علم حقیقی جانا ہا تو یہ کام دوسرے

سے یہ دونوں فرمان ابھی تک نرمہ والوں کے پاس موجود ہیں۔ اور میں ان کا شکر گزار ہوں کہ نہایت فراخ دلی
 سے اپنے خاندان کے تمام دستاویز مجھے دیکھنے کا موقع نہایت فرمایا۔

خاندان کو سپرد ہوا۔ چنانچہ آج کل اسی خدمت کو مولوی خوب میاں صاحب انجام دیتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ مولوی محمد خوب میاں بن شمس الدین عرف حاجی میاں بن محمد میاں بن محمد عثمان بن محمد قاسم بن محمد یحییٰ بن محمد امین بن محمد عارف فاروقی۔ محمد یحییٰ صاحب آپ کی چھٹی پشت میں ہیں۔ اس لئے تاریخی قواعد کے مطابق تقریباً بارہویں صدی کے آخر میں رب سے ہند تشریف لائے۔ لیکن مولوی خوب میاں صاحب کا خیال ہے کہ ۲۱ سو برس پہلے یعنی گیارہویں صدی میں آپ کا خاندان ہند پہنچا۔ بہر حال مولانا یحییٰ صاحب بڑے عالم، فاضل اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ مولانا یحییٰ اور ان کے صاحبزادے مولانا قاسم کی قبر کالو پوڑی کیٹری واڑ باغ مسجد میں ہے۔ چونکہ تدریس کا مشغلہ ہمیشہ جاری رہا۔ اس لئے لوگ آپ کو "اخوند" کہتے تھے۔ چنانچہ آج تک اس خاندان کے افراد آخوند جی کے نام سے مشہور ہیں۔ مولوی محمد خوب میاں صاحب کے جد امجد، مولوی محمد میاں صاحب احمد آباد کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ متعدد پیرزادے، اور کئی بجاہ نشین اور بعض امراء کبار آپ کے ثنا گردی پر فخر کرتے تھے۔ قاضی شہر بھی فتووں میں آپ سے مشورہ لیتے۔ مثنوی مولانا روم دلی اللہ کی مسجد میں ہر چہار شنبہ کو، اور ہر جمعہ کو صبح کو حضرت محمد امین خم نشین رسول نما کی مسجد میں (جو پیر خری کی مسجد کے نام سے مشہور ہے) معالم التنزیل کا وعظ، سلسلہ بہ سلسلہ آپ کے خاندان میں اس وقت (۱۳۵۰ء) تک کرتے آئے ہیں۔ قاضی علی کی مسجد میں ایک مدرسہ بھی جاری تھا جو ابھی حال میں مسلمانوں کی بے دلی کے باعث بند کر دیا گیا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے صوفی صافی حضرت غلام محمد منصور صاحب کے خلیفہ مولوی محمد میاں صاحب ہوئے۔ اور ان کے خلیفہ حاجی میاں صاحب ہوئے۔ جن کا ۲۸ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور آپ اس فرض کو ان کے لائق فرزند مولوی محمد خوب میاں صاحب انجام دیتے ہیں۔ آپ لاہور کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور

خدام الصوفیہ پنجاب کے تمغہ یافتہ۔ عظیم خوب کہتے ہیں اور طبابت کا مشغلہ رکھتے ہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا خاندان بوہرہ کہلاتا ہے۔ شیخ فاروقی ہونے کا مدعی ہیں اور عرب

آنا اپنا ظاہر کرتا ہے۔ ولی اللہ کا مدرسہ اور کتب خانہ عرصہ ہوا کہ برباد ہو گیا۔ البتہ ان کے کتب خانوں
کی بقیہ کتابیں درگاہ حضرت پیر محمد شاہ کے کتب خانہ میں بطور وقف موجود ہیں جن میں
بعض اس وقت نایاب ہیں۔ ولی اللہ خاندان کے اسماء جو اس وقت تک دستیاب

ہیں۔ ان میں سے آخری نام نور الدین بن محمود ہے۔ جو محمود بیگڑے کے ہم عصر معلوم ہو
ہیں۔ ممکن ہے کہ یہی پہلے شخص ہوں جو عرب سے آئے ہوں۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے

بہت پہلے وارد گجرات ہوئے ہوں۔ اس خاندان میں مختلف قسم کے تبرکات موجود ہیں۔
موسے مبارک۔ نقش قدم، غلاف مبارک، آیت الکرسی میں قرآن مجید کامل اور مختصر

بزرگان دین کی قلمی تصویریں، جو اپنے فن کے لحاظ سے لائق قدر ہیں۔ اور روایات خاندانی
کے اعتبار سے قابل یادگار۔ اسی طرح رانذیر والوں کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ سفاح عباسی

(۱۳۲ھ) کے عہد میں مومن قبیلہ کوفہ سے بغرض تجارت رانذیر آیا۔ اور پھر اس کا قبیلہ یہاں
ہو گیا۔ اس لئے رانذیری اپنے آپ کو تو مسلم نہیں سمجھتے ہیں بلکہ عربی النسل خیال کرتے ہیں۔

سب آج بھی بوہرہ سے کہے جاتے ہیں۔ عبدالغنی صاحب محتسب اور شیخ قاضی اصح الدین
میں مکہ سے آئے اور پٹن میں مقیم ہو گئے۔ ان کا خاندان آج بھی بوہرہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح

سورت، بھروچ، کھنانت وغیرہ میں متعدد خاندان ایسے ہیں جو بھڑہ ہیں۔ مگر اپنے خاندانی
عرب سے آنا تسلیم کرنا یا تحریر سے ثابت کرتے ہیں۔ آزاد بلگرامی نے علامہ محمد بن طاہر ثنی کے

سہ گجرات اور بوہرہ قوم مصنف محمد عارف داغلی رانذیری

لکھا ہے کہ ان کے پوتوں میں سے شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوبکر متوفی ۱۱۳۸ھ مفتی بکر مغلطہ
 تھے۔ ان کی تالیفات میں سے چار جلدیں فتاویٰ کی ہیں۔ ان کے استاد شیخ عبداللہ
 انصاری مکی شافعی تھے۔ مفتی موصوف کے انتقال پر استاد نے جو مرثیہ لکھا ہے۔ اس کے
 ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ محمد بن طاہر صاحب کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک
 پہنچتا ہے۔ اس کے بعد آزاد بلگرامی نے اس کی ترویج اس طرح کی ہے کہ ان کو نو مسلم
 قرار دیا ہے، اور اس کی تائید میں نور اللہ شوشتری کا کلام نقل کیا ہے، جس کی ترویج
 ان کے ہم عصر محمد صدیق واعظ کے بھائی کی کتاب سے ثابت کر چکا ہوں۔ اور لفظ شیخ
 کو جوہیہ آزاد بلگرامی نے یہ کی ہے کہ ہند میں ایسا دستور ہے کہ جو شخص نو مسلم ہوتا ہے وہ
 اپنے آپ کو شیخ صدیقی کہتا ہے۔ کیونکہ تصدیق اسلام میں اس نے صدیق اکبر کی تقلید کی۔
 لیکن یہ جوہیہ ہندوستان کے بعض نو مسلم خاندان کے متعلق تو صحیح ہے۔ مگر کلیہ کے طور پر اس
 کا استعمال میرے خیال میں قطعی غلط ہے۔ راجپوتوں کے ہزاروں خاندان نو مسلم اس وقت بھی موجود
 ہیں جو اپنے کو راجپوت ہی کہتے ہیں۔ کوئی بھی شیخ صدیقی اپنے کو نہیں کہتا۔ میرے خیال میں شیخ
 کہنے کا اصل سبب یہ ہے کہ عرب میں ہمد قدیم سے یہ دستور چلا آ رہا ہے (اور اب بھی موجود ہے)
 کہ خاندان کے سب سے بڑے کو شیخ القبیلہ اور اختصار فقط شیخ کہا کرتے تھے۔ بلکہ آج بھی ہر
 بڑے شخص (عالم، مرشد وغیرہ) کو یا شیخ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ عام طور سے صاحب علم یا
 صاحب ثروت ہوتے تھے اس لئے ان کی دینی و دنیاوی وجاہت کو مد نظر رکھ کر لوگوں نے لفظ
 شیخ ان کے ساتھ استعمال کرنا شروع کیا جس کو خود لوگ بھی قبول کر کے اپنے ناک کے

ساتھ لکھنے لگے۔ اس کے علاوہ اسماعیلی لوگوں میں دینی مہدوں کے لئے جو خطابات مقرر

ان میں سے ایک "شیخ" بھی ہے۔ جس کو فخریہ اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں۔ اور غالباً

اسی سے علامہ علام علی آزاد جیسے لوگ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اکثر مقامات کے بھرے

دبھرے، خصوصاً داؤدیہ فرقہ کا خط و خال ہندوستانی خط و خال سے بالکل مختلف

بعض مقامات کے بوہروں میں عربی خون کی جھلک نمایاں طور سے معلوم ہوتی۔

ان کی عورتوں کا چہرہ مہرہ، نوک پلک، خط و خال، رنگ، روپ یہ سب شاید عادل

کہ مصر اور یمن کے جلاوطنوں کی آخری یادگار ہیں۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر میں اسماعیلی

عرب سندھ پر قابض ہو گئے تھے۔ محمود غزنوی نے جب سندھ پر قبضہ کیا تو بڑی توجہ

سندھ سے ہجرت کر کے گجرات پہنچ گئی۔ ۵۶۵ھ میں جب صلاح الدین ایوبی کا مصر

مکمل قبضہ ہو گیا۔ اور مذہب اسماعیلی کے عوض شافعی مذہب کی ترویج شروع ہوئی۔ تو انکا

لوگوں کی ایک بڑی تعداد یمن اور گجرات میں آکر آباد ہو گئی۔ ۹۲۶ھ میں جب یمن پر زیدوں

قبضہ ہو گیا۔ اور زیدوں نے مذہبی زواداری نہیں برتی۔ اور ترکوں نے بھی اس کی پرواہ نہیں کی

تو داؤدیوں نے نہ صرف مرکز دعوت یمن سے تبدیل کر کے گجرات کو بنایا۔ بلکہ بعض خاندان

لوگ بھی گجرات پہنچے جن کی معقول طور پر یہاں دستگیری کی گئی۔ اور اپنی حالت کو درست

کرنے کا کافی موقعہ دیا گیا۔ یہ تمام تاریخی شہادتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ بوہروں کی آبادی

میں ایسا عنصر موجود ہے جو قدیم الاسلام ہے۔ اور غیر منہدی ہے۔ چنانچہ محمد امین

(۱۲۰۰ھ) نے لکھا ہے کہ

۱۰ تاریخ سندھ مصنف عبدالحلیم شرر جلد ۲

بوہرہ الخ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ
بوہرہ قدیم الاسلام ہیں۔

جب مصر سے ان کی (فاطمی) سلطنت چھٹی
صدی میں ختم ہو گئی۔ تو یہ لوگ وہاں سے
نکل کر یمن میں آ گئے۔ اور پھر وہاں سے ہند
میں آئے اور اسی جگہ رہ پڑے۔

اب بعض باتیں البتہ غور طلب ہیں۔ احمد آباد میں بعض بوہروں کے خاندان ایسے بھی ہیں جن کا
ن (خاندانی لقب) خان ہے۔ اور جو نسلاً افغان ہیں۔ اس کے علاوہ گجرات، کاٹھیاواڑ، دکن
رہ کے علاقہ میں اور خصوصاً گاؤں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے کو بوہرہ (بوہرہ) کہتے ہیں۔
یاجر نہیں ہیں۔ بلکہ کاشتکار، پرہیزگار، راجپوت کوئی دشمنی نہیں۔ تو اصل یہ ہے کہ درحقیقت
لوگ نو مسلم ہیں۔ اور بلاشبہ نو مسلم ہیں۔ یہ وہ نو مسلم ہیں جن کو بوہرہ مبلغین نے دعوت اسلام
کے کراپنے میں شامل کیا جیسا کہ مجالس سینئیر اور دیگر کتب میں تحریر ہے۔

مذاہبن مدنی بھی اس کی تائید کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

پھر یمن سے ہند (گجرات سندھ) چلے آئے،
اور اسی جگہ وطن بنالیا۔ اور ہندوؤں کو دعوت
اسلام دی۔ تو ایک بڑی تعداد مسلمان ہو گئی۔

منہ رحلوا الی الهند ووطنوفیہ و
عواجموس الہندی مذہبہم فتبعہم خلق
یہرون۔ وعل من یعنیہم آزاد

ہ ما شید سجتہ المرجان و ۲۵ م بینی

بلگرامی بقولہ . انہم اسلمہ منذ ثلاثمائة
 سنہ . انہم اللذین اسلموا علی ید
 البوہرقۃ المهاجرین من الدیار المصریۃ
 اور شاید آزاد بلگرامی نے نو مسلموں کے ضمیر
 کو مراد لیا ہے جس کی نسبت لکھا ہے کہ تین
 برس سے مسلمان ہیں جو مصری ہاجرین
 بوہروں کی تبلیغی کوشش سے مسلمان ہوئے

میرے خیال میں گزیمیر نے جو کچھ لکھا ہے اور دیگر کتب مثلاً راس مالا وغیرہ میں نو مسلموں
 کی جو روایت درج ہے ان سب کا مطلب یہی ہے اور ان کو بوہرہ کہنے کی وجہ یہ تو یہ ہوگی کہ
 آباؤ اجداد پہلے تجارت کرتے ہوں گے پھر بعد میں ان کے اخلاف نے اپنا اپنا نیا شغل
 کر لیا ہوگا جیسا کہ آج بھی بعض مصری خاندان (بوہرہ) کے لوگ ڈاکٹر، پیرسٹر، پروفیسر وغیرہ
 ہو گئے ہیں۔ مگر پھر بھی بوہرہ کہلاتے ہیں۔ اور یہ کہ چونکہ یہ سب لوگ عموماً بوہرہ کے ہاتھوں
 مسلمان ہوئے اور اکثر نو مسلموں کو ان لوگوں نے اپنے میں جذب کر لیا اس لئے علی العموم
 نو مسلم کو اس عہد میں بوہرہ کہہ دیتے ہوں گے۔ جیسا کہ یورپ میں "مور" کا لفظ ہے کہ مور
 کو مور کہتے تھے، کیونکہ ابتدا میں مسلمان مراکش سے یورپ گئے تھے، یا ہندوستان میں ترک
 کا لفظ ہے، کہ مغلیہ خاندان سے پہلے ہر مسلمان کو ہندو "ترک" کہتے تھے۔ حالانکہ ہندوستان
 میں مسلمان سب ترک نہ تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شمالی ہند میں ہندوؤں نے ہر مسلم کو ترک
 اور جنوبی ہند میں ہر مسلم کو بوہرہ کہہ دیا۔ اور سہولت کے سبب ان دونوں لفظوں نے عوام میں قبول
 حاصل کر لی۔ اور اسی لئے خوبہ بمعنی ٹھاکرا اصل لفظ خواجہ ہے جو فاطمانہ اور تاجرانہ حیثیت سے
 آئے بلکہ سندھ سے تبلیغ کرتے ہوئے آئے۔ نہ ترک کہلائے اور نہ بوہرہ بلکہ خوبہ (خواجہ) ہی رہے

۱۱۳ کتاب مذکور

باب پانچواں

فصل اول (پٹن)

چونکہ تفریق دعوت کی ابتدا پٹن ہی سے شروع ہوئی۔ اس لئے مناسب
انہل واڑہ پٹن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مختصر تاریخی زمانہ بھی درج کر دیا جائے۔ عام تاریخوں
 میں درج ہے کہ بن راج بانی پٹن کا ایک ساتھی رباردی (چراواہا) انہل نامی تھا جس کے انتخاب
 پر یہ زمین پسند کر کے آباد کی گئی۔ اور اسی کے نام سے انہل واڑہ موسوم ہوا، پھر عربوں نے اپنے
 ہجرت میں اس کو نہروالہ کر ڈالا۔ تمام عربی تاریخوں میں بھی نام درج ہے۔ آخر ہی غنہ میں لوگ اس
 کو عرف پٹن کہنے لگے۔ کیونکہ ہندوؤں کی اصطلاح میں راجدھانی یا بڑے شہر کو پٹن کہتے ہیں۔
 یوہروں کی روایت کے مطابق سیدی حسن پیر کے نام پر محمد شاہ تاتار خاں نے اس کا نام
 پیران پٹن رکھا۔ لیکن عام مسلمانوں کے خیال کے بموجب پیروں کی کثرت اور مزارات کی زیادتی
 کے سبب پیران پٹن کہتے ہیں۔ گوہر راجپوتوں میں سے خاندان چاڈرا، اور سولنگی کے بعد باگھیلا
 لوگوں نے یہاں حکومت کی مسلمانوں میں سے سب سے پہلے ۴۱۶ھ میں محمود غزنوی نے
 بھیم دیو کو شکست دے کر پٹن پر قبضہ کیا۔ اس کے چلے جانے پر بھیم دیو قابض ہو گیا۔ ۵۹۱ھ
 میں قطب الدین ایبک نے پٹن پر حملہ کر کے فتح کیا۔ مگر تاوان جنگ وصول کر کے واپس گیا۔ ۵۹۳ھ

۱۱۵ خاتمہ مرثیہ احمدی ص ۱۱۵ کلکتہ

میں دوبارہ پٹن پر جنگ کر کے قابض ہوا۔ اور ایک نائب مقرر کر دیا۔ لیکن خانہ جنگی میں ضرور
 ہو جانے کے بعد اس طرف کافی امدادی فوج نہ بھیج سکا اس لئے دوبارہ راجہ پٹن کا قبضہ
 ہو گیا۔ ۶۹۰ھ میں علاؤ الدین خلجی نے راجہ کرن باگھیلا کے وزیر مادھوی کی استدعا پر ان علاقوں
 کو فتح گجرات کے لئے بھیجا۔ جس نے شکست دے کر گجرات کو ممالک مقبوضہ میں شامل کیا۔
 خلجیوں کے بعد اس پر تغلق کا قبضہ ہوا، خاندان تغلق کا آخری بادشاہ محمود تغلق کے
 عہدِ آخر ۸۱۰ھ میں نہروالہ کی سلطنت آزاد ہو گئی۔ اور مظفر خاں سابق وائسرائے، سلطان
 مظفر شاہ کے نام سے پٹن کو راجدہانی بنا کر تخت نشین ہوا، دراصل نہروالہ دو حصوں میں
 منقسم ہے۔ اول قلعہ، دوسرا شہر، پٹن کا حصہ بیرون حصار بھی اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ
 میلوں تک اس کی آبادی چلی گئی تھی پٹن کی دیرانی گوا عتماد خان (گجراتی بادشاہوں کا آخری وزیر
 کے وقت سے ہی شروع ہوئی کیونکہ بار بار فوج کشی اور حملہ کے سبب لوگ دوسری جگہ آباد ہو گئے
 اور غلیہ عہد میں اس کو کچھ ترقی تو ہوئی، مگر تنزل کی رفتار رک گئی۔ اس کی اصلی دیرانی مرٹھوں
 کے وقت سے شروع ہو کر آج انتہا کو پہنچ گئی۔ اس وقت اس پر قبضہ گانگوار مرٹھوں
 کا ہے۔ قلعہ کا ایک برج اور تھوڑی سی دیوار سلامت ہے۔ جس کے نیچے ایک مندر نو تعمیر
 باقی قدیم پٹن کی ایک اینٹ بھی سلامت نہیں ہے۔ اور ہر جگہ دیران ہو کر زرخیز زمین ہو گئی
 ہے کھیتوں میں کہیں مقبرے، کسی جگہ گورستان، کوئی جا کسی عمارت کی دیوار نظر آتی ہے
 جیسا کہ مشہور بھی ہے۔ اور آبادی بھی ندی کے دوسری جانب تک پھیلی ہوئی تھی۔ سونکی
 خاندان کا مشہور فرمان روا سدھراج نے قلعہ کے سامنے ہی سہلنگ تالاب لاکھوں روپے
 کے خسرتج سے تیار کرایا تھا۔ جو افسوس ہے کہ بھگیا۔ اس کے ایک حصہ میں حضرت رکن الدین
 حضرت فرید الدین گنج شکر کا مزار ہے جو سلطان احمد بانی احمد آباد کے مرشد ہیں۔ لوگ فاتحہ خوانی کے

لئے اکثر جاتے ہیں۔ وسط میں ٹیکری پر قطب بی بی کا روضہ مسلمانوں میں مشہور ہے۔ اور نزدوں
 میں اور کچھ، مگر قیاس چاہتا ہے کہ احمد آباد کے کانگریہ تالاب میں نکلنے باڑی کے طرح کوئی
 پرفضا شرفین ہوگا۔ کنارے پر سید حسین صاحب کا مزار ہے۔ اس تالاب کے پڑھو جانے
 پر بھی چاروں طرف اس کے احاطہ کی بلندی موجود ہے۔ قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر رانی کا پاؤ
 ہے۔ جو بہت مشہور ہے۔ یہ بھی بزرگیتا تھا، حال میں بڑودھ اسپتال کی طرف سے کچھ حصہ درست
 لرایا گیا ہے۔ جس سے عرف اس قدر حفاظت ہوگئی ہے کہ اچانک کوئی اس میں گر نہیں سکتا۔ اس
 ڈاؤر باؤلی کا پانی کم نہیں ہوتا۔ برسات کا بھی پانی اس میں اکڑ جمع ہوتا ہے۔ کھانسی، نزلہ
 وراثی قسم کی بیماریوں کی شفا سمجھ کر اس پانی کا ہندو بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ میرا خیال
 ہے کہ اس کے نیچے کسی چشمہ کا سوت ہے جس کے باعث پانی کم نہیں ہوتا۔ پٹن کے
 دسکے جانب خان سرور کا مشہور تالاب ہے جو خان اعظم سرور خان غوری کا تیار کیا ہوا
 ہے۔ جو علاؤ الدین خلجی کے عہد میں یہاں تھے۔ یہ اس وقت اگرچہ بے مرمت ہے۔ پھر بھی
 پانی سے بھر رہتا ہے۔ اور لوگ نہاتے ہیں، کپڑے دھوتے ہیں۔ جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔
 شہر نپاہ اور تالاب کے درمیان قبرستان ہے۔ اس میں ایک قبر سلطان حاجی ہود کی
 ہے۔ جن کی نسبت مشہور ہے کہ کرن سوتلی کے عہد میں آئے اور راجہ کو مسلمان بنایا۔ تاریخ
 الاولیاء میں بھی یہ لکھا ہے مگر ان کی آمد کی تاریخ "یلوچ الشمس" ۲۵۲ھ سے نکلتی ہے
 اور یہ عہد بھیم دیو کا ہے۔ اور شیخ اللہ ۵۲۶ھ "تاریخ وفات ہے جو سدھراج جے سنگھ
 کا عہد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھیم کے عہد میں آئے اور سدھراج کے عہد میں وفات پائی۔

۱۱۷ خاتمہ مرآة احمدی ص ۱۱۷ کلکتہ

اس سے کچھ دور ایک مقبرہ ہے۔ جس میں مختلف قسم کی مقبروں کی جالیاں لگی ہیں مشہور ہے صاحب قبر ایک سنگ تراش تھے اور ساتھ ہی صاحبِ حال۔ اپنے مقبرہ کے لئے خوب جالیاں تیار کیں۔ ان جالیوں کو پانی سے دھو کر اکثر مسلمان اس کا پانی مختلف امراض شفا یابی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ موجودہ عہد میں متحدہ جالیاں نہیں ہیں۔ شاہ تبرک لوگ اپنے گھر اٹھائے گئے۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر مشہور و معروف مقبرہ علامہ محمد بن طاہر ثنی کا ہے، جو مجمع البحار اور تذکرۃ الموضوعات کے مصنف ہیں۔ عسکی بوہڑوں میں سے تھے، اور فرقہ ہمدویہ (متبعین سید محمد جوہری) کے بانی۔ جدوجہد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کا مقبرہ قابلِ مرمت ہو گیا ہے، بعد اکر اس میں وفات ہوئی ہے۔ تقویٰ بوہڑوں کے بعد وہ مکان جس میں آپ فروکش آپ کے اعزہ نے بعد ابو البرکات بن قاضی عبدالوہاب فروخت کر ڈالا۔ مجدد اور قطب ذوقی کتب خانہ میں ایک دستاویز نط سے گزرا، جس میں علامہ موصوف مکان کی کیفیت مندرجہ ذیل تھی:

(خلاصہ دستاویز)

مکان علامہ محمد طاہر ثنی جو عمارت پختہ اینٹوں کی دیواروں ایک صفہ دو حجرہوں پر شامل ہے	مکان علامہ محمد طاہر ثنی جو عمارت پختہ اینٹوں کی دیواروں ایک صفہ دو حجرہوں پر شامل ہے
اس کا چھپرہ لکڑی اور گچ کیا ہوا ہے۔	اس کا چھپرہ لکڑی اور گچ کیا ہوا ہے۔
اس پر بھی ایک صفہ دو حجرے ہیں جن پر ایک اور کچرے (تلیہ) کا چھپرہ ہے۔ ساتھ ہی	اس پر بھی ایک صفہ دو حجرے ہیں جن پر ایک اور کچرے (تلیہ) کا چھپرہ ہے۔ ساتھ ہی
صحن بھی ہے۔ ابو البرکات بن قاضی	صحن بھی ہے۔ ابو البرکات بن قاضی

عبدالوہاب جمعاوضہ ۲۰۰ (چھٹا حصہ)

عبدالوہاب کے عہد میں جمعاوضہ چار سو (۲۰۰)

۲۲ جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ

روپے ۴۴ جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ میں فروخت ہوا

یہ مکان آجکل ایک دوسرے بوزہ مجددی صاحب کے قبضہ میں ہے۔ از سر نو تعمیر کیا ہے، لیکن وہ حجرہ جس میں آپ عبادت کرتے تھے، بطور یادگار اب بھی قائم رکھا ہے۔

راحم الحروف جب ۱۹۳۲ء کے ابتدا میں پٹن گیا تھا تو اس حجرہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوا، جہاں ہزاروں نمازیں تہجد کی ادا کی گئیں۔ ایک چھوٹا سا تاریک حجرہ ہے۔ جس میں ایک مصحف سے شاید ہی کچھ زیادہ جگہ ہو۔ ممکن ہے کہ پہلے اس سے زیادہ کشادہ ہو۔ کہتے ہیں کہ استاذنا مولانا عبدالرحمن فرنگی محلیؒ کا ذاتی حجرہ بھی اسی طرح چھوٹا تھا۔ جہاں روشنی کا کم گزر ہوتا تھا۔ آپ درمیان میں ہوتے اور چاروں طرف کتابوں کا انبار ہوتا۔ موجودہ پٹن کا شہر پناہ جا بجا سے شکستہ ہے، خان سرور تالاب کی طرف جو دیوار شہر میں گنپتی کی مورتی بنی ہے، وہ مرہٹوں کی جدت ہے، متعدد آباد و غیر آباد مساجد وہاں موجود ہیں قدیم جامع مسجد شہر سے باہر ہے، اس کی دیوار اور محرابیں تو قدیم ہیں مگر چھت جو اب گر گئی ہے غالباً بابیوں کے وقت کی ہے۔ اس کے محن میں چند مزار ہیں۔ وسط میں غالباً مولانا حسام الدینؒ کی قبر ہے۔ یہ وہی مسجد ہے جس کا ذکر مولف ظفر الوالد نے سلطان قطب الدین احمد خاں اور محمود خلجی کے جنگ کے موقع پر کیا ہے۔ اندرون شہر پناہ جو جامع مسجد آجکل ہے۔ اس کی تجدید عمارت کی گئی ہے۔ اس میں ایک کتبہ ہے۔ مگر لوگوں کی بد مذہبیت سے اس پر چونہ کاری کر دی گئی ہے۔ جس کے باعث عبارت پڑھی نہیں گئی، شہر میں ایک ہائی اسکول، ڈاکٹری مدرسہ مع ہاسٹیل مختلف گجراتی مدارس، متعدد اردو مدارس طلبہ و طالبات کے لئے سرکاری و غیر سرکاری موجود ہیں۔ فتح سنگھ کے نام سے

ایک فتح لائبریری بھی سرکاری انتظام میں ہے۔ جس میں گجراتی اور انگریزی کے علاوہ
کتابوں کی بھی ہفتوں تعداد ہے۔ ایک عربی مدرسہ مع مسجد موجود ہے۔ جس کا نام فیض
تھا لیکن اب کتھر مرغوب ہے۔ اس کی بنیاد عالمگیر کے عہد میں رکھی گئی ایک کتھر اوپر
ہوا ہے۔ جس سے بند تھا۔ حال میں اس کا افتتاح ہوا ہے۔ بلا تخواہ بعض علماء
پٹن تعلیم دیتے ہیں۔ کچھ سرکاری طرف سے مدد ملی ہے۔ کچھ چنڈہ اور زمین کے کرایہ سے کچھ
کسی طرح یہ مدرسہ چلایا جا رہا ہے۔ یہاں کا قلمی کتب خانہ بڑے ردی حال میں ہے، کاسٹ
اہل پٹن اس پر توجہ کرتے۔ یہاں کا بازار معمولی ہے، گلیاں تنگ، عام مکانات دو منزلہ
اور بعض سببہ منزلہ بھی ہیں۔ چند سال سے ایک گھنٹہ گھر بھی تعمیر ہوا ہے۔ تین دروازہ بھی کچھ
نظر نہیں آیا۔ لوگوں کو کہتے سنا کہ مرٹھی راج کا تعمیر شدہ ہے۔ مٹی کے بڑے اچھے بنتے ہیں
کا جل بھی یہاں کا مشہور ہے۔ قدیم صنعت میں سے صرف ایک چیز رہ گئی ہے، جس کو
پٹولہ کہتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب صنعت بھی لب گور ہے، کار یگر اس پٹولے میں تانا، بانا کے
پیر پیر سے مختلف قسم کی تصاویر اس عمدگی کے ساتھ تیار کرتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی
ہے۔ اگر دو لہندو پورے اس طرف توجہ کریں تو آسانی سے ہندوستان بلکہ خاص گجرات
کی یہ صنعت دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی ایک انجمن بھی جامع مسجد کے پاس
ہے، وہیج جہاں خشکی کی راہ سے سندھی عربوں کا پہلا حملہ گجرات پر ہوا ہے۔ وہ پٹن سے
بہت قریب ہے، فی الحال یہاں کی آبادی ۲۶ ہزار ہے۔ جس میں سے مسلمان صرف
چھ ہزار ہیں۔ سپاہی، پیرزادے اور پورے زیادہ تر ہیں۔ یہ پورے سُنی ہیں، اور
پٹن کے پورے واڑ میں رہتے ہیں۔ ان کے مکانات بلند، عالیشان، اور نمائشی چیزوں کے
سجے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی محمد نور قطب صاحب کے مکان میں قدیم چینی کے سامان

ت میں اور بعض بہت ہی دلچسپ ہیں۔ ان مکاؤں کے درمیان کی گلیاں بہت تنگ اور یہ مکانات تو تیر برس کے تعمیر کئے ہوئے ہیں۔ پٹنی بوہرے عموماً تاجر پیشہ ہیں۔ جدہ، غیرہ میں تجارت کرتے ہیں۔ پہلے ان کی حالت بہت اچھی تھی۔ اب گرتی جاتی ہے، ان کے گات بھی بوسیدہ ہو کر منہدم ہو رہے ہیں۔ اور دوبارہ تعمیر کی سکت نہیں ہونے کے سبب بیرون کو فروخت کر رہے ہیں۔ اور اس طرح بوہرے محلوں میں غیر بوہرے آہستہ ستہ دخل پار رہے ہیں۔ ان کے ہر محلہ میں ایک ایک مسجد ہے۔ جہاں پانچوں وقت کی پڑھتے ہیں اور جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں۔ مگر عجیب ترین بات یہ ہے کہ ان مسجدوں میں اذان گھنٹہ بجتا ہے۔ گویا اذان برائے نام ہے۔ اور اصل لوگ گھنٹہ کی آواز پر مسجد میں آتے۔ میرا خیال ہے کہ یہ رسم مرہٹوں کے عہد سے شروع ہوئی۔ مرہٹے اذان دینے میں ح اور مانع ہوئے ہوں گے تو یہ رسم نکالی۔ چونکہ بوہرے ابتدائی ہجری صدی سے ت اہل عرب سے کرتے آئے ہیں۔ اس لئے ان کا لباس ابھی بھی عربی طرز ہے۔ اور ان کے کھانے کا وقت بھی صبح ۹ بجے اور شام کو بعد عصر قبل مغرب مقرر ہے۔ ل گھڑیوں میں عربی وقت رکھتے ہیں یعنی طلوع صبح کے وقت ایک بجتا ہے۔ دوپہر بجتے ہیں۔ اور غروب کے وقت بارہ۔ پٹنی بوہرے جب ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کا ذکر کرتے ہیں تو نام کے بجائے عموماً ابجدی اعداد کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً ۵۵۵ ہے تھے، ۲۵۵ گئے، یہاں شادیوں میں دہی بنانے کی رسم بڑی دلچسپ ہے۔ شادی ہی لوگوں میں کرتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب تک ایک دفعہ عرب نہ ہو آئے اسکی ی نہیں ہوتی ہے۔

فصل (۲)

جعفریہ

ان سُنی بڑھروں کو جعفریہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ مولا جعفرِ طینی نے ان کو اسماعیلیوں سے سُنی بنایا۔ اور انھیں کے مقلد اور متبع ہوئے۔

مولا جعفر صاحبِ پٹن کے رہنے والے تھے، اور والد کا نام خواجہ مولا جعفرِ طینی ابتدائی تعلیم انہل واڈا (نہروالہ) پٹن ہی میں ہوئی۔ چونکہ خواجہ مولا کو علم کا بڑا شوق تھا۔ اس لئے مزید تعلیم کے واسطے احمدآباد کے مدرسہ میں بھیجا گیا۔ جہاں مولا حسن بن آدم دہلی ہند کے زیرِ نگرانی اچھے پیمانہ پر چل رہا تھا۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے حدود کے درجہ پر پہنچنے کے بعد مولا جعفر نے مولائی سے عین جانے کی طلب کی۔ مولائی نے کہا کہ تمہارا مقررہ نصاب ختم نہیں ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ نصاب اگلے سال جانے کا ارادہ کرو لیکن مولا جعفر نے مانے۔ اور بھروسہ چلے گئے۔ اور سے جہاز پر سوار ہو کر مین روانہ ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس درمیان میں ان کے والد کا ہو چکا تھا۔ اور بزرگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس کا دباؤ ان پر پڑتا، ورنہ ایسی بڑی جرأت مولائی ملاحسن بن آدم کو جب اس کی خبر لگی تو تمام حالات تحریر کر کے داعی وقت سے

۲۴ کوکب فلک ص ۲۴

ابو الدین علی بن سیدنا عبداللہ کے پاس مین روانہ کر دیا۔ اتفاقاً یہ جہاز پہلے پہنچا۔ اور سیدنا کو تمام حالات سے آگاہی ہو گئی پھر ملا جعفر کا جہاز پہنچا۔ اور سیدنا سے ملاقات کی۔ سیدنا نے ملا جعفر سے ہند کے متعلق حالات دریافت کئے۔ ملا صاحب نے عرض کیا کہ ہند باہر طرح سے امن و امان ہے۔ اور استاذی ملا حسن صاحب کے عمالت سے سب خوش ہیں۔ اور احمد آباد کا مدرسہ طلبہ سے بھر پور ہے۔ عجلت میں ملا صاحب نے یہ بھی دریافت کیا کہ جو لوگ ہند سے مین جاتے ہیں ان کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ جو لوگ ہند سے جاتے تھے ان کے لئے سند کے علاوہ کسی سفارش ایک ضروری شے ہے۔ چنانچہ جب سیدنا نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس سیدی حسن بن آدم والی ہند کا کوئی سفارشی خط ہے؟ ملا صاحب کو اب معلوم ہوا کہ غلطی ہوئی تھی ذہن آدمی کہنے لگے کہ جلدی میں خط لانا بھول گیا۔ لیکن سیدی حسن صاحب کی بازت سے آیا ہوں۔ بلکہ مجھے رخصت کرنے شہر سے باہر تک تشریف لائے تھے۔ اور آپ کو بہت بہت سلام کہا ہے۔ سیدنا یہ سن کر خاموش ہو گئے، چونکہ دور دراز سے سفر کر کے آئے ہیں، اس لئے ازراہ ترحم ان سے کچھ نہ کہا۔ ملا جعفر دو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد سیدنا بے ہند جانے کی اجازت طلب کی۔ اور وقت فداع دریافت کیا کہ مجلس کی ترتیب میں میرے واسطے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہند کے والی سیدی حسن جو تمہارے واسطے تجویز کریں، یہ سنتے ہی ملا صاحب گھبرائے۔ کہنے لگے۔ اجازت ہو تو ایک برس اور یہاں تعلیم ہو کر تعلیم حاصل کروں۔ سیدنا نے فرمایا کہ یہ تمہارے اختیار کی بات ہے۔ کہ یہاں ہو یا ہند جا کر اپنے اہل وطن سے ملو۔ غرض ایک سال اور تعلیم رہے۔ اور تین برس کے بعد جب ہند واپس آنے لگے تو سیدنا سے رخصت چاہی۔ جو حسب خواہش مل گئی۔ ترتیب مجلس کا جب سوال

کیا تو پھر وہی سیدی حسن کی تجویز کا جواب ملا جس سے ملا صاحب بہت پریشان ہوئے اور
 پڑھانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے عدنان تک کی اجازت دی۔ ہند کی اجازت
 فرمائی۔ ملا صاحب مین سے جہاز پر سوار ہو کر دیوبند میں پہنچے۔ گاؤں کے مومنین
 سے اتار کر اپنے گھر لے گئے۔ نماز کے وقت لوگوں نے آپ سے نماز پڑھانے کی استدعا
 ملا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی اجازت نہیں ملی ہے۔ لیکن لوگوں کے
 استدعا پر محراب میں جا کھڑے ہوئے اور نماز پڑھا دی۔ پھر یہاں سے بھروسہ چھوڑنے اور
 بھی نماز پڑھائی۔ بھروسہ سے کھنکھت آئے۔ یہاں بھی اسی طرح کیا۔ پھر احمد آباد پہنچے
 اور سیدی حسن سے ملنے گئے، سیدی حسن کو ملا جعفر کے تمام حرکات سے آگاہی ہو چکی تھی
 جب ملے تو سیدنا کا غذا (خطا) دیا۔ جس میں تحسیر تھا کہ ”سیدی حسن صاحب اگر آپ
 مناسب سمجھیں تو کسی گاؤں میں ان کو نماز پڑھانے اور دینی امور انجام دینے کے لئے بھیجی
 خط پڑھ کر سیدی حسن نے دریافت کیا کہ بغیر اجازت تم نے ہند کے مختلف مقامات میں نماز
 پڑھائی۔ ملا صاحب نے عرض کیا کہ غلطی ہوئی، معاف کیجئے، آپ نے کہا کہ لوگوں کو لکھنا
 جو نماز ہم نے پڑھائی وہ بغیر اجازت کے پڑھائی اس لئے لوگ اس کو دوبارہ ادا کر
 ملا صاحب نے کہا کہ مجھے تو شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپ ہی تحریر فرماویں۔ مولائی نے کہ
 بھائی دینی معاملات میں شرم کی کیا بات ہے۔ تم نے مثل نہیں سنی کہ توڑے سے سو جوڑے
 اور لگائے سو بھائے۔ لہذا تمہارا ہی فرض ہے کہ تم سب کو اپنی غلطی سے آگاہ کر دو۔ ملا صاحب
 نے جواب دیا کہ بہت خوب آپ اس وقت تو اجازت دیجئے کہ گھر جاؤں۔ کل صبح آکر حسب
 تحریر کردوں گا۔ ملا جعفر جب رخصت ہو کر قیام گاہ میں پہنچے تو ان کی رائے بدل گئی
 احمد آباد سے سیدھے پٹن پہنچے۔ پٹن کے لوگوں نے بھی اس کی بڑی عزت افزائی کی۔

کے پٹن کو خیر باد کہا۔ اور محرت کر کے موربی (کاٹھیاواڑ) چلے گئے۔ اور چونکہ ملا جعفر کی
 نے تبدیل مذہب نہیں کیا۔ اس لئے اس خیال سے کہ ان کو بھی اذیت نہ پہنچے، ملار
 ساتھ کر دیا۔ ملاراجہ نے موربی پہنچ کر نوربانی کا پیشہ اختیار کر لیا، اور گوشہ نشینی کی زندگی
 کرنے لگے۔ ادھر ملا جعفر صاحب پٹن میں مقیم رہے۔ اور اب ان کے لئے راستہ صاف
 تمام پٹن میں ان کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اور تقریباً کل پٹن کے مومنین ملا جعفر کے مقلد
 ملا جعفر صاحب کو جب پٹن کی طرف سے اٹھتے تو ویسا نگر (دیسل نگر) گئے اور وہاں
 ورنگر (ڈھنگر) پھر پاتی (پراچ) میسان، موڈار، کڑی ہو کر احمد آباد آئے، ہر جگہ اپنے
 کی تبلیغ کی، اور کامیابی ان کے ہر کاب رہی۔ اس طرح ان کی جمیعت بڑی ہو گئی، اور
 کی تعداد میں ان کے مقلدین ہو گئے۔ ملا جعفر صاحب احمد آباد بڑی شان و شوکت سے
 اور محمد شاہ بن احمد شاہ بانی احمد آباد سے دربار میں ملاقات کی۔ بادشاہ سے
 امر ہو تک نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس پشت پناہی سے آپ نے اپنے عقائد کی تبلیغ
 احمد آباد میں بھی شروع کر دی، اور جماعت کے بعد جماعت ان کی تقلید کرنے لگی۔
 مومنین گھرا گئے۔ سیدی ملاحن دانی ہندوستان میں ہو گئے۔ اور عام مومنین نے تقلید کا
 دبیز جامہ پہن لیا۔ جعفریوں کا زور اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اسماعیلیوں میں سے کوئی بھی
 نکلتا اور معلوم ہو جاتا تو لوگ سخت ذلیل کرتے۔ اس زمانہ میں ان کی تمام مسجدیں دیوالی

۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵۴۲
 ۵۴۳
 ۵۴۴
 ۵۴۵
 ۵۴۶
 ۵۴۷
 ۵۴۸
 ۵۴۹
 ۵۵۰
 ۵۵۱
 ۵۵۲
 ۵۵۳
 ۵۵۴
 ۵۵۵
 ۵۵۶
 ۵۵۷
 ۵۵۸
 ۵۵۹
 ۵۶۰
 ۵۶۱
 ۵۶۲
 ۵۶۳
 ۵۶۴
 ۵۶۵
 ۵۶۶
 ۵۶۷
 ۵۶۸
 ۵۶۹
 ۵۷۰
 ۵۷۱
 ۵۷۲
 ۵۷۳
 ۵۷۴
 ۵۷۵
 ۵۷۶
 ۵۷۷
 ۵۷۸
 ۵۷۹
 ۵۸۰
 ۵۸۱
 ۵۸۲
 ۵۸۳
 ۵۸۴
 ۵۸۵
 ۵۸۶
 ۵۸۷
 ۵۸۸
 ۵۸۹
 ۵۹۰
 ۵۹۱
 ۵۹۲
 ۵۹۳
 ۵۹۴
 ۵۹۵
 ۵۹۶
 ۵۹۷
 ۵۹۸
 ۵۹۹
 ۶۰۰
 ۶۰۱
 ۶۰۲
 ۶۰۳
 ۶۰۴
 ۶۰۵
 ۶۰۶
 ۶۰۷
 ۶۰۸
 ۶۰۹
 ۶۱۰
 ۶۱۱
 ۶۱۲
 ۶۱۳
 ۶۱۴
 ۶۱۵
 ۶۱۶
 ۶۱۷
 ۶۱۸
 ۶۱۹
 ۶۲۰
 ۶۲۱
 ۶۲۲
 ۶۲۳
 ۶۲۴
 ۶۲۵
 ۶۲۶
 ۶۲۷
 ۶۲۸
 ۶۲۹
 ۶۳۰
 ۶۳۱
 ۶۳۲
 ۶۳۳
 ۶۳۴
 ۶۳۵
 ۶۳۶
 ۶۳۷
 ۶۳۸
 ۶۳۹
 ۶۴۰
 ۶۴۱
 ۶۴۲
 ۶۴۳
 ۶۴۴
 ۶۴۵
 ۶۴۶
 ۶۴۷
 ۶۴۸
 ۶۴۹
 ۶۵۰
 ۶۵۱
 ۶۵۲
 ۶۵۳
 ۶۵۴
 ۶۵۵
 ۶۵۶
 ۶۵۷
 ۶۵۸
 ۶۵۹
 ۶۶۰
 ۶۶۱
 ۶۶۲
 ۶۶۳
 ۶۶۴
 ۶۶۵
 ۶۶۶
 ۶۶۷
 ۶۶۸
 ۶۶۹
 ۶۷۰
 ۶۷۱
 ۶۷۲
 ۶۷۳
 ۶۷۴
 ۶۷۵
 ۶۷۶
 ۶۷۷
 ۶۷۸
 ۶۷۹
 ۶۸۰
 ۶۸۱
 ۶۸۲
 ۶۸۳
 ۶۸۴
 ۶۸۵
 ۶۸۶
 ۶۸۷
 ۶۸۸
 ۶۸۹
 ۶۹۰
 ۶۹۱
 ۶۹۲
 ۶۹۳
 ۶۹۴
 ۶۹۵
 ۶۹۶
 ۶۹۷
 ۶۹۸
 ۶۹۹
 ۷۰۰
 ۷۰۱
 ۷۰۲
 ۷۰۳
 ۷۰۴
 ۷۰۵
 ۷۰۶
 ۷۰۷
 ۷۰۸
 ۷۰۹
 ۷۱۰
 ۷۱۱
 ۷۱۲
 ۷۱۳
 ۷۱۴
 ۷۱۵
 ۷۱۶
 ۷۱۷
 ۷۱۸
 ۷۱۹
 ۷۲۰
 ۷۲۱
 ۷۲۲
 ۷۲۳
 ۷۲۴
 ۷۲۵
 ۷۲۶
 ۷۲۷
 ۷۲۸
 ۷۲۹
 ۷۳۰
 ۷۳۱
 ۷۳۲
 ۷۳۳
 ۷۳۴
 ۷۳۵
 ۷۳۶
 ۷۳۷
 ۷۳۸
 ۷۳۹
 ۷۴۰
 ۷۴۱
 ۷۴۲
 ۷۴۳
 ۷۴۴
 ۷۴۵
 ۷۴۶
 ۷۴۷
 ۷۴۸
 ۷۴۹
 ۷۵۰
 ۷۵۱
 ۷۵۲
 ۷۵۳
 ۷۵۴
 ۷۵۵
 ۷۵۶
 ۷۵۷
 ۷۵۸
 ۷۵۹
 ۷۶۰
 ۷۶۱
 ۷۶۲
 ۷۶۳
 ۷۶۴
 ۷۶۵
 ۷۶۶
 ۷۶۷
 ۷۶۸
 ۷۶۹
 ۷۷۰
 ۷۷۱
 ۷۷۲
 ۷۷۳
 ۷۷۴
 ۷۷۵
 ۷۷۶
 ۷۷۷
 ۷۷۸
 ۷۷۹
 ۷۸۰
 ۷۸۱
 ۷۸۲
 ۷۸۳
 ۷۸۴
 ۷۸۵
 ۷۸۶
 ۷۸۷
 ۷۸۸
 ۷۸۹
 ۷۹۰
 ۷۹۱
 ۷۹۲
 ۷۹۳
 ۷۹۴
 ۷۹۵
 ۷۹۶
 ۷۹۷
 ۷۹۸
 ۷۹۹
 ۸۰۰
 ۸۰۱
 ۸۰۲
 ۸۰۳
 ۸۰۴
 ۸۰۵
 ۸۰۶
 ۸۰۷
 ۸۰۸
 ۸۰۹
 ۸۱۰
 ۸۱۱
 ۸۱۲
 ۸۱۳
 ۸۱۴
 ۸۱۵
 ۸۱۶
 ۸۱۷
 ۸۱۸
 ۸۱۹
 ۸۲۰
 ۸۲۱
 ۸۲۲
 ۸۲۳
 ۸۲۴
 ۸۲۵
 ۸۲۶
 ۸۲۷
 ۸۲۸
 ۸۲۹
 ۸۳۰
 ۸۳۱
 ۸۳۲
 ۸۳۳
 ۸۳۴
 ۸۳۵
 ۸۳۶
 ۸۳۷
 ۸۳۸
 ۸۳۹
 ۸۴۰
 ۸۴۱
 ۸۴۲
 ۸۴۳
 ۸۴۴
 ۸۴۵
 ۸۴۶
 ۸۴۷
 ۸۴۸
 ۸۴۹
 ۸۵۰
 ۸۵۱
 ۸۵۲
 ۸۵۳
 ۸۵۴
 ۸۵۵
 ۸۵۶
 ۸۵۷
 ۸۵۸
 ۸۵۹
 ۸۶۰
 ۸۶۱
 ۸۶۲
 ۸۶۳
 ۸۶۴
 ۸۶۵
 ۸۶۶
 ۸۶۷
 ۸۶۸
 ۸۶۹
 ۸۷۰
 ۸۷۱
 ۸۷۲
 ۸۷۳
 ۸۷۴
 ۸۷۵
 ۸۷۶
 ۸۷۷
 ۸۷۸
 ۸۷۹
 ۸۸۰
 ۸۸۱
 ۸۸۲
 ۸۸۳
 ۸۸۴
 ۸۸۵
 ۸۸۶
 ۸۸۷
 ۸۸۸
 ۸۸۹
 ۸۹۰
 ۸۹۱
 ۸۹۲
 ۸۹۳
 ۸۹۴
 ۸۹۵
 ۸۹۶
 ۸۹۷
 ۸۹۸
 ۸۹۹
 ۹۰۰
 ۹۰۱
 ۹۰۲
 ۹۰۳
 ۹۰۴
 ۹۰۵
 ۹۰۶
 ۹۰۷
 ۹۰۸
 ۹۰۹
 ۹۱۰
 ۹۱۱
 ۹۱۲
 ۹۱۳
 ۹۱۴
 ۹۱۵
 ۹۱۶
 ۹۱۷
 ۹۱۸
 ۹۱۹
 ۹۲۰
 ۹۲۱
 ۹۲۲
 ۹۲۳
 ۹۲۴
 ۹۲۵
 ۹۲۶
 ۹۲۷
 ۹۲۸
 ۹۲۹
 ۹۳۰
 ۹۳۱
 ۹۳۲
 ۹۳۳
 ۹۳۴
 ۹۳۵
 ۹۳۶
 ۹۳۷
 ۹۳۸
 ۹۳۹
 ۹۴۰
 ۹۴۱
 ۹۴۲
 ۹۴۳
 ۹۴۴
 ۹۴۵
 ۹۴۶
 ۹۴۷
 ۹۴۸
 ۹۴۹
 ۹۵۰
 ۹۵۱
 ۹۵۲
 ۹۵۳
 ۹۵۴
 ۹۵۵
 ۹۵۶
 ۹۵۷
 ۹۵۸
 ۹۵۹
 ۹۶۰
 ۹۶۱
 ۹۶۲
 ۹۶۳
 ۹۶۴
 ۹۶۵
 ۹۶۶
 ۹۶۷
 ۹۶۸
 ۹۶۹
 ۹۷۰
 ۹۷۱
 ۹۷۲
 ۹۷۳
 ۹۷۴
 ۹۷۵
 ۹۷۶
 ۹۷۷
 ۹۷۸
 ۹۷۹
 ۹۸۰
 ۹۸۱
 ۹۸۲
 ۹۸۳
 ۹۸۴
 ۹۸۵
 ۹۸۶
 ۹۸۷
 ۹۸۸
 ۹۸۹
 ۹۹۰
 ۹۹۱
 ۹۹۲
 ۹۹۳
 ۹۹۴
 ۹۹۵
 ۹۹۶
 ۹۹۷
 ۹۹۸
 ۹۹۹
 ۱۰۰۰

خوف سے کوئی نمازی اس میں داخل نہ ہوتا۔ مسجدوں میں گھانس پیدا ہو گئی تھی۔ غرض
اس تک ملا جعفر ٹبے عروج پر رہے۔

آخر چانپا نیر میں لوگوں نے تبلیغ کے نام سے بلایا اور تیرہ صفر کو برسر باز قتل کر ڈالا۔
پھر ہے کہ قبران کی اسی جگہ ہے۔ اس خبر کی شہرت پاتے ہی اسماعیلیوں کے جان میں
نی۔ مولائی سیدی حسن ستر سے ظاہر ہوئے۔ مولائی رات کو لوگوں کے گھر جاتے اور

ت یاد رکھنے کی ہے کہ چانپا نیر اس وقت تک مسلمان بادشاہوں کے قبضہ میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ
پہ کی حکومت تھی۔ اور اسی لئے ملا جعفر کے قتل کے لئے یہ سرزمین منتخب کی گئی۔ تاکہ بعد قتل ہند
کے ریشوت دے دیا کہ عدالمہ رفع دفع کیا جاسکے۔ کیونکہ مسلم راج میں ایسا نہ ہو سکتا۔ پتا پڑا
کہ قاتل کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اور اسی واقعہ سے ایک مورخ ایسی رائے قائم کرنے پر مجبور ہے کہ
یہ سب سے ملا جعفر کے طرفدار ضرور تھے۔ مگر عملاً سلطان نے اس معاملہ میں کوئی
پہ لیا۔ کیونکہ اگر وہ اس معاملہ میں کوئی عملی حصہ لیا ہوتا تو اس قتل کے عوض میں راجہ سے ایک
مخمس خوں نہا کی طلب کرتا۔ اتنا اس کے سپردگی کا مطالبہ کرتا۔ اور انکار کی صورت میں جنگ عظیم فتنی
میں سرزمین پر یہ امر روشن ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ خود سلطان محمد شاہ نے
اس عملی حصہ کچھ نہ لیا۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ حکام یا پولس ان فسادات میں عملاً خود کوئی حصہ
نہ لیا۔ یہ خیال ہے کہ یہی واقعہ ملا جعفر کے معاملہ میں بھی پیش آیا کہ حکام اور پولس نے ملا جعفر اور ان کے
وں کے کارروائیوں سے بوجہ جانبدار ہونے کے چشم پوشی کی ہوگی۔ اور مرے دعوے کی تائید
بھی ہوتی ہے کہ ملا جعفر کے واقعہ قتل کے بعد ہی سیدی ملاح حسن دانی ہند ستر سے ظاہر ہو گئے اور تمام
بن کو معائب سے نجات مل گئی، اگر سلطان نے خود عملی حصہ لیا ہوتا تو ملا جعفر کے وفات سے مومنین

سمجھا کر اپنے مذہب پر واپس لاتے۔ اس طرح ملار اہم پٹن کے عامل مہا جسے مورہ کی
 اس معاملہ میں بڑی جدوجہد کی۔ غرض مومنین جو آٹے میں نمک کی تعداد میں ہو گئے تھے
 دونوں کی سعی سے ان کا ایک حصہ واپس آیا۔ لیکن بڑی جماعت جعفریہ ہی رہی۔ اور آج
 آج تک یہ بڑی جماعت کے نام سے موسوم ہے۔ اور داؤدی بوہروں کو چھوٹی جماعت کا
 ملا جعفر ٹپنی تقریباً بیس برس اپنے خیالات کی تبلیغ کرتے رہے۔ ان کی جدوجہد کا
 پہلو جو بھی ہو، لیکن تخریبی پہلو کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً چھ ہزار آدمی دنیا سے چل بسے۔ ان کے
 ضلع سورت، بھروچ، کھنبانت، نرپاد غرض تمام گجرات میں پھیل گئے۔ بلکہ کیر و نج
 لوگوں پر تو جزیہ تک قلم کرا دیا۔ عہد محمود بیگ تک یہی حال رہا۔ کہ بوہرے اذرعے
 تو مختلف خیالات رکھتے۔ لیکن معاشرتی تعلقات ابھی تک ایک دوسرے کے ساتھ قائم
 چنانچہ ہم نسل ہونے کے سبب ایک دوسرے کے یہاں شادی ہوتی تھی۔ دعوتوں میں ایک

کو نجات نہ ملتی کیونکہ خود سلطان تو ابھی زندہ تھا۔ اس کی مثال عہد البرکی ہے۔ کہ ملا سلیمان
 کے مقلدین کے سبب مومنین پر بڑے بڑے مصائب آئے۔ داؤدی بوہروں کے تمام مکانات
 تک لگیں، باہر نکلا دیا گیا تھا۔ قائم اعلیٰ نے کیا کچھ نہ کیا اور عہد شاہزادہ مراد میں سیدنا کو کسی
 دی گئی مگر ان تمام معاملات میں مال کے طبع سے حکام احمد آباد مقلدین ملا سلیمان کے طرفدار
 خود اکبر بادشاہ کو ان معاملات میں کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ شاہزادہ مراد نے بھی کوئی حصہ اس
 نہ لیا۔ اور معمولی تحقیقات کے بعد ماتحت حکام کے سپرد کر کے خود دکن چلا گیا۔ اور کبھی کسی دلچسپی
 نہ کیا۔ ان دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ ملا جعفر کے معاملہ میں سلطنت اور بادشاہ
 کوئی عملی حصہ نہ لیا۔

ے کے یہاں جاتے تھے۔ غنی میں بھی آپس میں شرکت کرتے تھے لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ
 فتنات کے سبب سے "تنازعات" میں بڑا اضافہ ہو گیا، خصوصاً وراثت کے مسائل اکثر
 بہہ بہتے علامہ سید حفیظ شیرازی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس تکلیف کو محسوس کیا۔ اور اپنے
 صند سے ہر طرح کی کوشش کی کہ یہ تکلیف دور ہو۔ آخر اس کی صحیح صورت یہ نکالی
 رود میں ہر قسم کے ترک تعلقات کا اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ اس دن سے معاشرتی تعلقا
 کے آپس میں منقطع ہو گئے۔ نہ کوئی ایک دوسرے کے یہاں شادی بیاہ میں شرکت کرتا ہے
 اس میں بلایا جاتا ہے۔ نہ کوئی ایک دوسرے کو بڑی دیتا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ کام پین
 لای محو ظاہر نے کیا۔ اس معاشرتی تعلقات کے منقطع ہو جانے سے اس میں ترک نہیں
 ح سے امن و امان قائم ہو گیا۔ لیکن یہ دونوں آپس میں پھر ایسے ہو گئے کہ دو علیحدہ قوم نظر
 لگے اس کا عام مسلمانوں پر یہ اثر پڑا کہ ان داؤدی پوہروں کو مسلمانوں سے الگ قوم سمجھنے
 اور انہوں سے کہ یہ اثر عوام میں آج بھی موجود ہے۔ اور اس کا آخری نتیجہ آپس کا تفرقہ ہے
 مسلمان فرقوں میں حد درجہ اہم و سناک ہے۔ مری اس کتاب کا منشا بھی یہی ہے کہ ان
 اور واقعات کے مطالعہ کے بعد ہر دو فرقہ ایک دوسرے کو محبت کی نظر سے دیکھیں
 ی آپس کی نا اتفاقیوں نے ہم کو غیر اقوام کی نظر میں کس درجہ پست اور ذلیل بنا رکھا
 پس اتفاق ہی ایسی مبارک چیز ہے جس سے تو میں بلند مرتبہ پر پہنچتی ہیں۔

مظفر سوم دگجرات کا آخری بادشاہ) کے عہد میں سلطنت کی بد نظمی سے جنھریوں
 بہت فائدہ اٹھایا اور داؤدیوں کو ہر جگہ پر نشان کیا۔ مصنف سنہ رسائیں راوی ہے
 م سے ملکر جنھریوں نے کپڑو بیچ کے پوہروں کو بہت تنگ کر رکھا تھا۔ ایک دن کچھ لوگ
 اور سنبوسہ وغیرہ لے کر تفریح طبع کے لئے باہر نکلے اور یہاں کے مشہور حوض پر پہنچے۔

اتفاقاً مظفر شاہ کا وزیر شمس الدین نویر بھی آیا ہوا تھا۔ اور منہ دھور ہاتھا۔ اس کو بھی کھانے میں شامل کر لیا۔ پھر اس نے چلتے وقت کہا کہ اگر کبھی ضرورت پڑے تو میرے پاس آنا۔
 روانی کر دوں گا۔ چنانچہ جعفریوں کے طرف سے جب حکام کے ذریعہ تکلیف ہونے لگی
 لوگ مخفی طور پر چانپا نیر وزیر کے پاس پہنچے۔ اور عرض کیا جو ٹیکس جعفریوں بد سے وہی
 پہنچ رہا تھا معاف کر دیا جائے۔ کہا کہ کچھ دنوں ابھی قیام کرو۔ کیونکہ ابھی گھر میں ایک
 ہونے والی ہے۔ چنانچہ کچھ دن قیام کر کے شادی میں شریک ہوئے۔ ان کی بڑی عزت
 کی۔ اور کھانوں میں بھی شریک کیا۔ پھر فارغ ہو کر یہ فرمان لکھ دیا کہ آج کے دن
 پر کوئی محصول نہ لگایا جائے۔ اور جعفریوں سے اس کے عوض میں لیا جائے۔ ان کے
 ان کا تبلیغی سلسلہ عہد عالمگیر تک جاری رہا۔ اور مرہٹوں کی سورش نے مسلمانوں کو چار
 طرف سے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ اس وقت سے اس جدوجہد کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ میرا ذاتی
 یہ ہے کہ جس طرح مین کے سیدنا نے ملا جعفر کے خطاؤں سے چشم پوشی کی تھی اور صبر
 سے کام لیا تھا۔ اگر سیدی ملا حسن بھی ان کے ساتھ تلطف اور نرمی سے کام لیتے تو
 اس قدر طول نہ پکڑتا۔ آخری عہد میں بمقام احمد آباد داؤدی بوسہروں کے بڑے چھوٹے
 محلے تھے، اور ہر محلے میں ایک مسجد تھی۔ اور کالو پور سے لے کر مرہٹوں تک (مع احاطہ اس

ملہ کو کب تک۔ اس سے بھی میرے قول کی تائید ہوتی ہے کہ نفس سلطنت اور شاہ کو مومنین سے
 کوئی پر خاش نہ تھی۔ بلکہ حکام وقت سلیمانی اور جعفریوں کے درغلانے سے طمع کے سبب ظلم پر اتر آئے
 جیسا کہ دنیا کی ہر سلطنت میں ماتحت حکام اور پولس کا حال ہوتا ہے۔ لیکن دیکھو کہ اس وزیر کو
 حقیقت کا علم ہوا۔ تو فوراً اس نے اس کا تدارک کیا۔

ان کی آبادی تھی۔ جعفری اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہو گئے۔ مگر افسوس کہ ان میں وہ تنظیم
 جو داؤدی بوہروں میں ہے۔ یا جس طرح سلیمانی اور علیوں نے اپنے اپنے گروہ میں
 رکھی، اگر ان میں انہیں قسم کی تنظیم ہوتی تو آج بہت زیادہ فائدہ مسلمانوں کو پہنچا سکتے
 پھر ان جعفریوں میں عرب کے نو وارد تاجسہ گجرات کے قدیم الاسلام مومنین، اور نو مسلم
 مل گئے، کسی زمانہ میں ان کی سب سے بڑی تعداد احمد آباد میں تھی۔ اس وقت بھی احمد آباد
 ان کی بڑی تعداد موجود ہے۔ مگر آج کل (۱۳۶۲ھ) ان کو جعفریہ کوئی بھی نہیں کہتا۔
 بسنی بوہرہ کہلاتے ہیں۔ اور تمام گجرات میں ان کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور فریق
 داؤدی بوہرے (یا شیخ بوہرے) بعض مقامات پر بوہروں کو لوٹیا بوہرے بھی کہتے
 جس کا سبب یہ ہے کہ ہندوؤں کی لوٹیا قوم سے یہ مسلمان ہوئے۔ اسی لئے یہ انک باقی
 ہے۔ احمد آباد کے بسنی بوہروں کی ایک کمیٹی ہے۔ جس میں انتخاب سے ممبر اور صدر بنا
 نے ہیں۔ اور ایک سکرٹری تمام امور انجام دیتا ہے۔ ایک جماعت خانہ بھی ہے۔ جماعت
 ملکیت بھی بطور وقف علی الجماعت کے ہے۔ جس کی آمدنی سے ضروری اخراجات میں
 لیتے ہیں۔ اور ایک باقاعدہ آفس بھی ہے۔ ان میں سے بعض لوگ سماجی اور قانع ہیں۔
 اجراء سے جو ملکیت ورثہ در ورثہ چلی آتی ہے، اسی پر صبر و قناعت سے گزارا کرتے
 بعض دولت مند تاجسہ ہیں۔ مگر سورتیوں اور رانڈیرلیوں کے طرح بلند حوصلہ اور فیاض
 نہیں۔ ابتداء مہد انگلشیہ سے اس وقت تک کوئی قابل ذکر خدمت عام مسلمانوں کی نہیں
 اسٹیشن سے قریب ایک مسجد "آمینہ مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ۱۶
 مسلمان سنی خفی مسافروں کے لئے مخصوص ہیں۔ تاکہ متولی، مذہبی، مباحثہ اور فساد سے
 رہیں۔ یہ مسافر خانہ بیادگار مسماۃ امینہ بی بی زوجہ حاجی ابو بکر محمد طاہر احمد آبادی الالچی

دانے المعروف بہ مورس والا نے اپنی بیوی کے ثواب کے لئے تیار کرایا۔ ابتدا میں اسے
 روپے صرف کئے، اس کے بعد اسی کی آمدنی سے ترقی ہوتی گئی۔ فی الحال مولوی عبدالرحیم
 مدرس والا اور عبدالرحمن محمد قاسم کاغذی اس کے متولی اور منتظم ہیں اور اچھا انتظام
 اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے مسافروں کو بڑا آرام ہے۔ اور بنانے والے کی حسن نیت
 دلیل ہے۔ خداوند تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کرے۔ اور جنت میں بہترین جگہ
 کریں۔ اور کالو پور چوک میں ایک ہوا صاحب کا "ہوا ٹاؤر" بنایا ہوا ہے۔ لیکن محکم
 کی غفلت سے اکثر زبردست ہے۔ اپنی قوم کے لئے ایک شفا خانہ بھی سوداگر کی پول میں
 رکھا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کے لئے مخصوص
 مدارس کھول رکھے ہیں، لڑکیوں کے مدرسوں میں معمولی سوزن کاری کے کام بھی
 ہیں۔ ان میں بعض خاندان کے نام یہ ہیں (۱) کنگوری (کم کوڑی)، (۲) کاغذی
 (۳) دلی اللہ (۴) نرمد والے (۵) سفری (۶) ہوا (۷) لاہوری۔ احمد آباد کے
 بومروں کی مخصوص جماعت جو حضرت شاہ پیر محمدؒ سے عقیدت رکھتی ہے۔ اور آپ کے
 درگاہ کا انتظام کرتی ہے۔ اس نے درگاہ کی طرف سے ایک کتب خانہ اسلامی علوم و
 کاسٹہ سے عام مسلمانوں کے لئے کھولا ہے۔ اور حال ہی میں ایک عربی مدرسہ کا
 افتتاح کیا ہے۔ یہ لوگ شادی آپس ہی میں کرتے ہیں اور دیگر صوبہ کے مسلمانوں کے
 بہت رسمیں ان میں رائج ہیں جن کے سبب ہزار ہا روپیہ مفت ضائع ہو جاتا ہے۔
 بات قابل تعریف ہے کہ ان کے شادیوں میں کسی قسم کا ناچ نہیں ہوتا اور اس کو قطعاً
 قرار دیا گیا ہے۔ اور اس سال ۱۳۶۷ھ ان کی جماعت کے نوجوانوں نے مختلف رسوم
 کا بیڑا اٹھایا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ یہ قوم اصلاح پذیر ہو کر پاکیزہ قوم بنائے گی۔

انہی بومہروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ پٹنی، کاغذی، کانہ میاں، گھانچی، سورت و بھروچ
 دہتانی۔ ان میں سے پٹنی اور کانہ میاں عموماً جعفری ہیں۔ گھانچی لوگ غالباً خالص ملکی
 سورت شہر تو اس وقت نہ تھا مگر اس پاس کے گاؤں اور بھروچ والے علاقے میں حلقہ
 شمسِ اسلام ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ بعض تابعی اور تبع تابعی کے ذریعہ اشاعت ہوئی۔ رانڈیر
 سُنی بومہرے دار اور خوشحال تھے۔ بذاتِ خود تجارت میں کم تر حصہ لیتے ہیں۔ ذاتی ملکیت۔
 جوں کے شہر (حصے) اور اوقاف کے انتظام سے خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کہا جاتا
 ہے کہ ایک کروڑ سے زیادہ کے اوقاف ہیں۔ یہ لوگ غیر گجراتیوں سے میل جول کم رکھتے ہیں لیکن
 ان میں کوئی شبہ نہیں کہ سورت اور رانڈیر کے سُنی بومہرے دہمروں کے بہ نسبت فیاض اور بلند
 سلسلے میں۔ ان کا بیان ہے کہ عہدِ سفاح عباسی ۱۳۲ھ میں کوفہ سے مومن قبیلہ رانڈیر آیا۔ اور
 سلسلہ تجارت یہاں مقیم ہو گیا، یہاں اس قبیلہ کے لوگ نو تیاں کہنے لگے۔ ان کی اولاد سے کچھ
 عہد کے بعد خاص آبادی ہوئی، اس وقت یہاں ایک جتنی راجہ حکمران تھا۔ جو آہستہ آہستہ انکو تکلیف
 پہنچانے لگا۔ آخر جب پیمانہ بربز ہو گیا تو شہر کو راجہ سے چھین لیا۔ اور علاؤ الدین خلجی کے عہد تک
 ان کے آثار موجود تھے۔ ۶۴۲ھ میں ایک مسجد رانڈیر میں بنائی گئی۔ ۶۱۶ھ میں جہانگیر رانڈیر آیا۔ سونے
 پانڈی کے ظروف میں ان کی دعوت کی۔ پھر میر بادشاہ کی نذر کر دیے۔ جہانگیر نے جس جگہ قیام
 پانڈی کا نام جہانگیر آباد اور لشکر کے قیام گاہ کو جہانگیر پورہ کہا۔ جس کو آج کل تنگی پورہ کہتے ہیں۔
 اور اس جگہ ہندوؤں کا نشان واقع ہے۔ آج سے پچاس برس پہلے قلعہ اور فصیل کے آثار
 موجود تھے، فی الحال رانڈیر میں ۱۹ مسجدیں ہیں۔ اور تین بازار ہیں۔ لڑکیوں کے لئے متعدد خاص مدرسے
 قائم کئے گئے ہیں۔ انگلش گجراتی مانی اسکول بھی ہے۔ اردو سے شوق رکھنے والوں کے لئے
 اردو اینگلو اسکول الگ کھولا گیا ہے، چونکہ رانڈیر میں زیادہ تر تاجر ہی ہیں۔ اس لئے ان کے

فوائد کو مد نظر رکھ کر ایک کامرس اسکول کا قیام بھی ضروری سمجھا گیا۔ دوسری مدرسہ کے
 کامیابی کے چل رہے ہیں۔ مدرسہ محمدیہ اور مدرسہ اشرفیہ۔ ایک مسافر خانہ بھی ہے جہاں
 مسلمان مسافر تین دن تک مقیم رہتے ہیں۔ ان کو کھانا دیا جاتا ہے۔ ان مساجد کے
 کے لئے علاوہ چندہ کے ایک لاکھ ۲۵ ہزار کا مکان ٹوٹن اسٹریٹ رنگون میں خرید کر محمدیہ
 داخلی صاحب نے وقف کیا ہے۔ ایک کتب خانہ (لائبریری) بھی ہے جس میں عربی اور
 اردو کی کم اور زیادہ تر گرائی کی تقریباً پانچ ہزار کتابیں ہیں۔ اس شہر کی آبادی دس گیارہ
 لاکھ ہے، نصف مسلم اور نصف غیر مسلم آباد ہیں۔ غیر مسلموں میں ہندو زیادہ ہیں۔ اور
 پارسیوں کے ہیں جو سب ایک ہی محلہ میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں میں پٹھان، بہڑی، داک
 گاڑی بان، پان جری گواد غیرہ پیشہ ور لوگ ہیں۔ تجارت پیشہ لوگوں میں بوسے اور میلا
 زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں عالم، معلم یعنی کپٹن جہاز، خاندان عسری ہے۔ جو
 کے وقت سے شافی ہیں۔ حسیہ میں کچھ قبریں ہیں جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ
 یا تبع تابعین میں سے کسی کی ہے۔ یہ حسیہ گاڑی کے ادھ کے سامنے ہے۔ سپاہی دار
 محلہ میں ایک شاندار مسجد ہے جس کا منارہ ۶۰-۷۰ فٹ بلند ہے یہ بہت ہی قدیم مسجد
 اور ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دیول جو ۱۱۰۰ء میں تیار ہوا تھا۔ ۱۵۹۱ء میں بہ شکل مسجد تبدیل
 ۱۳۲۳ء میں تجدید عمارت کر کے موجودہ شاندار طریقہ سے بنائی گئی۔ اس وقت شمال
 جنوب ۳۱ فٹ، مغرب سے مشرق ۱۶ فٹ ہے۔ تین طرف گیلری ۱۶ فٹ عریض
 فٹ طویل ہے اور اس کے چاروں طرف شاہراہ ہونے سے پر رونق ہو گئی ہے۔ خانقاہ
 قابل تذکرہ ہے۔ جو شاہ سیف اللہ کی ہے۔ یہ سید احمد کبیر رفاہی کی اولاد سے ہیں
 سے تشریف لائے۔ مغلوں کے عہد میں ان کو جاگیر ملی۔ اور بعد وفات مقبرہ اور خانقاہ تیار

۱۰۔ بوہرہ واڑ کے پانچ محلے ہیں۔ ہر جاگہ شاندار مسجد ہے۔ اس میں چٹانہ واڑ کی مسجد
 اور قدیم ہے۔ اس کی بنیاد ۱۷۹۶ھ میں رکھی گئی۔ ۱۲۹۰ھ میں تجدیدِ عمارت شاندار طریقہ
 رکھی۔ اس میں سائبان ایک ہی طرف ہے۔ دائیں ۵۶ فٹ طویل اور ۲۷ فٹ عرض
 دراندہ طویل ۲۹ فٹ اور عرض ۱۱ فٹ ہے۔ صحن ۵۵ فٹ طویل اور ۱۸ فٹ عرض
 اس مسجد کے اخراجات کے لئے چھ سات لاکھ کا سرمایہ ہے۔ اسی طرح ہر مسجد کا خرچ
 آمدنی سے ہے، کسی کی ۵۰۰۔ کسی کی ۳۰۰۔ کسی کی ۲۰۰ ہے۔ جمعہ مسجد بھی قدیم شاہی
 کی ہے۔ مسجد قوت الاسلام سر مینارہ قابل دید ہے۔ دو گنبد کی مسجد بھی مشہور ہے
 شہر کے کئی بوہرے دو قسم کے ہیں۔ بعض خاندان تو عرب سے براہ راست تجارتی فرود
 یا اور مقیم ہو گیا۔ جیسے نرمہ والوں کا خاندان۔ ہے جو طائف کا رہنے والا تھا۔ دوسرے وہ
 تازہ جو سورت کے گاؤں سے آکر شہر میں آباد ہو گئے ہیں۔ اس وقت تجارتی حیثیت سے
 نفع سرج پر ہیں۔

باب چہا

رعاء ہند

(۱) سیدنا یوسف نجم الدین اول بن سلیمان

نام یوسف علقب نجم الدین اردھپور (قریب پٹن) گجرات میں آپ کی ولادت
ابتدائی تعلیم اسی جگہ حاصل کی پھر احمد آباد تشریف لائے اور ملا قاسم بن حسن سے پڑھنے
اعلیٰ تعلیم کے لئے مین تشریف لے گئے۔ سیدنا محمد عز الدین نے چند ہندی (گجراتی) طلبہ
تعلیم طلب کئے تھے۔ والی ہند نے جن لوگوں کو انتخاب کر کے بھیجا، خوش قسمتی سے آپ
سے ایک تھے۔ مین میں ہندیوں کی تعلیم سیدی حسن بن لوح بھروچی کے سپرد تھی جو تعلیم
میں مقیم ہو گئے تھے۔ اور تجارت سے جو وقت فاضل ہوتا اس میں درس و تدریس کا

لے جو بن ایک نے اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے کہ عید غدیر کے دن اپنے والد سے کہا کہ آج
کوئی تحفہ عنایت کیجئے، آپ سات بھائی تھے اور آپ سب سے چھوٹے تھے، چنانچہ آپ کے والد نے
کا پڑا حدر سب میں تقسیم کر دیا آپ نے کہا کہ میں اس سے حج کروں گا۔ آپ کے والد بھی ساتھ حج
گئے۔ واپسی میں مین سیدنا سے ملے۔ اور جب مخدوم پر آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو واپس
پاس پلے گئے۔ اور وہیں تعلیم حاصل کرنے لگے۔

دیتے تھے۔ کتاب الاذہار سات جلدوں میں آپ ہی کی تصنیف ہے۔ سیدی حسن بن نوح
بھروچی اپنی کتاب الاذہار کے مقدمہ میں اپنا ابتدائی حال اس طرح لکھتے ہیں۔ میں اس کا
ترجمہ اردو میں ناظرین کی سہولت کے لئے مختصر کرتا ہوں۔

اما بعد یہ فقیر سلطنت غلطیہ کے امین اور حبسزیرہ بین کے داعی کا حقیر غلام "حسن بن
نوح بن یوسف بن محمد بن آدم لاکھات ہندی عرض کرتا ہے۔ کہ میں اپنے وطن (بھروچ) میں
پیدا ہوا۔ اور اپنے والدین کے زیر نظر ولایت اہل بیت کی تربیت پائی۔ کیونکہ انھیں کے پاس
آب حیات تھا، اور پھر جب ان لوگوں کے پاس پہنچا یا گیا، جو اس آب حیات سے سیراب
کر سکتے تھے۔ اور یہ لوگ حدود (منفی) اور قاضین (قضاة) جزیرہ ہند کے تھے جن سے
ایک عرصہ تک فہم اٹھا تا رہا۔ تو میں نے فائدہ بخش روشنی محسوس کی، اور اس وقت لوگوں
نے مجھے آب حیات کے چشمہ کا پتہ بتایا۔ اور نشان کامل حکیم اذق کا دیا۔ اور یہ ذات والا
صفات ہمارے داعی کی تھی۔ پس میں نے وطن کو خیر باد کہا۔ اور ترک دنیا کر کے بلند مقصد کے
شوق میں اپنے والدین اور شہر سے رخصت ہو کر بن چلا آیا۔ ہند، سندھ اور بین کے داعی علی بن علی اللہ
سیدنا حسن بن ادریس بن حسن سے تحصیل علوم شروع کئے۔ اور انھوں نے بھی سلامتی
اور امن کے قبہ میں مجھے پناہ دی۔ اور والدین سے بھی زیادہ مجھ پر شفقت کی (میں ان پر قربان
جاؤں) ان سے ظاہری شریعت اور تاریخی کتابیں پڑھیں۔ میں نے صبر و استعمال اور حنت
سے ان پر عبید حاصل کیا۔ ان کے معانی کے سمجھنے میں بڑی کوشش کی، یہاں تک کہ کھانا، پینا،
سونا بقدر ضرورت اختیار کر کے ہر قسم کی لذت سے احتراز کیا۔ کپڑے بھی صرف ستر پوشی کے لئے
پہنتا۔ بغیر سستی اور حمد کے دیسروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی لگاتار کوشش کی۔ پھر
جب میں نے فقر و فاقہ کے ساتھ اپنی طاقت کے مطابق یقین (علم) حاصل کر لیا تو اپنے بزرگ

استاد (داعی) سے علم تاویل اور حقائق کی تحصیل کے لئے اجازت طلب کی جس میں اللہ کے پوشیدہ ایسے راز ہیں جن تک غیر کی رسائی نہیں ہوئی ہے۔ اس مقدس بزرگ نے کہا کہ "اسے میرے لڑکے! اور اسے میری آنکھوں کی ٹھنڈک یہ ناممکن ہے جب تک اس تبرہ کو وہی اس طرح کی نہ ہو، جس طرح آقا کے لئے لونڈی استبراء کرتی ہے تاکہ صحیح طور معلوم ہو جائے کہ اس کے لظن میں کسی دوسرے کا بچہ نہیں۔ غرض اس طرح عرصہ دراز تک اسے امتحان اور آزمائش پر صبر کرتا رہا۔ اور اس درمیان وہ مقدس بزرگ منطقی کتب کے ذریعے مجھے برابر فائدہ پہنچاتے رہے۔ جب اس فن میں کمال قدرت حاصل ہو گئی اور من و سلو و کھانے کا وقت آگیا تو اسی مقدس بزرگ نے مستعد و غلط دلائل میرے سامنے پیش کئے غلط طریقے سے اس کو مضبوط کیا۔ اور فرمایا کہ اسے میرے لڑکے! تیرے پاس اگر ان دلائل دلائل ہوں تو پیش کر۔ تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔ اس وقت میں نے اپنے دل کی قوی کیا، اور عقل کو مستعد اور ادب غیر ضروری کو ترک کر دیا اور بغیر خوف کے بڑی جرأت کے ساتھ میں نے اپنی زبان کو کھولا۔ اور حجاب دے کر تمام دلائل کو رد کر دیا۔ یہ دیکھ کر اللہ ان کی روح کو پاک کرے، بسکرائے، اور آپ کے منور چہرے سے خوشی اور بشارت ظاہر ہو رہی تھی۔ اپنی پاک زبان سے یہ ارشاد فرمایا کہ "اسے میرے لڑکے! اب میرے دل میں تیرا اعتماد پیدا ہوا، اور بے شک پوشیدہ علوم اور اولیاء اللہ کے محفوظ اسرار تم کو بتاؤں گا۔ تب اس عنایت کے شکر یہ میں زمین چومی (کتاب الاذہار جلد اول قلمی در صورت سیدنا حسن بن ادریس کے بعد ان کے قائم مقام سیدنا حسین بن ادریس بن حسن کی بجائے۔ اور ان سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ جب مفید کے درجہ پر پہنچے تو حکم ہوا کہ یہ علوم اپنے تلامذہ کو بھی ان کی قابلیت کے مطابق تعلیم دو۔ ہندو سندھ کے دعاۃ ان کے ہاتھ

راہ گویا سکرٹری آف اسٹیٹ کے عہدہ پر مامور تھے اسیدی حسن بن نوح نے الرزق بعد ۹۲۹
 وفات پائی (دیکھو کتاب احیاء ذکر السلف فی انتقالہم الی العرف قلمی سورت آپ کی
 میں ہی میں تھی اور آپ کے علاوہ دوسرے افاضل کی بھی قبریں تھیں۔ لیکن امام شرف الدین
 ہی کے عہد میں متعصب زیدیوں نے تمام قبریں کھود ڈالیں (دیکھو قرآن اطمین الیمن
 کی سورت)۔

سیدنا یوسف عرصہ تک تعلیم پاتے رہے، آپ بے حد ذہین تھے۔ آپ کے طباعی
 بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے استاد سے متعدد مسائل پچیدہ
 حل چاہا۔ فضیق استاد نے سیدنا محمد عز الدین کے خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔
 سینا نے طلب فرما کر تمام مسائل کے جوابات دینے۔ اور اس دن سے آپ کی تعلیم کا پار خود
 لایا۔ جب تعلیم مکمل ہو گئی تو آپ نے رخصت چاہی۔ سیدنا نے فرمایا کہ کچھ دن اور قیام کرو تو تم کو
 اس التاویل دو بارہ پڑھاؤں چنانچہ مقیم ہو کر تحصیل کرتے رہے۔ سیدنا نے پھر منہ کا دالی
 کر دینا چاہا۔ آپ نے عرض کیا کہ اطاعت میں مجھے کوئی خد نہیں مگر اپنے اساتذہ پر حاکم
 بنا کر رہنا مجھے کچھ پسند نہیں ہے۔ سیدنا نے اس معذرت کو قبول فرمایا۔ اور سدھپور
 عامل بنا کر بھیج دیا۔ واپسی منہ (گجرات) پر سدھپور میں امور دعوت انجام دینے میں مشغول ہو گئے
 امام طالب علمی کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب قدر خطوط وطن سے پہنچتے سب کو بغیر پڑھے جمع
 تے جاتے۔ واپسی کے وقت آپ نے سب کو پڑھنا شروع کیا۔ کسی نے دریافت کیا کہ
 تے دن تک آپ نے نہ پڑھا تو اب پڑھتے کا کیا فائدہ۔ جواب دیا کہ اگر اس وقت پڑھتا
 مختلف خبروں کے معلوم ہونے سے طبیعت میں انتشار پیدا ہوتا۔ اور تعلیم میں خلل واقع
 ہوتا۔ اور اب فارغ ہو گیا ہوں تو پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ کی علمی قابلیت

نیکی، اعلیٰ اخلاق کا اس قدر گہرا اثر سیدنا محمد عز الدین پر ہوا کہ ۹۲۶ھ میں جب آپ نے
فرمانے لگے تو آپ نے سیدنا یوسف ہی کو مخصوص بنایا۔ اور یمن میں اقامت کی وصیت
سیدنا یوسف کے اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کے وقت کا بھی واقعہ بڑا دلچسپ ہے
اوپر مذکور ہوا کہ آپ کا وطن مالوف سندھ پور تھا۔ جب احمد آباد سے مومنین اور آپ
استاد ملا قاسم بن حسن اس عہدہ پر فائز ہونے کی بشارت لے کر سندھ پور پہنچے۔ اور لوگوں
سے دریافت کیا کہ یوسف کہاں ہیں؟ تو واقف کار نے بتلایا کہ دریاہ سرستی پر کپڑے
میں مصروف ہیں۔ مومنین دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے اور عزت و احتشام کے ساتھ
آئے۔ تقریباً ۵ سال تک سندھ پور میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں مسجد کے ساتھ ایک
بھی تعمیر کرائی۔ یہ مسجد سندھ پور میں اسٹیشن سے کچھ فاصلہ پر نجم پورہ محلہ میں واقع ہے۔
طرز کی شاندار مسجد ہے۔ ایک مینار نہایت بلند ہے۔ عامل صاحب کا مکان
کے قریب ہے۔ دست برد زمانہ سے ابھی تک دونوں یادگاریں موجود ہیں۔ غیر مسلموں
بعض واقعات کے بنا پر یمن دین مومنین کے ساتھ منید کر دیا تھا۔ تو آپ نے ایک بڑا بازار
دوکانوں کی تعمیر کیا اور مومنین کو راحت پہنچائی۔ اور غیر مسلم عاجز آ کر پھرتا و عمل
پہنچے۔ آپ اپنی والدہ کے بڑے ہی فرما بردار تھے۔ اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کے بعد
قدم چوما کرتے تھے۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ میں تو ادنیٰ مومنہ ہوں۔ اور خدا نے تم کو نائب
رتبہ عطا کیا ہے۔ اس لئے اب یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے لیکن
بھی آپ ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ جب آپ کی والدہ نے قدم چومنے نہ دیا تو یہ تدبیر کی
نماز کو کھڑی ہوئیں تو اس وقت آپ قدم چوم لیتے۔ ان کے والدہ کی قبر نو ساری کے
میں آج بھی موجود ہے۔ آپ کو امر و دعوت کا کام لے ہوئے ابھی عرف و وہی برس ہوئے

پہلے تو بہادر شاہ گجراتی کو گجرات
 متواتر شکست دیتا ہوا ہمالیوں بن یاہر بادشاہ دہلی سے کھٹیا نت تک پہنچ گیا۔
 بہادر شاہ گجراتی نے ہمالیوں کی واپسی کے بعد گجرات واپس لے لیا۔ مگر چند ہی دنوں
 بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود ثالث گجرات کا برائے نام بادشاہ ہوا
 ہمالیوں بھی چین سے ڈیٹھ سکے۔ اور شیر شاہ سے متواتر شکست کھانے کے باعث اور
 بے بھائیوں کی بے وفائی کے سبب آوارہ گرد ادھر ادھر ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ اسی عرصہ
 میں اس کو ہندوستان سے سندھ جاتے ہوئے ساڑھاڑ میں قیام کرنا پڑا۔ ان ایام
 مافرت کے چند روزہ قیام میں سب سے زیادہ جن لوگوں نے اس کو آرام پہنچایا وہ
 سنین کی جماعت تھی۔ اس مصیبت کے وقت میں چند خاصین سنین کی خدمت سے وہ
 متاثر ہوا اور بڑی مسرت سے اس نے ایک فرمان تجارتی آزادی کے لئے عطا فرمایا
 جس کی نقل حسب ذیل ہے۔ یہ فرمان مشہور سپہ سالار بریم خاں خان خاں کے قلم سے
 لکھا ہے۔ جو ہمالیوں کے واپسی کے بعد اکبری عہد کے ابتدائی زمانہ میں بھی ہندوستان کی باگ
 بنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ حج کے ارادہ سے گجرات آیا۔ اور پٹن میں خان سرور کے طالب
 کے پاس تھا کہ ایک پٹھان نے اس کو شہید کر ڈالا۔ کیونکہ کسی وقت اس کے باپ کو خان
 خاں نے قتل کیا تھا۔

یہ فرمان شہنشاہ نصیر الدین ہمالیوں کی طرف
 سے فرقہ بواہر شیوخ اسماعیلیہ کی تجارتی آزادی
 کے لئے مملکت ہند میں لکھا گیا اس پر آشوب
 زمانہ میں فلک کی کج رفتاری سے شہنشاہ نے

”بفرمان والا شان شہنشاہ نصیر الدین
 محمد ہمالیوں خلد اللہ ملکہ آزادی بازاوی تجارت
 قوم بواہر شیوخ اسماعیلیہ مملکت ہند نوشہ شدہ
 وراہ ایام پر آشوب شہنشاہ ہند از کج رفتاری

فلک سفر دراز اختیار نموده و از گردش نیل و نہار
بصوبت ریگستان ماڑ و اٹفاق افتاد و بہ
منازل سفر بشتر از مردمان بے وقافی ظاہر شد۔
در یک منزل گرد ہی قوم بواہر ملاحظہ فرمود۔ کہ از
تجارت اطراف ملک فارغ گشتہ بخانہ خود میروندہ
از نزول لشکر قلیل شہریاری آگاہ گشتہ بجای
بیوقافی لوازم مکر خدمت گزاری بجان و دل بستہ
ہمہ تن بہ مہمان نوازی مصروف تھوڑا خدمت
پہر متنفس بواجہی ادا نمود کہ دریں سفر مثل آن
منزل خوشگوار آسائش آرام نیافت و چند
نفوس معزز و معتبر برائے رہبری و تسہیل سفر بہ
تبدیل لباس لوازم خدمات سلطان ادا نمودہ
تا بحد قلمرو ہندوستان رسانید و امیدار عنایات
خسروی گشتند۔ بموجب فرمان والا شان این
آزاد نامہ تجارت مع اطہار خدمات پسندیدہ عطا
فرمود۔ چون سلاطین نامدار کہ باوزنگ مملکت
ہند قرار گیرند بلا تعصب مذہبی پناہ از ایثارسانی
مخلوق و با آزادی تجارت حکم فرمایند۔ کہ این گروہ
بجز تجارت و خدمات شایگانہ و دیگر نی داند۔

ایک دورواز سفر اختیار کیا، اور گردش
سے مارواڑی ریگستان صوبتیں برداشت
کا اتفاق ہوا۔ دوران سفر میں اکثر لوگوں
بیوقافی ظاہر ہوئی۔ لیکن ایک مقام پر فرقہ
کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اطراف ملک سے
تجارت کر کے اپنے گھروں کو واپس آ رہے
اور انھیں بادشاہ کے قلیل لشکر کے قیام کا
چلا اور بجائے بیوقافی کے جان و دل سے شکر
لشکر کی مہمان نوازی میں مصروف ہو گئے۔
اپنے ہر مہمان کی خدمت ایسی عمدگی سے اور
کہ شای شکر کو اپنے تمام سفر میں ایسا آرام
نصیب نہیں ہوا۔ جب شکر کا کوچ ہوا تو چند
معتبر لوگ رہبری اور مہولت سفر کے لئے تبدیل
خدمات سلطان بجالائے اور قلمرو ہندوستان
تک شکر کو پہنچا دیا۔ اور عنایت خسروی کے
امیدوار ہوئے۔ چنانچہ حسب فرمان والا شان
آزادی نامہ تجارت مع اطہار خدمات عطا فرمایا
کہ جو سلاطین نامدار سریرائے سلطنت ہند میں
تعصب مذہبی ایثارسانی مخلوق اور اس فرقہ کے

آزادی تجارت کا حکم فرمائیں۔ کیونکہ یہ فرقہ پزیر
تجارت اور خدمات شاہی کی بجا آوری کہ اور کوئی
کام نہیں جانتا۔ جبکہ افعال خداوندی ظل الہی
کے شامل حال ہوں گے تو تمہاری ان خدمات
کا نتیجہ بہتر سے بہتر ہوگا۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۹۲۵ء
بحالت سفر، بندہ درگاہ آسمان جاہ بیرم خاں
کے قلم سے لکھا گیا۔

ازیکہ افعال خدا شامل حال ظل الہی شود
و نتوانے نتیجہ خدمات شما بہتر از بہتر نخواہد شد۔
پنج بست و یکم ربیع الاول ۱۹۲۵ء بحالت
سفر از قلم بندہ بارگاہ آسمان جاہ بیرم خاں
تبت شد۔

جب ۱۹۲۵ء میں سیدنا یوسف بن تشریف لے گئے تو وہاں کے منافقوں نے آپ کو
تستایا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ترکی حکاموں کو لوگوں نے بدن کرا دیا۔ اور اس نے
آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور تمام مال و اسباب ضبط کر کے آپ کو قید کر دیا۔ پھر سات ہزار ایرانی
مانت پر آپ کو رہا کیا۔ مگر شہر سے باہر بغیر اجازت جانے کی ممانعت تھی۔ انھیں دونوں احمد
نہج شاہ برادر سیدنا داؤد بن عجب شاہ بغرض حج نکہ اور پھر من گئے۔ اور سیدنا سے ملے
پد کو بہت معنوم پایا۔ حال دریافت کرنے پر آپ نے حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ سیدی احمد نے
بر اخادم کے ذریعہ سات ہزار ایرانی کا ٹوڑا منگا کر حاکم کے پاس ارسال کر دیا۔ اور سیدنا کو ایک
بڑی مصیبت سے نجات دلائی۔ سیدنا نے آپ کو دل سے دعا دی۔ جس کی برکت سے سیدی
احمد بن عجب شاہ کو تجارتی مال میں بڑا منافع حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں یمنی حاکم کے مظالم کی خبر
سلطان وقت کو پہنچی (غالباً اسماعیلیوں نے کسی کو بھیج کر واقف کرایا) وہاں سے حاکم کے علاوہ
دوسرے ۱۳ مجسم گرفتار کئے گئے۔ اور عبرتناک سزائیں دی گئیں اور اس طرح اس وقت دشمنوں
سے کامل نجات ملی۔ اور سلطان کے طرف سے جب یہ حکم آگیا کہ گروہ اسماعیلیہ کو آئندہ سے

کوئی شخص کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دے تو سیدنا کو اطمینان کامل حاصل ہوا۔ اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ آپ عمر کے آخری وقت میں بہت سخت علیل تھے۔ لوگوں نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے سیدنا جلال ابن حسن کے متعلق فرمایا۔ بعض لوگوں نے آپ کی ناخوش حالت دیکھ کر عرض کیا کہ سیدنا مذکورہ گجرات میں ہیں۔ اور جب میں گجرات سے چلا تھا۔ اس وقت وہ سخت علیل تھے۔ میرا خیال ہے کہ آپ وفات پانچے ہوں گے۔ آپ کا ارشاد ہوا کہ میں نے اسے یہ امر سیر کیا ہے۔ اور وہ ضرور میرے بعد رشد و ہدایت کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سیدنا کے پاس جب فرمان آیا تو آپ یقیناً حیات تھے۔ بزرگان دین کی روحانیت سے منظر واقعہ یوں متحیر ہو گئے۔ ۱۱ ذی الحجہ ۹۲۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور دین ہی میں آپ کا مزار ہے۔ وفات دشمنوں نے آپ کا گھر لوٹ لیا اور ایک جہہ درشہ کے لئے نہیں چھوڑا۔

(۲) سیدنا جلال بن حسن اول داعی مطلق ہند

جلال بن حسن آپ کا نام شمس الدین لقب، آپ کا وطن احمد آباد تھا۔ ابتدائی تعلیم جگہ محل کی تکمیل تعلیم کے لئے آپ نے مین کاسٹر کیا۔ سیدنا جلال بن حسن کے روانگی مین کاسٹر لطفیت واقعہ ہے۔ آپ کے نانا کسی ہندو سیٹھ کے طرف سے ایجنٹ بن کر بعض تجارت مین اور سیدنا یوسف نجم الدین سے ملاقات کی۔ آپ کی تنگدستی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، اور دس ہزار روپے سیٹھ کے مال میں سے آپ کے نذر کئے۔ سیدنا نے دریافت کیا کہ تمہارے سیٹھ نے کس مال کی خریداری کو بیجا ہے، آپ کو جو کچھ خرید کرنا تھا عرض کیا۔ سیدنا نے بدانت کی فلاں چیسڈ خرید کر دے۔ آپ نے تعمیل حکم کی۔ پھر سیدنا نے دریافت کیا کہ کتنے بچے ہیں۔ جواب ہوا کہ صرف ایک نواسہ جلال بن حسن ہے۔ سیدنا نے فرمایا کہ تم نے مجھے بڑا آرام پہنچا کر مسرور کیا۔

یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ تمہاری آنکھیں بھی ٹھنڈی کرے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ واپسی ہند پر
 نے نواسے کو ادھر میں بغرض تعلیم بھیج دو، چنانچہ واپسی پر ایک طرف تو تجارت سے بڑا مالی فائدہ اٹھایا
 ری طرف نواسہ کو مین بھیج کر اطاعت داعی کا بہترین ثبوت مین والوں کو بہم پہنچایا۔ عرصہ تک
 وہاں مقیم رہے اور علم تاویل اور علم حقیقت سے مکمل آگاہی حاصل کی۔ واپسی مین کے بعد دعوت
 نام میں مشغول رہے۔ اور درس و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ تمام عمر تقریباً ۲۲/۲۳
 میں احمد آباد میں بحیثیت قائم مقام داعی کے امور مغموضہ انجام فرماتے رہے۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ
 میں مرض اس عہدہ جلیلہ پر قائل ہوئے لیکن افسوس کہ آپ صرف چار ماہ زندہ رہے۔ وفات
 بعد دن پہلے آپ نے تمام حدود کو جمع کر کے سیدنا داؤد بن عجب شاہ کو مضمون فرمایا۔ اور
 بکر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد داؤد بن عجب شاہ مضمون ہوں گے۔ پھر آپ نے
 ہاکر امام زمان کی مجھے زیارت نصیب ہوئی اور حکم ہوا کہ تم اپنا تمام مال طالب علموں پر صرف
 اور بہت جلد تم ہم سے ملنے والے ہو۔ ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ میں دارالبقا کو سدھائے
 اول داعی مطلق ہیں جن کا مرکز دعوت "ہند ہما" آپ کا مزار احمد آباد میں سپور میں مرجع خلاق
 ہے۔ لوگ ۱۵ ربیع الآخر کو آپ کا عرس کرتے ہیں۔ لیکن مزار پر کندہ ہے "جلال بن جن
 شہابی ۱۳۹۷ھ۔"

(۳) سیدنا داؤد بن عجب شاہ

داؤد بن عجب شاہ بن فیروز شاہ فوج بن جعفر نام، برہان الدین لقب۔ احمد آباد
 باشندے تھے۔ اور محرم ۹۳۳ھ یوم پنجشنبہ وقت صبح آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے اخلاق
 سند اور علوم دینیہ کے بدولت محبوب عوام ہوئے۔ عرصہ تک درس و تدریس و اشاعت

میں مصروف رہے۔ ۹۷۵ء میں دعوت کے مندر پر متمکن ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے
 داؤد بن قطب شاہ کو اپنا منصوص بنایا۔ اور تمام مشائخ اور حدود سے اطاعت کا میثاق لیا
 اس سے بعض اشخاص کو حسد پیدا ہوا۔ اور قریب تھا کہ قوم میں تفرقہ پیدا ہو کہ بروقت اطلاع آپ
 نے فورا ہی مخالفین کے سرگروہ میاں شمش بن جعفر کو طلب کر کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر
 شکوک رفع کئے۔ اور یاد دلایا کہ داؤد بن قطب شاہ کو سیدنا جلال بن حسن نے ہی میرے
 منصوص بنایا۔ یعنی ایک کے بعد دوسرے کو منصوص بنایا۔ میں نے اس کا فقط اظہار
 کر دیا۔ اسی طرح خوب فہمائش کی جس سے یہ آئی ہوئی بلائیں گئی اور لوگ راہ راست پر آگے
 اس وقت گجرات کا بادشاہ مظفر سوم تھا۔ جو اعتماد خان وزیر کا ایک قسم کا قیدی بادشاہ تھا
 اس وقت گجرات میں طوائف الملوی کی تھی۔ ہر امیر اپنے ملک مقبوضہ پر خود مختار تھا اور اقتدار حال کر
 کے لئے ایک دوسرے پر فوج کشی کرتا تھا۔ اس سبب سے رعایا تباہ حال تھی۔ اسی کشمکش میں
 غالباً بوہرے تاجر بہت ستائے گئے۔ اور ان سے بہت روپے پیسے لئے گئے۔ اس لوٹ مار
 کے سبب سے یہ لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ دوکانیں بند کر دیں۔ اکبر شاہ کے آنے پر گجرات میں
 امن ہوا۔ لیکن ۹۹۱ء میں جب مظفر عمر گجرات آگیا تو اس کی بے ساری فوج نے ایسی لوٹ کھسوٹ
 چائی کہ خود سیدنا کو بھی کپڑے نچ جا کر ستر میں ہو جانا پڑا۔ پھر جب اکبر نے دوبارہ امن قائم کر دیا
 سیدنا ستر سے باہر آئے۔ اکبر اعظم کا مشہور (جنرل) سپہ سالار بیرم خاں کالڑ کا عبدالرحمن
 خان خانان آپ کا عقیدہ تمند تھا۔ چنانچہ آپ کے لئے دس قیمتی شال بدیمہ ارسال کئے
 ساتھ ہی اکبر کا ایک فرمان لاہور سے گورنر گجرات کے نام بھیجا کہ جماعت بواہر سلطنت کو
 دوست اور امن پسند لوگ ہیں اس لئے انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے۔ ملک میں امن
 ہو جانے کے سبب ہر جگہ سے مومنین کی درخواستیں آتی شروع ہوئیں۔ کہ حضور شریف

مومنین کو سرور ہونے کا موقع عنایت فرمائیں۔ چونکہ کپرونج کے مومنین سے پہلے ہی وعدہ کیا تھا اس لئے سب سے پہلے آپ وہاں تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں قیام کر کے کھنیا نچے اور پھر وہاں سے امریٹ، اور یہاں سے دھولکا، ہر جگہ نماز باجماعت علی الاعلان ادا اور اذان میں بھی علی وصی رسول اللہ کا اظہار برابر ہوتا رہا۔ آپ کی سوازی ہر جگہ شہانہ طریقہ سے نکلتی تھی۔ جس کو دیکھ کر مومنین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ چند سال سے سندھ میں کورٹ کا کام گویا مردہ ہو گیا تھا۔ آپ کی سہمی سے پھر زندگی کے آثار پیدا ہوئے اہل سنت جماعت میں سے دوفاضل آپ کے زیر سایہ آئے۔ فرقہ نزاریہ کا رئیس شیخ غوری بھی آپ تبلیغ ہو گیا۔ سندھ کی ندی خشک ہو گئی تھی۔ آپ نے لوگوں کے استدعا پر ایک نقش بھیجا کہ کوریت میں دفن کر کے واپس آتے ہی پانی کا ریلہ آیا آپ کا ندی بھر گئی۔ آپ کے عہد میں چار بے شاخ تھے۔ داؤد جی بن قطب شاہ، قاضی بن امین شاہ، شیخ آدم بن طیب شاہ، امین جی بن جلال۔ آپ جب بچہ مظفر شاہ سوم کپرونج تشریف لے گئے تو عید الفصحی کی نماز اسی جگہ راکھی اور پھر عید غدیر بھی یہاں ہی منائی۔ اس عرصہ میں شیخ محمد امین قاضی خان مظفر شاہ سے بڑو دھ میں مل کر امان کا فرمان لے کر حاضر ہوئے۔ جس سے ایک گوزا طینان ہوا۔ ہر دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ کپرونج کے عہدہ دار (مکشر) کی نیت بدل گئی ہے۔ اور سپیدنا تکلیف دے کر کچھ مال حاصل کرنا چاہتا ہے تو آپ نے مومنین کے مشورہ سے کپرونج ہی میں ایک مومن کے گھر میں ستر اختیار کر لیا۔ جب مظفر شاہ اکبر سے شکست کھا کر کپرونج آیا (محرم ۹۹۱ھ) تو محمد قاضی خان اور خوج بن ملک استقبال کے لئے گئے، ناریل اور شکرانگون کے لئے پیش کیا۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور ان لوگوں کی عزت افزائی کی۔ محمد بن قاضی خان نے بطور نصیحت یہ کہا کہ مومنین کی دعا کیوں نہیں لیتے، اور غریبوں کو کیوں ستاتے ہو۔

منظرفشاہ نے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اور گناہوں سے توبہ کی۔ پھر کسی ہندو عملدار نے مظرفشاہ کے واسطے ایک سو محمودی جہراؤ ہروں سے وصول کیا تھا۔ اس کی شکایت کی، سلطان نے حکم دیا کہ کسی بوجہ سے ہرگز کچھ وصول نہ کیا جائے۔ مظرفشاہ تو کھنڈا بت چلا گیا۔ اور اس بدامنی سے کولیوں نے خوب لوٹ مار کر فائدہ اٹھایا۔ لیکن مومنین ہر طرح سے محفوظ رہے۔ کیونکہ کولیوں کی سرداری کی مومنین ہمیشہ خاطر مدارات کرتے رہے۔ ۳۶ ماہ سیدنا یہاں مقیم رہے۔ پھر ربیع الاول ۹۹۲ھ میں احمدآباد آکر ۹۹۳ھ میں سدھپور تشریف لے گئے۔ ۹۹۵ھ میں اپنے لڑکوں کی شادی کی جس میں آٹھ ہزار کو لذیذ کھانا کھلایا۔ طوی ۱۲۰ من گھی کا ساٹھا (۱۲۰) من، گوشت (۲۲۵) من، گھی ۱۲۰ من، شکر (۵۰) من، چاول (۱۰۰) من خسربخ ہوا۔ ۹۹۶ھ میں کھنڈا تشریف لے گئے۔ مومنین کنساری دروازے سے استقبال کے لئے نکلے۔ داخلہ شہر پر ہر کہ دمہ نے آپ کی تعظیم کی۔ آپ اکبر پور محلہ میں مقیم ہوئے۔ اس محلہ کا آباد کرنے والا، رادکلاں تھا جس نے یہ زمین مومنین کو دی تھی۔ یہاں مسلمانوں کے ایک سو گھر تھے۔ احمدآباد کا صوبہ دار خان اعظم کو کہنے میں شال قیمتی آپ کے لئے ارسال کئے۔ اور ساتھ ایک فرمان بھی جاری کیا کہ مومنین کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ اسی جگہ ایک سادھو مناظرہ کے لئے آیا۔ خوج بن ملک

شاہ اس سے بھی میرے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ کہ مومنین کو تکلیف پہنچانے میں سلطنت کا حقیقی ہاتھ نہ ہوتا تھا۔ بلکہ جعفری یا سلیمانی کے سبب سے حکام ماتحت جو چاہتے کر گزرتے تھے۔ جیسا کہ آج بھی ہوتا ہے۔ کہ جہاں ماتحت حکام آئے ہوتے ہیں مسلمانوں پر مظالم کر گزرتے ہیں اور حکام بالاتک یا تو فریادی نہیں پہنچتی ہے۔ یا بہت دیر میں پہنچتی ہیں جبکہ پانی سر سے اوپر ہو جاتا ہے۔ مگر دیکھو کہ جب مظفر شاہ کو مظالم کا علم ہوا فوراً اس کا تدارک کیا۔

صاحب کو سیدنا نے مناظرہ کا حکم دیا۔ آپ نے مناظرہ میں اس کو شکست دی اور وہ واپس گیا۔ محمد بن چاند جعفری نے اُس مناظرہ کا حال جب سنا جو سید ملک جی ابن شمس صاحب بڑودھ والے سے ان کے بھائی کی ساتھ ہوئی تھی تو خود بھی تیار ہو گئے۔ چنانچہ ملک جی ابن شمس صاحب سیدنا سے اجازت لے کر ایک مکان میں دونوں جمع ہوئے۔ مغرب سے صبح تک دونوں کی تقریریں ہوتی رہیں۔ سب سے پہلے سیدنا و مولانا امیر ابو مینین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی امامت اور خلافت کی بحث ہوئی، پھر رمضان کے چاند کے متعلق گفتگو ہوئی۔ پھر زکوٰۃ اور حج کے مسائل زیر بحث آئے جو صبح ہونے پر ختم ہو گئے۔ اور اپنے اپنے گھر واپس گئے۔ پھر ملک جی ابن شمس صاحب نے ایک رسالہ لکھ کر جواب مانگا۔ محمد بن چاند نے اس کا جواب بھی ایک رسالہ کے شکل میں دیا۔ سیدنا کے نظر سے یہ رسالہ جب گھرا تو آپ نے سیدنا رادو بن قطب شاہ کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا۔ جس کی تعمیل کی گئی۔ سیدنا یہاں سے اتر ٹھہر گئے۔ جہاں ہر عام خاص نے آپ کا استقبال کیا۔ مسلمانوں نے استدعا کی کہ جامع مسجد میں تشریف لاکر شائقین کو زیارت کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ لیکن آپ نہ جاسکے۔ مفتی، قاضی اور دیگر اہل دار آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ یہاں کا حاکم بھی عقیدہ تہذیب کی طرح ہر وقت حاضر باشش رہا۔ اس جگہ عورتوں کے لئے حوض اور علیحدہ جگہ نماز کے لئے نہ تھی۔ آپ نے اپنے خستہ سے دونوں چیزیں تیار کرا دیں۔ اڈ تبرکاً سیدنا اور دیگر حدود دہنے بھی اس کی تیاری میں عملاً حصہ لیا۔ دعوت کا ایک بڑا کتب خانہ بھی یہاں تھا جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ پھر کپڑوں پہنچے جہاں لوگوں نے آپ کی دعوت کی۔ مگر خوج بن ملک کی دعوت سب سے بڑھ گئی۔ اس دعوت میں ایک ایک رطل کی جلابی تقسیم کی جس سے لوگ بہت خوش ہوئے۔ دس دن قیام فرما کر سیدنا احمد آباد واپس تشریف لائے۔ ۱۳ شعبان ۹۹۶ھ میں سیدنا مہر خس

(سرکھج) کے "فتح باڑی" باغ میں سیر کے لئے تشریف لے گئے جو منظرِ موسم پر فتح باڑی کی یادگار میں عبدالرحیم خان خانان نے تیار کرایا تھا۔ ان کے وفات کے دن، ۲ ربیع الثانی روز منگل ۹۹۷ھ بمقام کھنابت خون (سرخ پانی) کا جوار سمندر میں آیا۔ آپ کی دختر فاطمہ بانی بیمار تھیں عیادت کے لئے آپ تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک کیل پیر میں گئی۔ اور پھر اس سے ایسا زخم ہو گیا جو مندیل نہ ہو سکا۔ آخر، ۲ ربیع الآخر ۹۹۷ھ میں قادیان سے اعلیٰ سے جانے لے گئے۔ آپ کا مزار احمد آباد سرسپور میں مزاح ظائق ہے۔ مختلف قسم کی منبر مانتے ہیں۔ ۲۳ برس آپ رشد و ہدایت کرتے رہے۔ ۳۳ برس آپ نے دعوتِ ارشاد کا کام انجام دیا۔ اور مومنین کو ہر طرح سے اعتدال پر قائم رہنے کی ہدایت فرماتے رہے۔ آپ ہی کے عہد میں علامہ محمد طاہر ثنی، اور شیخ الاسلام شاہ وجہیہ الدین گجراتی نے جو مسلمانوں میں بڑے پایہ کے عالم مانے جاتے ہیں۔ علامہ محمد بن طاہر ثنی کے نسبت بعض مورخین کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ داؤدی بوہروں کے خلاف انھوں نے جدوجہد کی۔ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بات یہ ہے کہ اس عہد میں حضرت سید محمد جوینی کے متبعین کا جن کو فرقہ مہدویہ کہتے ہیں۔ بڑا زور تھا۔ پٹن کے پٹھان حاکم بھی اسی فرقہ کے تھے۔ اور عام مسلمانوں کے ساتھ بڑے تعصب سے مظالم کرتے تھے علامہ مدوح انھیں بر خلاف اٹھے تھے اور انھیں کے مظالم کی فریاد لے کر اگرہ دربار اکبر میں جا رہے تھے شہید کر ڈالے گئے۔ ہاں کبھی کبھی اپنی قوم سُنی بوہروں کے مراسمِ قبیحہ کی اصلاح کے لئے بھی کوشش فرماتے۔ داؤدی بوہروں کے خلاف کبھی کوئی آواز نہیں اٹھائی۔ مگر آدم سید

لے موسم بہار میں ۹۵۹ھ لکھا ہے۔

علامہ موصوف استاد بھائی ہیں۔ اگر اس غلط فہمی کو دور نہ کیا گیا تو ماننا پڑے گا کہ ایک کلمہ گو مسلم کا عین تہجد کی نماز میں شہید کر ڈالنا ایسا ہی افسوسناک ہے جیسا سیدنا قطب الدین کی شہادت کا واقعہ دردناک ہے۔

سیدنا داؤد بن قطب شاہ

داؤد نام، برہان الدین لقب، والد کا نام قطب شاہ بن خواجہ بن علی والدہ آپ کی گوری بو بنت علی جوہری ہیں۔ ۹۳۶ھ ۲۳ ربیع الاول یوم پنجشنبہ بوقت مغرب آپ کی ولادت احمد آباد کالو پور میں ہوئی۔ اور اسی جگہ پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم صرف و خوب ختم کر چکے تو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوشش شروع کی۔ دس برس سے قبل کی عمر میں آپ حافظ قرآن ہو گئے۔ اسی سے آپ کی ذہانت اور قوت حافظہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ کے متعلق یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایام طفلی میں اپنے والد کی دوکان پر سوئے ہوئے تھے۔ کہ ایک جو توشی آیا۔ اور آپ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ والد نے کہا کہ تم کو اس کے باپ سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ اس کے باپ سے کہہ دینا کہ یہ بڑا نامور فاضل اور خوش نصیب لڑکا ہے۔ اور فی الواقع ہو بھی ایسا ہی۔ سیدنا داؤد بن قطب شاہ جب جوان ہوئے تو ان کی شادی جوانی بنت محمد علی سے تقریباً ۹۴۱ھ میں ہوئی۔ خوش قسمتی سے یہ لڑکی بھی حافظہ قرآن تھی۔ لیکن "حیث در چشم زدن صحبت یار آخر شد" بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ کی والدہ گوری بو بنت علی جی کی وفات ہوئی۔ پھر ۹۴۳ھ میں آپ کے والد ماجد کی رحلت ہوئی۔ تب آپ ۹۴۲ھ جبکہ تیس برس کی عمر تھی بغرض تعلیم مین پہنچے۔ اور سیدنا یوسف نجم الدین سے علوم و فنون کی

تعلیم حاصل کی۔ تقریباً ۱۹۷۰ء میں ہند واپس آئے۔ اور غالباً ۱۹۷۹ء میں آپ
 پون بانی سے شادی کی۔ ۸ صفر ۱۳۹۲ھ یوم پنجشنبہ پھر دن کے وقت داعی عبدالعزیز
 پیدا ہوئے۔ آپ کے چچے میاں خان جی ہوئے۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ میں پون
 کا انتقال ہوا۔ تب وزیرہ بوبنت میاں آدم سے آپ نے شادی کی۔ لیکن بانی مذکورہ
 چل بسا اس لئے آپ نے سہا بوبنت میاں خان بن میاں بھائی سے نکاح کیا۔
 سے امتہ اللہ لڑکی اور میاں محمد جمیو پیدا ہوئے۔ ۱۳۹۵ھ کے بعد آپ کو داعی وقت
 اپنا منصوص بنایا، شیخ الاجل علی محمد بن فیروز راوی ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا داؤد
 قطب صحت علیل ہو گئے۔ داعی وقت نے مجھے عیادت کے لئے بھیجا۔ میں نے اس
 قریب الطرک پایا۔ آکر عرض کیا کہ وہ تو بستر مرگ پر ہیں۔ داعی وقت نے کہا کہ انشاء
 جلد صحت ہوگی کیونکہ میرے بعد وہی منصوص ہیں۔ اسی طرح شیخ الاجل میاں خونج
 کہتے ہیں کہ مامونجی ابن علی جی نے اپنے لڑکے کی شادی میں سیدنا داؤد بن عجب شاہ
 کو سزا پور شکرگت کے لئے بلایا تھا۔ اٹلے راہ میں میاں علی محمد نے میاں عجب شاہ سے
 سوال کیا کہ اس شادی میں داؤد بن قطب شاہ نے کیوں شکرگت نہ کی۔ تو جواب دیا کہ
 وہ منصوص (قائم مقام) ہیں۔ اس لئے امور دعوت کے انتظام کے واسطے وہ ٹھہر گئے ہیں۔
 بن عجب شاہ سیدنا کے برادر حقیقی کہتے ہیں کہ علالت کے ایام میں اپنی زبان سے سیدنا نے فرمایا
 میں نے سنا کہ داؤد بن قطب شاہ کے پیشانی پر لومہ دے کر فرمایا کہ میری موت قریب ہے
 اور میرے بعد تم داعی ہو۔ اور نائب امام زمان ہو۔ آپ نے کہا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ
 دوسرے کو سپرد فرمائیں۔ سیدنا نے جواب دیا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تم سے بڑھ کر کو
 اس کا اہل نہیں ہے۔ میاں علی محمد کہتے ہیں کہ ۲۲ ربیع الثانی کو طبیب نے نبض دیکھ کر کو

سری۔ گواہی بیت گریہ و بکا میں مصروف تھے مگر آپ سہارے سے بیٹھے اور ایک بلیغ خطبہ
 تمام فضلاء، شیوخ، اور حدود کے سامنے داؤد بن قطب شاہ کو فرما کر تمام کتب خانہ
 حوالہ کی کنجی حوالہ کر دی۔ اور ۲ ربیع الثانی ۹۹۹ھ کے بعد باقاعدہ دعوت
 پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور والیان حسنا کر (ہند، سندھ، یمن) کو فرمائات ارسال
 کئے، جس میں داعی کی وفات اور اپنے منصوص ہونے کا بیان تھا۔ یمن میں اس وقت تین
 برسرِ عمالت تھے۔ شیخ مولیٰ الامیر سیدی عبداللہ بن محمد (۲) مولیٰ الاجل سیدی حسن بن
 (۳) شیخ سلیمان بن سیدی حسن۔ تمام لوگوں کے جوابات جب ڈرامہ اش اطاعت کے
 خصوصاً شیخ سلیمان کا خط اطاعت بہت طویل تھا۔ جس میں متوفی سیدنا کے اوصاف اور
 وہ سیدنا کے اقرار اطاعت کا اظہار تھا۔ مثلاً۔

انا و مولانا و مالک امرنا و ضیاء
 لنا و بحر العلوم و نھر الخلوام داعی
 الی الجزائر المنوطہ و ہادی ہدای
 المبسوطہ برہان الدنیا والدین
 بیتہ مولانا امیر المومنین سیدنا
 لانا داؤد بن قطب.....

اس قسم کے خطبہ شیخ سلیمان ابن حسن کے طرف سے تین چار سال تک آتے رہے۔

یہ خط بہت طویل ہے۔ اختصار کے خیال سے ترک کر دیا۔ اور نمونہ کے لئے چند سطریں تحریر کر دی گئیں
 معلوم ہو کہ شیخ سلیمان نے سیاست قبول کر لی۔ اور حکومت تسلیم کر لی تھی۔

اور کسی کو کسی بات کا وہم بھی نہ تھا۔ ۹۹۷ھ میں آپ نے راجپور میں ایک عجیب قصر عالیہ
 کرایا۔ اسی میں قیام تھا۔ تعمیر قصر جدید کے مصالح کبھی کبھی ہمیدہ اشخاص سے فرما
 دیں جسی علی خیر العمل اور شہادت علی وصی رسول اللہ اذالوں میں علی
 ہوتے رہے۔ ۹۹۵ھ میں شیخ آدم صفی الدین کو امور دعوت کے لئے دکن کے دورہ
 کامیاب دورہ کے بعد واپس آئے۔ ۹۹۹ھ میں قاضی ابن امین شاہ کو ہالار بھیجا۔ جو
 سے امور دعوت کو انجام دے کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں انتقال ہو گیا۔ اسی سال
 نے اپنے صاحبزادوں کی شادی خانہ آبادی فرمائی۔ یعنی میاں خان جی، میاں قطب
 امہ اللہ بانی کی شادی اس دھوم سے کی کہ عرصہ تک یادگار رہی۔ آپ کے اوقات کے
 درس اور تالیف کتب اور تلاوت قرآن میں صرف ہوتا۔ ہر جمعہ کو بعد عصر و عطف فرمایا کرتے
 نور الصباح اور زمانہ دو کنبز میں سیدنا داؤد بن عجب شاہ کی تھیں۔ آپ کی علالت میں
 نے مشورہ محمد بن راج محمد جو آپ کے سکریٹری تھے، خاندانہ دعوت سے کچھ روپے
 اتفاقاً یہ بات چند لوگوں کو معلوم ہو گئی، لیکن ابراہیم اور احمد جو دونوں کنبز زادے تھے جس
 سے عرصہ تک معاملہ مخفی رہا۔ آخر جب یہ خبر عام ہو گئی تو سیدنا داؤد بن قطب شاہ
 کا تقاضا شروع کیا۔ عرصہ تک بیت و محل میں ان لوگوں نے گزارا۔ اور جب با
 گزر گئی تو ان لوگوں نے مشورہ کر کے شیخ سلیمان بن حسن کو مین ایک خط لکھا جس میں تحریر
 تم ایک خط لکھو کہ داؤد بن عجب شاہ نے بوقت وفات مضمون مجھے کیا تھا۔ چنانچہ
 خط مین پہنچا۔ تو شیخ مذکور نے ایک عربی خط بطور خود تیار کیا اور جابر بن ہادی کے
 احمد آباد روانہ کیا کہ سیدنا داؤد بن عجب شاہ کے سکریٹری محمد بن راج محمد کو دو
 مہر کر دے۔ چنانچہ احمد آباد آکر ان لوگوں سے ملا۔ یہ خبر سیدنا داؤد بن قطب شاہ

نے میاں چاند جی بن علی سے فرمایا کہ جابر سے سوال کرو کہ تم میں سے کیوں آئے۔ اور شیخ
 نے تم کو کیوں بھیجا۔ میاں صاحب نے حسب الحکم آکر دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں
 سلیمان کا نائب ہوں اور شیخ مذکور نائب امام ہیں۔ سیدنا کو جب یہ حال معلوم ہوا
 ت بھر بے چین رہے۔ صبح میں شیخ سلیمان کی پھوپھی زہرا بانی بنت سیدنا یوسف
 لدین کے پاس آئے۔ اور تمام حقیقت شیخ سلیمان کی سنائی۔ بانی نے سیدنا کو مطمئن کرنا
 یہ خبر غلط ہے اور دشمنوں نے بہتان لگایا ہے۔ تب آپ نے میاں آدم بن طیب شاہ
 جی بن جلال، علی محمد، عبدالطیب، میاں چاند جی بن علی جیسے اکابرین دعوت کو طلب
 کر ایک مجلس کی اور جابر کو بھی طلب کر کے دونوں طرف سے جو تقریریں ہوئیں ان کو قلم
 کرنے کا حکم دیا۔ اور زہرا بانی کو پردہ کے پیچھے رہنے کا حکم فرمایا۔ اور ان کے ساتھ حسن
 علی اور محمد بن راج محمد کو جو دونوں محرم تھے، رہنے کا امر کیا۔ جب جابر کے تقریر کا
 ب دیا گیا تو لا جواب ہو کر سیدنا کی اطاعت زبان سے کی اور شیخ سلیمان کی بریت کا
 ہاں کیا۔ سیدنا نے زہرا سے کہا کہ تم نے سب سن لیا اور تم گواہ نہ ہو۔ اور شیخ سلیمان کو
 ب حال لکھ کر بھیجو۔ اس کے بعد سب اپنے اپنے گھر واپس ہوئے۔ جابر وہ تحریر محمد بن
 ج محمد سے لے کر سیدھے یمن پہنچا اور شیخ سلیمان کے حوالہ کیا۔ شیخ مذکور نے لوگوں
 میں کا اظہار کیا۔ پھر لوگ ان کے مقلد ہوئے۔ اور مخادین کا ایک مشہور بندر میں مقیم ہوئے۔
 وہاں کے لوگوں نے یہ کہا کہ شیخ چاند جی بن علی اگر تمہاری تصدیق کریں تو ہم مطلع ہیں۔
 شیخ نے چاند جی سے تصدیق طلب کی۔ جس کا جواب انکار سے دیا۔ شیخ مذکور نے انکو دھمکی
 دی کہ آپ انکار کی صورت میں سخت تکلیف اٹھائیں گے۔ چاند جی نے کہا کہ کچھ پردہ نہیں
 مان و مال سب دین پر قربان ہے۔ شیخ مذکور غضبناک ہو کر ترک حاکم کے پاس گئے۔

اور چاند جی پر پندرہ ہزار ابراہیمی کا دعویٰ دائر کیا۔ اور فتح مقدمہ کی صورت میں اس کو دینے کی شرط کی۔ حاکم مذکور نے چھ ماہ تک سرداب میں چاند جی کو قید کر کے رکھا۔ اور پھر شیخ سلیمان کے سبب تمام مخا کے لوگوں پر بڑے مظالم کئے (غالباً) مومنین نے وزراء سے سلطان تک پہنچائی جس نے تحقیقات کر کے، وزیر کے مطابق شیخ سلیمان قید کر کے صحن زعفران بھیج دیئے گئے۔ اور سخت تکلیف دیکر ابراہیمی کی ضمانت پر رہا کئے گئے۔ اور حراز پہنچے۔ جہاں شیخ عبداللہ، سیدی اور سید سیدنی اسمعیل بن سیدنا یوسف موجود تھے۔ ان لوگوں نے عام مومنین کو فتنہ سے بچایا، یہاں سے ناکام ہو کر بحران پہنچے۔ قبیلہ یام کے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے۔ اسی عرصہ میں شیخ عبداللہ وفات پا گئے۔ اور سیدی حسن بن اور سیدنی قائم مقام ہوئے۔ شیخ سلیمان نے بحران سے محمد بن لغبر المکرمی، عمار امام خان، فیروز خان جو ہند سے نہراہ بانی کے طرف سے کاغذ لے گئے تھے۔ ان کی رسالہ الانوار نامی اپنی تالیف شدہ کتاب اور نص نامہ دے کر واپس ہند کیا۔ چونکہ پہنچ کر دعوت سلیمانی میں مشغول ہوئے۔ سیدنا داؤد بن قطب شاہ نے بھی دور رس "الکبیرہ اور الصغیرہ" تحریر کر کے ان کی پوری پوری تردید کی۔ احمد آباد کے بھی چند اس گروہ میں شامل ہو گئے۔ جن میں سے مندرجہ ذیل اشخاص ممتاز تھے۔

(۱) محمد بن راج محمد (۲) ابراہیم بن داؤد بن عجب شاہ (۳) امین شاہ

بن شیخ میاں قاضی (۴) خانجی بن جلال بن حسن (۵) دوس بن داؤد جی

(۶) چاند جی بن راج (۷) ابراہیم بن جیون جی۔

پھر ماجی بن خان اور فیروز خان احمد آباد سے مدھپور آئے۔ اور شیخ سلیمان کے ساتھ

ان کو دینے جس کے سبب سے ان کی بھی رائے بدل گئی۔ اور شیخ کی طرفدار ہو گئیں۔
 اور کی داعیہ بنائی گئیں۔ مگر سدھپور والے اپنے قدیم راہ سے منحرف نہیں ہوئے۔
 زہرا احمد آباد آئیں۔ ان کے ساتھ روسا، سدھپور بھی تھے۔ ان لوگوں کا خیال
 زہرا جیسی فاضلہ نے شیخ سلیمان کی راہ اختیار کی تو ضرور کوئی بات ہوگی۔ اس
 کا فیصلہ ہونا ضروری ہے۔ سیدنا نے شیخ آدم، میاں طیب بن محمد شاہ،
 عبدالطیب، طیب بن محمد، حسن خان بن علی خاں، عجب شاہ بن احمد وغیرہ
 حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ بی بی زہرا اور ان کے دیگر ہم خیال مع روسا
 بی مسجد میں آگئے، چونکہ ہر اک ان میں سے فاضل بے بدل تھا۔ اس لئے تانت
 علمی گفتگو شروع ہوئی۔ سیدنا کے طرف سے شیخ آدم اور جانب دیگر سے
 راہ نے باہم تبادلہ خیالات شروع کیا۔ یہ تمام بیانات قلم بند کر لئے گئے جو آج
 ل کتابوں میں مندرج ہیں۔ اس مناظرہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ روسا، سدھپور تائب
 سیدنا داؤد بن قطب شاہ کے پاس آئے۔ اور مکرر میثاق لے کر جماعت میں داخل
 ۔ اور ان کے ساتھ بطور عامل مولیٰ الفاضل میاں طیب جی بن محمد جی تشریف لے گئے۔
 سدھپور میں ہر طرح سے امن دامن قائم ہو گیا۔ صرف تین آدمی بی بی زہرا کے
 رہے۔ جو حاجی، احمد بن بدن، کالا خاں۔

۱۰۰۲ء میں شاہزادہ مراد بن اکبر اعظم گجرات کا گورنر ہو کر احمد آباد آیا تھا۔ اس وقت
 نا عجب شاہ نے فتح محمد کے مشورہ سے سیدنا داؤد بن قطب پر اٹھارہ لاکھ روپیہ کا استغاثہ کیا۔

فلک میں بارہ لاکھ لکھا ہے۔ غالباً یہی صحیح ہے کیونکہ خوج بن ملک شاہ نہیں ہیں۔

اور درباری کوتوال امیر خچا بیگ کے ذریعہ شاہزادہ تک معاملہ پہنچایا۔ اور رشوت
 حکام کو طرزدار بنایا۔ اس وقت سیدی شیخ آدم اور میاں علی محمد گرفتار کر کے جیل میں
 گئے۔ اور سخت مظالم شروع کئے۔ اس وقت عجب شاہ بن محمد داؤد بن قطب نے
 کے فضلاء اور اکابرین کا ایک وفد صادق محمد خاں وزیر یاد پوان کے پاس لے گئے
 اچھا اثر پڑا۔ صادق محمد خاں نے چناب بیگ کی کافی تہنید کی۔ اور آئندہ سے مظالم
 کے لئے احکام صادر کئے۔ اور تقریباً سو ماہ کے بعد دونوں حضرات قید سے رہا
 اور مومنین نے بڑی خوشی منائی۔ ان دنوں سیدنا داؤد بن قطب شاہ ستریں
 تھے بجز خاص خاص لوگوں کے کسی کو آپ کا حال معلوم نہ تھا۔ آپ کے دو فرزند قطب
 اور خانی دیوبند میں مقیم تھے۔ جب فضا صاف ہو گئی تو آپ نے دونوں کو بلایا۔
 ملاقات فرط محبت سے سینہ سے لگایا۔ پھر سیدی شیخ آدم صفی الدین کے ساتھ
 خاں سے ملاقات کے لئے بھیجا۔ اتفاقاً راستہ ہی میں ملاقات ہو گئی جبکہ شاہزادہ
 وہ واپس آ رہا تھا۔ شیخ نے صادق محمد خاں سے تعارف کرایا۔ صاحبزادوں سے
 بہت خوش ہوا۔ اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ اور سیدنا کو سلام اور امن کا اطمینان
 انہیں دنوں ایک دوسرا واقعہ ظہور پذیر ہوا، یعنی ابراہیم اپنے احباب کے ساتھ دیوبند
 تھا۔ راستہ میں داؤدوں سے ملاقات ہو گئی۔ مناظرہ اور مشاہرہ کے بعد جنگ
 آگئی۔ ابراہیم نے ایک لٹھ داسینے ہاتھ پر ابراہیم بن پیر کے لگائی جس سے بڑی ٹکڑی
 بیہوش ہو گیا۔ احمد آباد کے مومنین کو خبر لگی تو ڈوٹی بھیج کر اٹھا منگایا۔ سیدنا کو جب
 کی اطلاع ہوئی تو ماسو جی بن قاسم جی، اور عجب شاہ کو صادق محمد خاں کے پاس
 تمام حقیقت سے آگاہ کیا۔ صادق محمد نے تحقیقات کے بعد ابراہیم مذکور کو گرفتار کر کے

اور فقہاء ابراہیم اُمرار کے مکانوں کا چکر سفارش کے لئے لگانے لگے، آخر
 پرتشاہ ابوتراب کے معرفت ابراہیم کی سفارش کرائی۔ صادق محمد وزیر نے کہا کہ اس نالائق
 کو کیا سفارش کرتے ہو جو اپنے مرشد سے پھر گیا۔ آخر اصرار کرنے پر وزیر نے کہا کہ اس شرط
 کو رہا کر سکتا ہوں کہ یا تو اپنی ناک کٹوائے یا سیدنا داؤد بن قطب شاہ سے تائب
 باعت میں شامل ہو جائے۔ شاہ صاحب نے آخری شرط قبول کی۔ شاہ صاحب نے
 آدم اور علی محمد کو مع جماعت کے بلا کر ایک جلسہ کیا اور ابراہیم کو بھی طلب کیا۔ شاہ
 نے ابراہیم کے طرف سے معذرت کرنی شروع کی۔ اور ہدایت کی کہ اس کو معاف
 اپنے میں شامل کر لو۔ یہ آئندہ سے سیدنا کی اطاعت کرے گا۔ ابراہیم نے کہا کہ شیخ
 کا معتقد ہوں۔ اور شیخ سلیمان سیدنا کا مطیع ہو تو میں بھی ہوں۔ شیخ آدم نے
 برادر شیخ سلیمان نے تو چار برس اطاعت کی پھر تمہارے جیسے لوگوں کے مدد سے خیالات
 بدلی کر لی۔ شاہ صاحب یہ سن کر متحیر ہو گئے کہنے لگے کہ کیا چار برس اطاعت کا تمہارے
 میں ثبوت ہے۔ شیخ آدم نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ بستہ منگا کر تمام خطوط اطاعت کے
 اے جس سے شاہ صاحب بہت متاثر ہوئے۔ اسی وقت ننشی کو بلا کر ایک محضر نامہ
 لیا کہ سیدنا داؤد بن قطب کا دعویٰ صحیح ہے۔ اور ان کے مخالفین مغل امن ہیں۔
 پرتشاہ صاحب کے علاوہ قاضی جان محمد سکاکی، وزیر صادق محمد خاں وغیرہ کی مہر میں
 ت کی گئیں۔ یہ سب واقعات تو ادھر بند ہیں ہوتے رہے۔ ادھر میں یہ ہوا کہ شیخ
 جان جو ایک بڑی رقم کے عوض میں رہا ہوئے تھے ادا نہ کر سکے اس لئے ترک افسر حسن پاشا
 کے قید خانہ میں قید کر دیا۔ چونکہ وہ رقم ادا نہ کر سکتے تھے۔ اور اس کے بغیر رہائی ناممکن۔
 لئے قبیلہ یام کی سازش سے فسار کا بند و بست کیا، اور ایک شب موقوفہ دیکھ کر

بھاگ نکلے، قبیلہ یام کے نوجوان ساتھ تھے۔ حاجیوں کے قافلہ پر چھا پہ مار کر کچھ مال حاصل کیا۔ مصائب بھیتے ہوئے بندر ہرمز پہنچے۔ اور وہاں سے رادھنیوز آئے۔ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۳ھ میں احمد آباد پہنچے۔ اور شمس بن جعفر کے مکان پر مقیم ہوئے۔ ابراہیم سینا داؤد بن عجب شاہ مایوس ہو کر خاموش ہو گیا تھا۔ شیخ سلیمان نے اسے پھر دلائی۔ اور ایک کرڈر آٹھ لاکھ کا استغاثہ کرنے کا مشورہ دیا۔ شیخ موصوف اپنے ہم سفر کے ساتھ روزانہ مشورہ کرتے۔ داؤدی بھی غافل نہ تھے۔ سرکاری دربار میں جوڑ توڑ شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امیر عبدالوہاب نے ان دونوں کو طلب کر کے فہمائش کی۔ اور دو تک حراست میں رکھا پھر عقول ضمانت پر رہا کیا۔ شیخ سلیمان بھی موقعہ کے تاک میں چنانچہ ایک دفعہ موقع دیکھ کر شیخ آدم اور مولیٰ علی محمد پر سید قائم بارہ کے عدالت میں دیدی۔ سید موصوف نے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ مقدمہ پیش ہونے پر شیخ آدم نے جوہر کی اس سے متاثر ہو کر حفظ امن کے خیال سے سید موصوف نے شیخ سلیمان اور ابراہیم کو بھی جیل بھیج دیا۔ مومنین نے رہائی کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ جب ہر طرح سے مایوسی تو سیدنا کے مشورہ سے حسن جی بن علی خان اور مامون جی بن قائم جی بھرو ترح جا کر مراد کی بیگم کے پاس جو ان دنوں یہاں مقیم تھی بذریعہ دایہ عرضی پہنچائی۔ حقیقت معلوم ہوئی کہ فوراً احکام صادر ہوئے کہ سید موصوف شیخ آدم اور مولیٰ علی محمد کو رہا کر دے۔ ابراہیم اور شیخ سلیمان کو بھرو ترح روانہ کر دے۔ سید موصوف نے سب کو بھرو ترح روانہ کر دیا۔ جہاں سے شیخ آدم اور ان کے رفیق رہا ہو کر احمد آباد واپس آئے۔ یہ واقعہ ۲۷ رمضان ۱۰۳۳ھ کا ہے۔ شیخ سلیمان عرصہ تک بھرو ترح کے جیل میں رہے۔ آخر رہائی پا کر احمد آباد آئے۔ جہاں داؤد بن قطب شاہ کا عروج دیکھ کر بے چین ہوئے۔

الغلاب کی کوشش کرنے لگے۔ چنانچہ یوسف بن شاہ جی، اور جابر بن ہادی کو اکبر کے
 میں روانہ کیا تاکہ داؤد بن قطب شاہ پر مبلغ مذکورہ کا دعویٰ دائر کرے۔ سیدنا داؤد
 قطب شاہ نے اپنی فراموشی سے اس مسئلہ کو کما حقہ سمجھا کہ سلیمانی دربار میں پہنچ گئے
 اسے خلافت پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اگر اس طرف توجہ نہ کی گئی تو نتیجہ خطرناک نکلے گا۔
 اپنے ستر سے پہلے یہ کارروائی کی کہ سیدنا شیخ آدم صفی الدین اور مولانا علی کو چند فاضل
 اہل علم کی سعیت میں لاہور جانے کا حکم دیا۔ سیدنا اس کے بعد ستر میں ہو گئے۔ شیخ آدم
 رفقاء کے ساتھ عید الفطر کے دن اتھارہ ماہ سے روانہ ہوئے۔ اور پہلی ذوالفقہ کو لاہور پہنچے۔
 درباریوں کا یہ رنگ دیکھا کہ مخالفین کے اغوا سے کمال خاں سیدنا داؤد بن قطب شاہ کے
 ری کی کوشش میں مصروف ہیں۔ جس وقت کمال خاں کو یہ معلوم ہوا کہ سیدنا کہ رفقاء لاہور
 ہیں تو ان کو اپنے گھر میں طلب کیا۔ اور ایک مکان قیام کے لئے دیا۔ چار دن کے بعد رات
 ل خاں بادشاہ سے ملا۔ اور غلط بیانیوں سے بادشاہ کو متاثر کر کے ان نووارد جہانوں
 کا حکم حاصل کر لیا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی ان میں سے چھ حضرات مندرجہ ذیل کو طوق مسائل
 ایسر کر کے قید کر دیا۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں، باقی باہر تھے۔ اس لئے قید سے
 رہے۔ شیخ آدم، مولانا علی محمد، داؤد جی، خانجی، تاج محمد، ملک جی، محمد بن علی نے

ان حضرات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ پیر جی بن ماجی، طیب بن شیخ آدم، یوسف بن چاند جی،
 محمد بن محمد جی، داؤد بن آدم جی، خانجی بن علی، تاج محمد بن علی، ملک جی بن جلال، عبدالرحمن بن
 تاج محمد بن بابن، احمد جی بن پیر، یوسف جی بن راج خاں، آدم جی بن خانجی، چاند جی

خان اعظم کو تمام مصائب سے آگاہ کیا۔ اس نے کمال خان کو بلا کر معاملہ کی تفتیش کرنے کا حکم دیا اور کہا مقدمہ کے متعلق کوئی شخص احمد آباد میں رہ نہ جائے۔ ہر قسم کا معاملہ مکمل کر کے دربار شاہ پیش کیا جائے۔ اس قدر بہانہ اس کو کافی تھا۔ فوراً احمد آباد جانے کی تیاری شروع کر دی۔ آدم نے کہا کہ تم کو وہاں جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہر سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔ مانا اور کچھ دنوں کے بعد کمال خان ۸ روزہ عقدہ کو ان لوگوں کو تو اپنے سائے عثمان کے سپرد کر دیا۔ خود احمد آباد روانہ ہو گیا۔ آنچہ پندرہ روزہ سپر تمام کند کے مصداق سائے صاحب نے مومنین کو اپنے بزرگ سے بڑھ کر تکلیفیں پہنچائیں، ادھر کمال خان نے ۱۱ روزہ الحجہ ۱۰۰۲ھ میں احمد آباد پہنچ کر کمال کیا، یعنی اس فرقہ کے اکثر بڑے بڑے بزرگوں کو گرفتار کیا۔ عام مومنین کو ہر طرح ستایا اور سیدنا داؤد کو تلاش کرنا شروع کیا۔ جب اس معاملہ میں اس کو سخت ناکامی ہوئی تو بے حد برا فر دختہ ہو کر اس نے عام مومنین کے مکانات کو لوٹنا شروع کیا۔ جو تعداد میں ہزار تھے۔ اور جب اس سے بھی مقصد برآوی نہ ہوئی تو عام مومنین کے مکانوں کو بند کر کے پرہیز لگا دیں۔ اور ان تمام کام کو انجام دے کر ۲۲ محرم کو احمد آباد سے روانہ ہو کر لاہور گئے۔ مگر ان مظالم سے تنگ آ کر دس آدمی پہلے ہی لاہور فریادی بن کر روانہ ہو گئے۔ جو ۱۲ روزہ کو پہنچ کر شیخ آدم سے تمام حقیقت بیان کی۔ کہ ۲۴ ہزار مکانات مومنین کے ویران پڑے۔ کمال خان کے غیر حاضری میں سیدنا آدم نے کمال جدو جہد کر کے بعض درباریوں سے شناسائی کی۔ خصوصاً فرید خان کے ذریعہ جس نے دہلی کے قریب فرید آباد کو آباد کرایا اور (جو باب دہلی کے نام سے مشہور ہے) اس وقت بخشی فوج کے ہمدہ پر تھا۔ خان عبدالرحیم سے زیادہ تعلقاً پیدا ہوئے۔ یہ وہی خان خان ہے جو ۶۰۰ تک احمد آباد کا گورنر رہ چکا تھا۔ سیدنا مومنین کو کمال خان کے ظلم و ستم اور لوٹ کے مال کے ساتھ واپسی کی خبر معلوم ہوئی تو امیر فتح احمد

کی کے توسط سے اکبر اعظم کو اطلاع کرائی کہ کمال خاں ماں غنیمت کے ساتھ واپس آ رہا
 اگر راستہ میں گرفتار کر لیا گیا تو ماں مل سکتا ہے۔ ورنہ گھر پہنچنے پر ماں کا پتہ ملنا مشکل
 چنانچہ جب اکبر کو ان منظام کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً حکم دیا کہ کمال خاں احمد آباد کے
 ن کاماں و اسباب لوٹ کر واپس آ رہا ہے۔ شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس کو
 کے دربار میں حاضر کرو۔ چنانچہ راجہ رام داس نے اس فرمان کے مطابق ایک دستہ فوج
 فیروز پور کی ندی کے قریب اس کو گرفتار کر لیا۔ اور دربار شاہی میں حاضر کیا۔ اکبر نے سیدنا
 کے متعلق دریافت کیا۔ آپ کو بھی دربار میں پہنچایا گیا۔ تجلیہ میں دیر تک سیدنا سے گفتگو ہوئی
 اور آپ نے اپنی مفصل حالت شاہ کے گوش گزار کی۔ اور جو کچھ کمال خاں کے طرف سے
 ستم ظور میں آیا تھا بیان فرمایا۔ جب اکبر اعظم کو حقیقت سے آگاہی ہوئی تو کمال خاں
 سخت ناراض ہوا۔ سیدنا کے تمام رفقاء کو رہائی کا حکم دیا۔ اور کمال خاں کو قید کر دیا گیا۔
 ماہ نے خان اعظم کے توسط سے سیدنا آدم سے کہا کہ جو مقدمہ آج کل میرے دربار میں پیش
 ہے۔ اس کے تصفیہ کے لئے سیدنا داؤد کی تشریف آوری ضروری ہے۔ اس لئے آپ حضرات
 آباد جا کر اپنے ساتھ ان کو لائیں سیدنا آدم نے کہا کہ عرصہ سے سیدنا داؤد ہم لوگوں کی نظروں
 پوشیدہ ہیں۔ ہم کو قطعاً معلوم نہیں ہے کہ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ شاہ نے حکیم غلام
 یحییٰ سے کہا کہ ان کو سمجھاؤ کہ اپنے سیدنا کو تلاش کر کے یہاں لاؤ۔ ان کی ہر طرح قدر و
 رت کی جائے گی۔ اور کوئی بات ان کی شان کے خلاف نہیں ہوگی۔ حکیم موسوف نے ہر طرح
 اطمینان دلایا۔ اور اس نے استدعا کی کہ اپنے سیدنا کو تلاش کر کے ہمراہ لائیں۔ شہنشاہ
 ان کی ملاقات کا بے حد اشتیاق ہے۔ ان کی تشریف آوری سے مقدمہ کا عقدہ بھی آسانی
 سے ہو جائے گا۔ اور بادشاہ تعمیل حکم سے غمناک نہ ہو جائے گا۔ جب سیدنا آدم کو حکیم موسوف

کے اطمینان وہی سے دیجی ہو گئی تو فرمایا کہ ہم واپس جا کر تلاش کرنے کو تیار ہیں۔ حتی الامکان
 دقیقہ آپ کے پتہ لگانے میں اٹھانہ رکھوں گا۔ اگر مل گئے تو ضرور یہاں لے کر آئیں گے۔ لیکن رات
 کے امن و امان کے لئے ایک فرمان دیا جائے تاکہ ہمیں کہیں تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ بلکہ
 سفر میں سہولیت ہم پہنچائی جائے۔ حکیم موصوف آپ کی دورانہ نشانیہ تقریر سے بہت مسرور ہوئے
 ۲۶ تاریخ کو بادشاہ سے مل کر ساری سرگذشت سنائی۔ اور جن اسباب کے بنا پر چار سال
 سیدنا ستر میں تھے۔ اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا۔ اور کہا کہ سیدنا آدم اپنے مرشد اعظم کو سا
 لانے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے پروانہ راہ داری عنایت ہو۔ چنانچہ ۵/ جمادی الاول شب
 سیدنا آدم مع رفقاء کے دربار میں تشریف لے گئے تاکہ رخصتی ملاقات کے بعد احمد آباد واپس آئیں
 اکبر بادشاہ نے سیدنا آدم کو ایک خلعت فاخرہ اور دیگر رفقاء کو بھی پوشاکین عنایت فرما کر
 کیا اور احمد آباد سے کمال خاں کا لایا ہوا ماں غنیمت سب واپس کیا۔ اور ایک ریشمی قیمتی دستار
 سیدنا داد بن قطب شاہ کے لئے دیا گیا۔ اور حکیم علی نے امن و امان کا فرمان سیدنا آدم کو
 مہر دیا۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ یہ تو سر بھر ہے۔ اس سے ہمارے مکانات جو بند کر دیے
 گئے ہیں۔ اور جن پر مہر نہیں لگی ہیں۔ وہ کیونکر کھل سکیں گے۔ اس لئے ہمیں کھلا فرمان ملنا چاہیے
 جو سفر حضر میں کام آسکے۔ اور حکام وقت کو دکھلا کر مکانات کھلوا سکیں پس جس وقت ہمارے مکانات
 کے دروازے کھل جائیں گے اور امن و امان کا دورہ ہوگا۔ اور یہ خبر ہمارے سیدنا کو ہوگی وہ خود
 باہر نکل آئیں گے۔ جب یہ بات حکیم موصوف نے شہنشاہ کے گوش گزار کی تو مہر توڑنے کا حکم دیا۔
 پھر کھلا فرمان سیدنا آدم کو عنایت فرما کر رخصت کیا۔

فرمان مندرجہ ذیل ہے

ترجمہ

اللہ اکبر اس وقت یہ فرمان عالی شان صادر ہوا کہ صلاح اندیش عبادت اندوز داؤد بن قطب بواہر کے سردار کو ان کے خواہش کے مطابق ہم نے کمال مہربانی و انکساف سے اپنے خلاف پناہ دربار میں طلب کیا ہے۔ اس لئے علاؤ العزت کے حکام خاص کہ احمد آباد اور مدھپور اور اس کے حدود کے عہدہ دار بزرگوار موصوف سے مانع و مزاحم نہ ہوں۔ اور ان کو خاطر خواہ ہمارے قیام گاہ کی طرف سفر کرنے دیں۔ اور تمام وجوہات میں سے کسی وجہ سے خصوصاً مذہب ملت کا طریقہ اور زکات اور تمام تکالیف خلاف حکم کی نسبت اس نے اور ان کے پیروں سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں اور جن مکانات پر ہمیں لگا دی ہیں۔ ان کو توڑ کر مکانات ان کے قبضہ و تصرف میں ویدیں جس تجارت یا کاروبار کو وہ لوگ اختیار کرنا چاہیں اس میں کاٹ پیدا نہ کریں۔ ان کی رعایت ضروری جان کر کسی قسم

اکبر کہ دریں وقت فرمان عالی شان ورود ان کہ چون صلاح اندیش عبادت اندوز داؤد لب شیخ جماعت بواہر ان صاحب التماس زروئے کمال عاطفت و انکساف بدگاہ پناہ طلب فرمودہ ایم حکام بلاد گجرات احمد آباد و مدھپور و عہدہ داران اس حدود و مزاحم نہ ہوں و بگذارند کہ خاطر خواہ خود یہ آستان بوسی گردد و بہ بیخ و جہ من الوترہ جس از رہ گذر مذہب و ملت از محرز کات و تکالیف خلاف حکم و بر بست تعرض بحال او باع او انرسانند۔ و خانہ ہائے انہا را کہ مہر اند اگسادہ بتصرف انہا گذارند و جمیع کہ بکار و سودا و معاملہ مشغول باشند مانع نہند۔ و مراعات حال انہا را لازم دانستہ و لاطمع و توقع نکنند۔ و اگر از اموال انہا بے گرفتہ باشند باز گردانیدہ بدہند کہ بعد

بدت از تشخیص معاملات اہل باہر چو حکم اشرف
 شود عمل کردہ خواهد شد۔ می باند کہ در بیان و
 جاگیر داران و سایر مقصدیات مہمات گجرات
 مشارالہ را امداد و اعانت نمودہ از راہ باہر سلا
 بگذارد و اگر بدرقہ خواهد امداد نمودہ نوسے
 کنند کہ از شمال مخوف بر ما من امن و استقامت
 بر آسودگی برسند و مراعات جانب اجازہ لوازم
 دانستہ درین باب اہتمام تمام لازم شناسند۔

تقریر یکم ماہ دی الہی ۱۰۰۲ھ

برادر السلطنت لاہور

کی لاپنج اور امید ہرگز نہ رکھیں۔ اگر ان
 دولت میں سے کوئی چیز بے بی گئی ہو
 واپس کر دیں۔ اس لئے کہ کچھ عرصہ کے
 کے معاملات کی تحقیق کر کے جو کچھ حکم
 اس پر عمل کیا جائے گا۔ کروڑوں
 اور مہمات گجرات کے تمام مقصدیوں کو
 کہ بزرگوار موصوف کو۔ راستوں سے آرام
 آنے دیں۔ اور اگر ہر طلب کریں تو ایسا
 کریں کہ خوفناک اور پرخطر مقامات سے
 اور آرام کے ساتھ پہنچ جائیں۔ اور ان
 ساتھ مراعات کو واجبات سے سمجھ کر اس
 میں کامل اہتمام کرنے کو لازم جائیں۔
 یکم ماہ دی الہی ۱۰۰۲ھ
 دارالسلطنت لاہور

اس فرمان کو لے کر سیدنا آدم وہاں سے روانہ ہو کر ۲۰ جمادی الثانی احمد آباد پہنچے
 اور قاضی حسن کو خبر بیان دکھا کر تمام مومنین کو مصائب سے نجات دلائی۔ جب امن
 خبر عام ہوئی۔ تو ایک شخص نے عید ناداؤد بن قطب شاہ کی ہتک کی۔ لوگ فوراً اس کو
 پاس لے گئے۔ سچت سزا اس کو دی گئی۔ شاہ وقت کے طرف سے اس قدر اطمینان
 بھی سیدنا قطب ستر ہی میں رہے۔ چار آدمی شب و روز آپ کی تلاش

مارہتے بلکہ خصوصاً رات کے وقت ہر طرف فقیروں کی طرح سوال کرتے تاکہ سیدنا اگر بچوں
 کی طرح آواز ان تک پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ تاریخ ۲۷ جمادی الثانی نماز تہجد سے
 شروع ہی ہوئے تھے کہ مولیٰ علی محمد کی آواز کان میں پہنچی۔ درپچھ سے سر نکال کر آپ نے
 سب فرمایا۔ مکان میں داخل ہو کر سیدنا سے ملے۔ شرطِ محبت سے دیر تک دونوں مل کر
 رہے۔ پھر حقیقت سے مولیٰ علی محمد نے آگاہ کیا۔ یکم رجب کو شیخ عبدالطیب کے
 لیے شیخ آدم کو طلب کیا۔ انہوں نے بھی من و عن تمام حالات بیان کئے۔ فرمان اور شاہی
 لیک جوالہ کیا۔ چنانچہ اسی تاریخ کو آپ ستر سے نکل کر ظہور پذیر ہوئے۔ مومنین کو بے حد مسرت ہوئی
 بدنامی نے شیخ آدم سے مشورہ کیا کہ لاہور جانا مناسب ہے۔ شیخ آدم نے کہا کہ اس وقت لاہور
 نے سے دعوت کو بڑا فائدہ ہوگا۔ اس لئے ضرور تشریف لے چلیں۔ پس آپ نے سفر کی
 تیاری شروع کر دی۔ آپ کے دونوں لڑکے قطب خان اور خانچی نوانگر ہیں تھے۔ دونوں کو
 لے کر فرمایا۔ اور سہرائی سفر کا شرف بخشا۔ امین الدین امین جی کو احمد آباد کا دالی قرار دیا۔ اور

سے مشہور ہے کہ گوئی پور موجودہ ساہیوالہ کے باہر امین بھروں کا محلہ تھا۔ وہاں ایک باؤلی تھی۔ سیدنا
 اودین قطب اسی جگہ مستود تھے۔ یہ مقام آج بھی موجود ہے۔ سامنے مسجد ہے۔ بائیں جانب ایک مقبرہ
 ہے۔ اس میں دو نوجوان طالب علم شہید کے لئے تعمیر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی باؤلی کا زینہ ہے۔ اندر ایک بابان
 ہے۔ محرابوں پر مختلف کلمات تحریر ہیں۔ باؤلی کا نام کاتی ہے۔ اس پر ایک جھولا لگا یا گیا تھا۔ اور آپ اسی پر
 آرام فرماتے تھے۔ یہ قدیم میں شائد مکان کے ساتھ متصل ہو رہا ہو تو بالکل ٹھیکہ شے بطور یادگار قائم
 ہے۔ میں جب اس باؤلی میں داخل ہوا تو ٹھنڈی جگہ پایا۔ اور آرام دہ، یہ طریق ہے، یعنی کم
 دس آدمی بیک وقت رہ سکتے ہیں۔

عبداللطیب اپنے فرزند کو ان کا وزیر بنایا۔ ۲۲ رجب ۱۰۵۰ھ میں دس آدمی کے ساتھ لاہور روانہ ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ سیدنا کے دونوں لڑکے، شیخ آدم، مولیٰ علی محمد، جی یوسف بھائی ساکن دھوکا، خوج بن ملک کپڑوچی، عبدالرحمن بن میاں بھائی، مولیٰ بن علی، ماموچی ابن قائم جی، مولا شاہ جی۔ سیدنا کا قافلہ بڑی تیزی سے روانہ ہوا۔ راہ میں مومنین نے روکنا چاہا تو آپ نے واپسی میں قیام کا وعدہ فرمایا۔ غرض شب و روز لاہور کے قریب پہنچے۔ دوستوں کو اطلاع ہوئی۔ تو حکیم علی بن سلیمان گیلانی سے کہا کہ کی عزت افزائی اور استقبال کا انتظام ہونا چاہیے۔ حکیم موصوف نے کہا کہ بادشاہ کشمیر گیا۔ ورنہ شاہانہ استقبال ہوئے۔ تاہم میرا شکر استقبال کو جائے گا۔ اور چاندی کی کرسی بھی لے کے لئے بھیج دوں گا۔ غرض حکیم موصوف نے شاندار استقبال کا سامان بھیج کر خود بھی شہر کے کنارے سردارہ استقبال کے لئے آیا۔ اور بڑے تزک اور اقسام کے ساتھ شہر کے بازار سے گشت کرتا ہوا حکیم موصوف کے مکان پر بلوس پہنچا۔ اور حکیم موصوف نے بھی عزت افزائی خاطر داری میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ پھر سیدنا کو ساتھ لیکر کشمیر روانہ ہوا۔ شیخ آدم، حاجی علی بھائی، شاہ جی، محمد جی آپ کے ساتھی تھے۔ باقی اشخاص لاہور ہی میں مقیم رہے۔ تو حکیم موصوف کے باغ میں رہے۔ اور مولیٰ علی کو نماز باجماعت کی اجازت دی۔ اور کچھ لوگ امیر کالا خاں کے محل میں مقیم ہوئے۔ ان کے لئے نماز باجماعت کی اجازت طیب بن محمد شاہ سردھ پوری کو عطا ہوئی۔ حکیم علی گیلانی سیدنا کے تقویٰ اور اخلاق حمید سے متاثر ہو کر آپ کو دیدہ ہو گیا۔ جب کشمیر پہنچے تو بادشاہ سے عرض کیا کہ قوم بواہر کے مرشد سیدنا داؤد تشریف لے آئے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ بے حد مسرور ہوا۔ فوراً طلب فرمایا۔ سیدنا سے مل کر بہت متانت سے ہوا۔ خیریت مزاج دریافت کی۔ پھر عمر کا سوال کیا آپ نے ساتھ برس بتلانی، بادشاہ نے مسکرائے۔

پیغمبر کے ہم عمر ہیں۔ بادشاہ نے ہر طرح سے تسکین دی۔ اور امن و سکون کا اطمینان دلایا۔
 علی گیلانی صبح سے دوپہر تک روزانہ حاضر خدمت رہتا۔ اور نصف قرآن کی تلاوت کرتا۔
 ماہ دن بدن سیدنا پر الطاف و کرم کرتا گیا۔ اور اکثر دربار میں طلب کرتا۔ اور مخصوص
 ات کے جوابات سے محفوظ ہوتا۔ شیخ سلیمان اور ان کے اصحاب لاہور میں تھے۔ ان کو بھی
 یہ ملتی رہیں۔ حسرت افسوس، ناکامیابی نے ان کو بڑھال کر ڈالا۔ آخر مرض انہما میں
 رمضان ۱۰۸۰ء بمقام لاہور انتقال کر گئے۔ اور لاش احمد آباد لاکر مرہٹوں کے متصل بلایا
 و دفن کیا۔ غالباً لاہور سے کشمیر مخالفین کے صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے مولیٰ علی محمد
 کیا پھر شیخ طیب لودھانہ تاج محمد کو سدھپور وطن جلنے کی تاکید کی۔ انہیں دنوں سخت
 ی میں بادشاہ نے دربار کیا۔ سیدنا بھی تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے بہت ہی قریب بلا کر اپنے
 سے ایک قیمتی دو شالہ عنایت فرمایا۔ اور تسلی دے کر کہا کہ بہت جلد آپ اپنے وطن کو واپس تشریف
 لیں گے۔ ایک دن بادشاہ ایک اونچے مقام پر تھا کہ ایک شتر سوار کو پستی سے بلند کی طرف
 سے جاتے دیکھا۔ دریافت کیا کہ یہ کون اس بیباکی سے اونٹ دوڑانے جا رہا ہے۔ جواب
 ملا کہ بواہر کے مرشد داؤد بن قلیب شاہ ہیں۔ چونکہ وہ اونٹ بادشاہ کو پسند گیا تھا۔ اس لئے حکیم
 نیلانی کے اشارہ سے بادشاہ کو نذر کر دیا جس سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اب اصل مقدمہ
 ل کرنے کے لئے ابراہیم بن سیدنا داؤد بن علی شاہ کو لاہور سے کشمیر بلا یا گیا۔ خواجہ شکر اللہ نے
 طرح سے سمجھایا کہ مقدمہ واپس لوادرو عوی سے باز آؤ۔ مگر نہ مانا یہاں تک کہ خواجہ صاحب
 نہیں ہو گئے۔ مجبوراً ناظر الدولہ کی وساطت سے دربار اکبر تک رسائی بہم پہنچائی۔ اکبر بادشاہ نے
 دریافت کیا۔ کہا کہ ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ روپے کا ورثہ ان سے لینا ہے۔ گواہی طلب
 ہے پر کہا کہ اگر چھ ماہ کی اجازت ملے تو احمد آباد سے شاہ حاضر کریں۔ حکیم علی نے کہا کہ سیدنا تو

تین ماہ میں احمد آباد سے آگئے۔ اور تم چھ ماہ کی رخصت مانگتے ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ
کو چار ماہ کی مہلت ہے چنانچہ ابراہیم وہاں سے روانہ ہو کر احمد آباد آیا۔ تب سیدنا نے
اپنے رفقاء کو تحریر کیا کہ تم سب فوراً احمد آباد چلے جاؤ۔ یہ سب حسب حکم لاہور سے ہرگز
یومِ شنبہ کو روانہ ہو کر احمد آباد پہنچے۔ اور یہاں سے عام حالات ٹکڑے کر بھیجے۔ انھیں
کشمیر میں ایسی سخت سردی پڑی کہ قحط تک نوبت پہنچی۔ اچھے اچھے جانور مر گئے۔ اس لئے
نے واپسی کا حکم صادر کیا۔ اور ابو الفضل وزیر کو سیدنا کے پاس اس لئے روانہ کیا کہ آپ
دریافت کر کے آپ کے متعلق تمام ضروریات مہیا کرے۔ لیکن آپ نے شکر یہ کے ساتھ ابو
کو یہ جواب دیا کہ وطن پہنچنے کے سوا اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ ابو الفضل سے باوجود
یہ بات سن کر تسلی دی اور لاہور روانہ ہونے کا حکم دیا۔ سیدنا کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا
عنائت ہوا۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۰۰ھ کو لاہور پہنچے۔ بعد بادشاہ بھی لاہور آگیا۔ ابراہیم
احمد آباد سے گواہوں کو لے کر لاہور پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس مقدمہ کو چارجیوری کے سپرد
جن کے ارکان حکیم علی، خان اعظم، امیر غذائی اور ابو الفضل اس کا صدر تھا۔ اثناء مقدمہ
ابو الفضل نے دریافت کیا کہ تمہارے والد سیدنا داؤد بن عجب شاہ کوئی تاجہ تھے
زمیندار۔ نفی پر جواب ملنے پر ابو الفضل نے کہا کہ جب تاجہ بھی نہ تھے اور نہ زمین دار
ایک کر ڈر کی دولت آپ کے پاس کہاں سے آئی۔ چونکہ اس سوال کا کوئی صحیح تسلی بخش
نہ دئے سکا۔ اس لئے مقدمہ کا فیصلہ سیدنا کے موافق ہوا۔ اور مقدمہ کا فیصلہ مع دل
جب اکبر بادشاہ کے نظر سے گزرا تو حکم کیا کہ ابراہیم کو امن عامہ کے خیال سے مقید
جائے۔ لیکن ناظر الدولہ کی سفارش سے لاہور میں نظر بند کر دینے پر اکتفا کیا گیا۔ اور
تک مقیم رہا۔ بادشاہ جب دکن کے طرف گیا۔ اس وقت موقع پا کر گجرات چلا آیا۔

جب حکم بادشاہ کے ایک فرمان لکھ کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ خلعت بے بہا بہترین
 ہی گھوڑا اور ایک رتھ عنایت ہوئی۔ اور معافیت وطن کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ ۲ رزواچہ
 شہر کو دہلی سے عزت و احترام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ قاصد آپ کے پہلے ہی احمد آباد پہنچ کر
 مزہ سنا چکا تھا۔ اس لئے امین جی بن جلال اور بھائی عبداللطیف بن سیدنا داؤد مع جماعت
 مین کے سدھپور استقبال کے لئے پہنچ گئے۔ اسی ماہ کے ۲۹ کو آپ کی دختر بانی امہ اللہ
 انتقال ہو گیا۔ اور آپ کے پہنچنے پر دو دن تک آپ سے مخفی رکھا گیا۔ ۸ محرم شہر کو سیدنا
 مع رفقاء کے سدھپور پہنچے۔ تین دن قیام فرمایا اور پھر سیدی حسن پیر کی بھی زیارت سے فارغ ہو کر
 احمد آباد پہنچے۔ شیخ پور کے بازار میں ایک عطار مومنین کی جماعت میں داخل ہوا۔ اور آپ
 سے اختلاص کا سبب ایک خواب بتایا۔ جو اس نے اسی شب کو دیکھا تھا۔ کہ رسول اللہ کی سواری
 بازار سے نکلی۔ اور دن کو سیدنا کی سواری بچسبہ اسے نظر آئی۔ سیدنا احمد آباد پہنچ کر
 سب سے پہلے ندی کے کنارے شہداء کے قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ اور وہاں سے
 لابی پور سیدنا داؤد بن عجب شاہ کے قبر پر جانے کا ارادہ تھا مگر شیخ آدم نے مشورہ دیا کہ
 لوگ حضور کے منتظر ہیں۔ اور کثرت اجتماع کے سبب گروہی بہت ہے۔ بہتر ہے کہ زیارت کل
 کی جائے۔ چنانچہ اس مشورہ کے بموجب آپ سارنگپور شیخ آدم کے مکان پر تشریف لائے۔
 یکشنبہ ۱۱ محرم شہر کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن اپنے محل میں تشریف لے گئے۔ اور
 آپ دختر کی وفات کا حال سن کر بہت مغموم ہوئے۔ اس کے بعد من اور اطمینان سے رشد و
 ہدایت اور درسا و تدریس میں مہر و نون ہو گئے۔ ۲۱ رجب شہر میں آپ نے بڑی دھوم سے
 اپنے فرزند بھائی صاحب مدد بھائی کی شادی کی۔ امراء شہر اور حکام بھی شریک شادی ہو کر رونق
 کو دبالا کیا۔ شہر میں ایک بڑی عالیشان بہترین طرز کی مسجد تیار کی جس کا شہرہ دور

دور پھیلنے سے لوگ جوق جوق دیکھنے کے لئے آئے۔ چنانچہ احمد آباد کا حاکم شمس الدین کھنڈ سے امیر مرزا قاسم خاص کر دیکھنے کے لئے آئے۔ ۱۰۰۹ھ میں اسی مسجد کے ساتھ ایک محل تعمیر کیا گیا۔ اور اس کے دونوں جانب دو چوٹیلی بھی بنوائیں۔ ایک سیدی قطب خاں اور دوسری حاجی بھائی کو عطا فرمائی۔ ۱۳ ماہ شوال ۱۰۱۳ھ میں امین جی بن جلال نے وفات پائی۔ اور اس کے کافی رنج پہنچا۔ اس کے بعد خوج بن ملک اور یوسف بن پیر جی (سیلمانی) نے تاج محمد بن داؤد (داؤدی) پر ۹۶۲۵ روپیہ کا دعویٰ دائر کیا۔ مگر حاکموں نے مقدمہ خارج کر دیا۔ اعظم موصوف جب تیسرے دفعہ گجرات کے صوبہ دار ۱۰۰۹ھ میں بنائے گئے۔ تو اکر نے مصر ان کو تو لاکھ پور میں رہنے کا حکم دیا۔ اور ان کے بڑے لڑکے کو نائب بنا کر گجرات بھیجا۔ جس کا شمس الدین حسین خاں تھا۔ دو برس کے بعد ۱۰۱۳ھ میں۔ خان اعظم نے اپنے لڑکے کو واپس بلا لیا۔ اور دوبر الٹا کا شادمان بیگ کو اسی جگہ گجرات بھیجا۔ اس نے گجرات پہنچ کر مومنین پر مظالم شروع کئے وہ ناقابل برداشت تھے۔ خصوصاً سیدنا داؤد ابن قطب شاہ کو ہر طرف سے تکلیف پہنچائی۔ سیدنا کے چھوٹے صاحبزادے کے متعلق کسی نے اس سے چٹلی کھا دی۔ شادمان بیگ نائب صوبہ دار نے طلب کر کے ایک ظالم اور طامع شخص کے سپرد کر دیا۔ غالباً کا نام منشی ابو محمد تھا۔ اور ایک کثیر رقم (غالباً بطور زر ضمانت) ان سے طلب کی۔ مولیٰ میاں طیب جی نے مولیٰ حسن بن علی اور سلیمان بن راج اور شجاع کو منشی موصوف کے پاس اس معاملہ پر گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ منشی مذکور نے کہا کہ شادمان بیگ نے قسم کھائی ہے کہ اس میں دس ہزار روپیہ سے کم نہ لے گا۔ مگر پانچ ہزار بھی آپ لوگ اگر دینے کا وعدہ کریں تو میں سزا کر کے معاملہ طے کرادوں گا۔ یہ بات سن کر تینوں حضرات متحیر ہو گئے۔ اور کہا کہ ہم لوگ غور و فکر کے جواب دین گے۔ منشی نے کہا کہ اگر عجلت سے کام نہ لیا تو آپ کے مرشدزادے کا

نکل ہے۔ یہ سن کر بہت منگوم ہوئے۔ اور واپس آکر مولیٰ طیب جی کو سب ماجرا سنایا۔
 شیخ الاجل میاں آدم، مولیٰ الفاضل میاں علی محمد اور مولیٰ میاں طیب جی چند مومنین
 ہلے کر اس چھوٹی مسجد میں پہنچے۔ جو شادمان بیگ کے مکان کے قریب واقع تھی۔
 اور صرف غوسا، اور اجڑ نامی رہتے تھے۔ دونوں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ شادمان
 کا قول ہے کہ تمہارے شیخ کے صاحبزادے میاں طیب جی شادمان سے اس بارہ
 ستم عا کرے تو البتہ ان کے بھائی کو رہائی حاصل ہو سکتی ہے۔ شیخ الاجل میاں آدم
 نے مولیٰ میاں طیب جی سے شادمان کے پاس جانے کے لئے کہا۔ اور مولیٰ حسن بن
 بھی ہمراہ بھیجا۔ جب دونوں صاحب شادمان کے مکان پر پہنچے۔ تو وہاں ان حرافوں
 سے کوئی حاضر نہ تھا۔ اس لئے وہاں سے منشی ابو محمد کے پاس گئے۔ اور اس سے پھر اسی
 میں گفتگو کی۔ اس نے کہا کہ کل صبح میں نے پانچ ہزار کی رقم لانے کو کہا تھا۔ مگر آپ لوگوں
 سے کوئی شخص یہاں نہ آیا۔ خیر، اب میں آپ لوگوں کے خاطر سے ایک عریفہ شادمان کو لکھتا
 لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ رقم مطلوبہ سے کچھ کم قبول کرے۔ کیونکہ اس نے قسم کھائی ہے کہ
 یہ رقم نہ لوں گا۔ الغرض منشی مذکور نے شادمان بیگ کو ایک عریفہ لکھا، شادمان نے اس عریفہ
 بچے لکھ دیا کہ تم اس معاملہ میں دخل نہ دو۔ میں اس کو ملار جو، اور مولیٰ کے سپرد کر چکا ہوں۔ جب
 صاحب نے یہ جواب سنا تو بے حد متعجب ہوئے۔ منشی ابو محمد نے مولیٰ میاں طیب جی کو پہرہ
 لگایا۔ میاں طیب جی نے منشی مذکور سے مولیٰ حسن بن علی کو باہر جانے کی اجازت طلب کی۔
 وقت مولیٰ حسن بن علی باہر جانے لگے، تو میاں طیب جی نے فرمایا کہ ”اے حسن تم میری رہائی
 پر کرد، کیونکہ میں تو سانپ کے منہ میں پھنسا ہوں۔ غرض میاں طیب جی بھی اپنے بھائی کے
 ساقیہ خانہ بھیج دیئے گئے۔ جب مغرب کا وقت قریب ہوا تو شیخ الاجل میاں آدم اپنے

ہر اسبوں کے ساتھ ذکر یا محلہ کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر سب کے ساتھ
 خدائے برتر کی درگاہ میں طالب دعا ہوئے کہ اے خدائے رحیم و کریم! ان ظالموں کے
 سے دونوں کو رہائی عطا فرما۔ مولانا حسن بن علی ایک جوہری کے یہاں جس کا نام شاہ دست
 تھا، تشریف لے گئے۔ اور اس کو ساتھ لے کر امیر عبدالغنی کے پاس پہنچے۔ وہ شادمان
 کے مکان کے قریب ایک باغ میں بیٹھا تھا۔ ان دونوں نے اس کو سارا ماجرا کہہ سنا
 اس نے کہا کہ مجھے اس سے قبل ہی کیوں اطلاع نہ دی گئی۔ اس نے کہا کہ خیر اب جو کچھ ہونا
 سو ہو گیا۔ اب اٹھیے اور دونوں برادروں کو رہائی دلائیے۔ امیر عبدالغنی شادمان کے مکان
 گئے۔ اور اس سے اس معاملہ میں گفتگو کی۔ اس نے انکار کر دیا۔ اور قسم دی کہ تم اس معاملہ
 بالکل دخل نہ دو۔ امیر موصوف مایوس ہو گئے۔ اور تقریباً بارہ بجے اس کے مکان سے
 ہوئے۔ راستہ میں مولانا حسن بن علی سے ملاقات ہوئی۔ امیر موصوف نے آپ کو اپنی گاڑی
 میں بٹھالیا۔ مولانا ممدوح نے امیر موصوف سے التماس کیا کہ اے امیر شادمان نے حکم
 ہے کہ ان دونوں بھائیوں کو قید خانہ میں تکلیف پہنچانی جائے۔ آپ کچھ ایسا انتظام کریں
 اس حکم کی تعمیل نہ ہونے پائے۔ امیر عبدالغنی نے اسی وقت اس کا انتظام کر دیا۔ اس کے
 مولانا حسن بن علی نے دریافت کیا کہ اب آپ کہاں جائیں گے۔ اور کونسی تجویز آپ نے سوچی
 امیر مذکور نے کہا کہ آپ ملارا جو کے پاس تشریف لے جائیے، اور ان سے کہیے کہ تم ہماری
 معاملہ میں امداد کر کے دونوں کو رہائی دلا دو۔ مولانا موصوف نے کہا کہ ہمارے جانے کے بہ نسبت
 آپ کا جانا بہت زیادہ مفید ہوگا۔ اور اس کا اس پر بہت زیادہ اثر پڑے گا۔ امیر عبدالغنی نے اس
 منظور کر دیا۔ اور ملارا جو کے مکان کی طرف گاڑی لے جانے کا حکم دیا۔ حالانکہ گاڑی امیر ممدوح
 مکان کے قریب پہنچ چکی تھی۔ امیر ممدوح نے ملارا جو سے مل کر دونوں بھائیوں کے رہائی

س کی۔ ملا راجو نے دونوں بھائیوں کو بلایا۔ اور حسبِ خواہش رقم دینے کا افسر کر دیا۔
 پھر ملا راجو اور امیر مذکورہ دونوں شادمان بیگ کے پاس پہنچے اور اس سے دونوں بھائیوں
 دینے کی سفارش کی۔ اور کہا کہ دونوں کو ایک ایک مثال دے کر رہا کر دیجئے۔ چنانچہ اس نے
 بھائیوں کو طلب کیا۔ اور ایک ایک مثال دے کر رہا کر دیا۔ امیر عبدالغنی دونوں کو اپنے
 با۔ اور عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ شیخ الاجل میاں آدم مع اراکین جماعت
 رونق افروز تھے۔ یہ مسرت اندوز خبر ہوئی۔ اس وقت رات کا چوتھائی حصہ باقی تھا لیکن
 شیخ موصوف اور تمام مومنین گارڈوں میں بیٹھ کر سیدنا کے خدمت میں حاضر ہو کر مبارکباد
 سیدنا کو اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو قدرتی طور پر خیال آیا کہ اس قسم کے مظالم کا تدارک
 بیئے۔ چنانچہ اسی غرض سے ایک وفد خان اعظم کے خدمت میں روانہ فرمایا جس میں مندرجہ
 اشخاص تھے (۱) میاں قاسم جی بن مولیٰ پیر خاں (۲) یوسف جی بن شمس خاں (۳) میاں نجی
 م کپڑو نجی (۴) میاں نجم خاں۔ اس دور دراز مسافت کو طے کر کے بعافیت تمام آگرہ
 ۔ میرزا علی اکبر اور حکیم علی بن سلیمان کو لے کر خان اعظم میرزا عزیز کو کلتاس مہربہ دار گجرات
 لے۔ اور ساری حقیقت اس کو سنائی۔ میرزا موصوف اور حکیم ممدوح نے اس معاملہ میں سفارش
 پانچ خان اعظم نے ایک فرمان اپنے دستخط سے شادمان بیگ کو لکھا کہ مومنین سے جس قدر
 جبر حاصل کیا ہے۔ فوراً واپس کرو۔ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد شادمان بیگ معسزول کر دیا گیا۔
 مدآباد سے اس کے روانگی کی خبر معلوم ہوئی تو سیدنا نے غامت دُور اندیشی سے ایک وفد
 م کے خدمت میں اس طرح روانہ فرمایا کہ شادمان سے پہلے وہ دربار میں باریاب ہو جائے
 بن مندرجہ ذیل اشخاص شریک تھے۔ (۱) مولیٰ الفاضل میاں قاسم جی (۲) یوسف
 شمس (۳) محمد جی بن خان جی (۴) خانجی بن علی۔ چنانچہ یہ سب حضرات شادمان بیگ سے

پہلے اکبر کے دربار میں پہنچ گئے۔ اور برسر دربار شادمان بیگ کے تمام منظام بادشاہ کے بیان کئے۔ جب شادمان بیگ پہنچا۔ تو اس کو حد درجہ رسوائی ہوئی اور سخت سخت پڑی۔ یہ تمام حالات ۱۰۱۲ھ تک کے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے انتقال پر جب جہانگیر تخت پر بیٹھا تو کچھ دن کے لئے قلعہ خان صوبہ دار ہو کر آیا۔ ۱۰۱۲ھ میں فرید خاں المقلب سید مرتضیٰ خاں نے احمد آباد پہنچ کر احمد آباد کے صوبہ داری کا چارج لیا۔ یہاں آتے ہی اس نے سیدنا داؤد قطب شاہ کی تفتیش کی۔ سید موصوف کو سیدنا سے بے حد مودت تھی۔ لاہور میں آپ کے اور متقیانہ زندگی بسر کرنے سے بے حد متاثر ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ سے ملاقات کا دل چاہتا تھا۔ تلاش و تفتیش سے اس کو پتہ لگا کہ سیدنا شادمان بیگ کے منظام سے تنگ احمد آباد سے باہر تشریف لے گئے۔ تب فرید خاں نے آپ کو پیغام ارسال کیا کہ خطرہ کا وقت نہیں گیا۔ اس لئے اطمینان کے ساتھ مع اہل و عیال اپنے وطن میں تشریف لائیں۔ چونکہ فرید خاں کا خلوص جانتے تھے۔ اور بارہا سابقہ پڑنے سے آپ کو یقین تھا۔ اس لئے احمد آباد واپس تشریف لائے۔ یہاں سب سے پہلے فرید خاں سے ملے۔ جس نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور ہر طرح اطمینان دلایا۔ اس خبر سے عام مومنین کو بے حد مسرت ہوئی۔ عید کے علاوہ بھی فرید خاں کی خوشی کے موقع پر سیدنا سے ملاقات کرنے مکان پر حاضر ہوتا تھا۔ دیگر امراء بھی سیدنا سے تعظیم و احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ عید کے دن فرید خاں سیدنا کا منتظر تھا۔ کہ دیکھے آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا۔ بنات خود استقبال کے لئے بڑھا۔ جھک کر دست بوسی اور عرض کیا کہ حضور نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے جائیں۔ میں اس وقت شہزادہ شہریار کے پاس

۱۰۱۲ھ میں احمد آباد

وں۔ وہاں سے مسجد میں حاضر ہوں گا۔ رخصت سے کر فرید خاں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ساتھ ہی
 مراد اور شکر ساتھ ہوا۔ اس عرصہ میں سوائے سیدنا کے فرید خاں کسی کے طرف متوجہ نہ ہوا۔ یہ
 قاضی جان محمد کو بری معلوم ہوئی۔ دل میں حسد پیدا ہوا۔ اور غالباً کسی موقع سے فرید خاں کو
 بات پر آمادہ کیا کہ سیدنا سے مناظرہ کیا جائے۔ گو آپ کی شان مناظرہ کرنے سے بہت ارفع
 لیکن شان فرید خاں کے خاطر سے اس کو قبول فرمایا۔ جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ اور طے ہوا کہ
 ن دولت بھی حاضر دربار رہیں۔ لیکن وقت مقررہ پر مولوی عبدالرحمن مناظر حاضر نہ ہوئے۔
 خاں کو جب اس کی واقفیت ہوئی تو اس واقعہ سے آپ کے ساتھ عقیدت میں اور اضافہ
 اسی طرح ایک دفعہ شاہزادہ شہریار کے سالگرہ کی تقریب تھی۔ شاہزادہ موصوف کو سیم زر
 تونے کی رسم لگا کر دی تھی۔ دیگر علماء کی موجودگی میں فرید خاں نے مقصود علی کو سیدنا کی
 ت میں بھیج کر اسٹہ عار کی کہ تشریف لاکر اس رسم کی تکمیل فرمائیں۔ یہ استدعا درجہ اجابت کو
 ہی اور سیدنا مسجد میں تشریف لائے۔ اور تخت سے کچھ فاصلہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ شاہزادہ
 سے ہی داخل مجلس ہوا کہ فرید خاں نے باوا از بلند کہا کہ جناب شیخ داؤد کہاں ہیں۔ تشریف لاکر اس
 کو ادا فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے بخیر خوبی اس رسم کو انجام دیا۔ مقصود علی کے طرف خطاب کہہ کے
 یہ خاں نے کہا کہ علم و حکمت، زہد و تقویٰ میں جناب شیخ داؤد صاحب کا احمد آباد میں کوئی ہم
 نہیں ہے۔ علماء عصر کو جو اس دربار میں موجود تھے۔ فرید خاں کا طلعتہ امیر فقہ قدرتی طور پر ناگوار
 ا۔ اور حمد سے جلتے لگے۔ یقیناً ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھولا گیا۔ جو آئندہ چکر فساد کی صورت میں
 نام ہوا۔ اور مومنین کو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ کیونکہ فرید خاں شانہ تک یہاں
 کم رہا۔ اور اس کے بعد خان اعظم جو تھی مرتبہ گجرات کے صوبہ دار ہوئے۔ خان اعظم خود توجہانگیر کے
 س رہے۔ مگر ان کا لڑکا تلی خان نائب بن کر آیا۔ اور اس سے پہلے خان اعظم کے لڑکوں نے

مومنین کو جو تکلیف دی اور سیدنا کے ساتھ جو برتاؤ کیا تھا۔ وہ میں تحریر کر آیا ہوں۔ اگرچہ فرید نے بڑی دوراندیشی سے اس کا بندوبست کر دیا۔ یعنی فرید خاں کا جب یہاں سے تباہ لاسو کر کے تو اس نے وہاں سے ایک فرمان جہانگیر بادشاہ کے طرف سے مجھ کو دیا جس میں مومنین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید تھی۔ فرمان مندرجہ ذیل ہے۔ لیکن عہد شاہجہانی میں دلوں کا بجا کرنے کے صورت میں پھر نکلنا شروع ہوا۔

فرمان

ترجمہ

اس وقت اس فرمان نے جس کی اطاعت فرمان برداری لازم ہے احسان اور عنایت کے مقام سے صادر ہونے کا شرف حاصل کر کے کیا کہ چونکہ فضیلت مآب نزاہت ایاب کے متبع، طرفیت کے جامع، حقیقت سے شیخ داؤد گجراتی، اپنے اصحاب فاضل و بلند ساتھ جو سب کے سب تمام علوم سے آرا پیراستہ دانشمند، زاہد، عابد متقی، پرمیزگار، مناسب یہ ہے کہ صوبہ گجرات اور احمدآباد کے موجودہ دانندہ کے شاہی کاموں کے تمام جاگیردار، اہل قلم، اور کارگذار، شاہی نواز، امیدوار ہو کر یہ بات سمجھ لیں کہ فضیلت مآب

دریں وقت فرمان واجب الاطاعت والاذعان از مسکن عنایت والا احسان شرف صدور و عزت و دریافت کہ بوضوح پیوست کہ چون فضیلت مآب۔ نزاہت ایاب شریعت شکاری طریقہ ذماری حقیقت آگاہی شیخ داؤد گجراتی مع اصحاب خود از مردم فضلا و بلغا کہ بہ جمع علوم آراستہ و بہ ہمہ ابواب پیراستہ شد چنانچہ دانشمند و زاہد و عابد متقی پرمیزگار اند۔ مناسب و لائق آنکہ کردریان و جاگیرداران و متصدیان مہات حان و استقبال صوبہ گجرات احمدآباد، امیدوار عنایت خسروانہ و نوازش بادشاہانہ بودہ بدانند کہ فضیلت مآب

رجن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے، اور ان کے تابعین اور متعلقین کو کسی بھی وجہ سے مزاحمت نہ پہنچائیں اور بلا توقف تعظیم و تکریم کے آداب ان کے سامنے بجالائیں۔ اور سادات عظام، قضات اسلام، شایخ کرام، علماء اناام، باشندگان عام سرکار احمد آباد صوبہ گجرات اس حکم کے موافق جو دنیا میں مانا ہوا ہے، اور آفتاب کی طرح روشن ہے۔ عمل کریں۔ سخن صواب سے جو ضرور شریعت پرہ کے مطابق ہوگا، مخالفت نہ کریں۔ اور کسی قسم کا مذہبی سوال ان سے نہ پوچھیں۔ اور ان کے احوال کو مشہر نہ کریں۔ بلکہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ وہ لوگ دولت قاہرہ کے قیام و دوام کے لئے ہمیشہ دعا گو رہیں۔ پس جو شخص فرمان شاہی سے عدل کریگا، وہ عتاب شاہی میں گرفتار ہوگا۔ جو نمود قہرائی ہے، اس باب میں تاکید ضروری جان کر ظان و رزی نہ کریں۔

مورخہ ۱۹ ماہ جمادی الاول ۱۰۱۹ھ

الہ را، و توابعان و متعلقان اور ابھی
 ن الوجہ مزاحمت نہ ساند۔ بر اسم اعزاز
 سلام بلا کلام نمودہ قواعد تعظیم بہ تقدیم ساند
 رسادات عظام و قضاة اسلام و شایخ و
 علماء اناام و ساکنان و متوطنان و جمہور سکنہ
 متوطنہ سرکار احمد آباد صوبہ گجرات حسب حکم
 مطاع آفتاب شعاع، عمل نمودہ از سخن
 کہ ہر آئینہ موافق شریعت خراخواہ، بیرون
 نہ، و بہ پیچ مذہب پرستش مشوش احوال
 نہ، و گذارند کہ بحال بوجہ دعا گوئی دوام
 قاہرہ اشتمال نمایند، و ہر کازیں امراتہ
 ل کند بغضب بادشاہی کہ نمودہ قہرائی است
 مار خواہ شد، درین باب قدغن لازم دانستہ
 ت نہ ورزند۔

تقریری تاریخ ۱۹ شہر جمادی الاول ۱۰۱۹ھ

اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ قلیج خان جو ۱۰۲۰ھ تک یہاں کا حاکم رہا، اس نے کسی قسم کی

تکلیف مومنین کو نہیں دی۔ اور ہر طرح امن و امان رہا۔ اس کے بعد ۱۰۲ھ میں عبداللہ خان
فیروز جنگ صوبہ دار ہو کر احمد آباد آئے۔ اور اس کے دو سکر ہی سال سیدنا داؤد بن قطب
نے وفات پائی۔ آپ ہی کے عہد میں سیدی میاں جی تاج تھے، سیدی کار و صہ امر ٹھہر ضلع
میں واقع ہے۔ اور بی بی سی آئی ریلوے کے امڈا گودھرہ، شاخ کا ایک اسٹیشن ہے
ایک تالاب کے کنارہ ہے۔ ریل سے صاف طور پر نظر آتا ہے۔ اس روضہ کا جو فوٹو درج
ہے۔ اسی کے ساتھ مولائی واحد صاحب کا روضہ بھی ہے۔ یہ روضہ سورت کے بیرونی حصہ میں
ہے۔ ارد گرد واؤدی بوہروں کا قبرستان ہے۔ ملا واحد بھائی نہایت عابد اور متقی تھے
ہر خاص عام میں ان کے تقویٰ کا چرچا ہے۔ سیدنا کے چار لڑکے تھے۔ عبدالطیب ذکی الدین
قطب الدین شہید، میاں حاجی، میاں محمد جی، حبیبہ بائی امۃ اللہ بائی لڑکیاں تھیں۔ آپ
اہلیہ کا نام شاہ بو بنت میاں خان نہروالی۔ آپ کے عہد میں (۲۹۰) ملازمت تھے
آپ کے عہد میں سیدی خوج بن ملک بن محمد بن ابراہیم بن اسحاق بن دیناک تھے شہر کپڑو
ضلع کھڑا کے عامل تھے۔ عالم، فاضل، متقی تھے۔ آپ کے اجداد میں دیناک غیبہ مسلم
غالباً تجارت کے لئے یمن گئے تھے۔ کسیدنا کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ دعوت کے
جاں نثار تھے۔ سیدنا داؤد بن عجب شاہ اور سیدنا داؤد بن قطب شاہ آپ نے دونوں کا
پایا۔ اور دونوں کی خدمت کی۔ اسی لئے دونوں آپ سے بہت ہی خوش تھے۔ سترہ سال
ترجمہ کوکب فلک نامے جو کتاب لکھی گئی ہے۔ اور مومنین میں معتبر اور مشہور ہے۔ وہ آپ ہی کی
ہے۔ سیدنا داؤد بن قطب شاہ کا مزار احمد آباد سرسپور میں واقع ہے۔ زمانہ نظمی میں دو
آپ کے مزار مقدس کی بے حرمتی کا مادہ کرنے دروازہ بند ہونے کے سبب دیوار پر چڑھنے
اتفاقاً ایک شخص گر پڑا اور مر چھٹ گیا۔ اس واقعہ سے ایسی عبرت دوسروں کو ہوئی کہ پھر کبھی کسی

خبر آئی۔ اسی طرح ایک شخص کا فرزند گم ہو گیا۔ جب تلاش کے بعد ہر طرح سے
 تلاش کے مزار پر آکر نذر مانی۔ اسی دن باپ بیٹے کی ملاقات ہو گئی۔ سیدنا داؤد بن
 کے عہد کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ احمد آباد میں ملا آدم ایک متقی بزرگ تھے جو باجماعت
 میں ادا کرتے تھے لوگوں نے سیدنا سے شکایت کی۔ آپ نے بلا کر سمجھایا، تعمیل حکم کے لئے
 گئے۔ جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ پہلی رکعت تو ادا کی۔ لیکن دوسری رکعت
 امام کے دل میں خطرہ گذرا کہ لڑکی جس کو گویا وہ چھوڑ کر آیا ہوں، وہ روتی نہ ہو۔ ملا آدم فوراً
 ت سے الگ ہو کر علیحدہ نماز ادا کی۔ سیدنا کے پاس اس کی شکایت گئی۔ سیدنا نے طلب
 وجہ دریافت کی۔ جواب میں ملا آدم نے امام کے قلبی خطرات کا ذکر کیا۔ سیدنا نے امام سے
 فت کیا۔ اس نے اقرار کیا کہ واقعی یہ خطرہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ سیدنا نے لا صلوات
 بحضور القلب کی حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد مسلسل گجرات میں امن و
 ن رہا۔ اور پھر مومنین کو تکلیف نہ ہوئی۔ یہاں جو کچھ واقعات پیش آئے اور مومنین کو تکلیف
 ن میرے خیال میں اس کا سبب اور بھی ایک ہے۔ یعنی ۹۹۶ھ تک گجرات کا گورنر خان اعظم
 براہمنیہ کو کلتاش رہا۔ یہ شخص تمام امراء اکبری میں سب سے زیادہ مزاج کا تیز تھا، یہ پکاسنی

یہ نیز الدعاء۔ مسلمانوں میں بھی ایک شخص ہوئی نامی احمد آباد میں تھے جو نادر نہیں پڑھتے تھے۔ آپ کو جب
 دیا گیا تو مسجد میں جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ دوسری رکعت میں امام کو خطرہ
 یا ہوا کہ گھوڑی نے جو بچہ دیا ہے۔ خدا جانے کس حال میں ہے۔ موسیٰ صاحب فوراً جماعت
 سے الگ ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ کسی دن گھوڑا گھوڑی میں، میرا دل تال کٹوری

اور خفی تھا۔ اپنے ارادہ کا بڑا پختہ تھا۔ اور اس کی تکمیل میں اکبر کی بھی پروا نہ کرتا تھا۔ خود
 اس کا شاکی تھا۔ اور اس کی نازک مزاجی سے تنگ تھا۔ بات یہ ہے کہ یہ اکبر کا رفعا می
 تھا۔ اور اس کی والدہ وہی ہے جس نے اکبر کو گوڈوں لے کر کابل کے قلعہ میں گولہ باری کے
 اپنی جان کی بھی پروا نہ کی تھی اسی سبب سے اکبر ان دونوں ماں بیٹیوں کو عزیز رکھتا تھا
 خان صاحب اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ بعض دفعہ تو اکبر گھبرا کر کہتا تھا کہ "چہ کنم کہ
 حائل است" ان کی مذہبی معاملات میں سخت گیر بالیسی سے مومنین کے مخالفوں نے
 دانشمندانہ فائدہ اٹھایا۔ ۱۰۲۱ھ میں سیدنا داؤد بن قطب شاہ نے اس دنیا سے فانی
 فرمائی۔ یہ عہد جہانگیر بادشاہ کا تھا۔ ۲۴ برس تحت دعوت پر جلوہ افروز رہے۔ اس
 سرسپور میں مدفون ہوئے۔ ملا آدم کا مزار اسٹوریہ دروازے کے باہر تقریباً نصف میل کا
 پر ہے۔ یہاں ایک مسجد، دیوان خانہ، حوض، قیام کے چند کمرے اور چند بزرگوں کے مزارات

۱۰۲۱ھ میں کیا کروں کہ دو دھکے کا دریا پتھ میں روکے ہوئے ہے۔

فصل

سلیمان

منہ میں داعی مطلق کا سلسلہ جب سیدنا داؤد بن عجب شاہ تک پہنچا۔ تو آپ کے اس فسر میں ایک اور اختلاف نمودار ہوا۔ یعنی ۲۷ ربیع الآخر ۹۹۷ھ کو جب سیدنا مصعب انتقال ہوا، اور آپ کے بعد نص دعوت سیدنا داؤد بن قطب شاہ پر ہوا۔ تو یمن سے اس کے خلاف ایک آواز اٹھی۔ یعنی یمن میں جو عامل سیدنا داؤد بن عجب شاہ کے طرف سے تھے۔ ان کا نام شیخ سلیمان بن حسن تھا۔ آپ کے انتقال کے چار سال کے بعد ۱۰۱۷ھ میں جناب شیخ سلیمان بن حسن نے یہ دعویٰ کیا کہ نص دعوت میرے حق میں کی گئی ہے۔ اور اس کے ثبوت میں داعی متوفی کا ایک خط مع ہر دعوت پیش کیا۔ پس جن لوگوں نے اس دعویٰ کو تسلیم کیا اور آپ کے مقلد ہوئے ان کو "سلیمانینہ" کہتے ہیں۔ اور غالباً ان کی بڑی سے بڑی تعداد بڑودھ میں ہے۔ اور جن لوگوں نے ان کو تسلیم نہ کیا بلکہ داؤد بن قطب شاہ کو اپنا داعی مطلق مانا وہ "داؤدینہ" کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک تمام شیعوں پر سے داؤدینہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ جناب شیخ سلیمان چار برس بحیثیت عامل کے یمن میں مقیم رہے۔ ۱۰۱۷ھ میں آپ کو آپ کی جماعت نے اپنا معتدی بنایا۔ اور منہ و نشان چلے آئے۔ اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔ سرکاری دربار میں بھی رسوخ حاصل کر لیا۔ اور اس رسوخ سے اپنے حریف کو بہت پریشان کیا۔ لیکن آخر میں انھیں حکاموں سے سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ اور دعوت میں بھی کوئی معقول کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی سبب سے دل شکستہ ہو گئے۔

اور لاہور میں انتقال کیا۔ اور ان کی لاش احمد آباد لائی گئی۔ آپ کا مقبرہ اب تک موجود ہے۔ دہر سپور احمد آباد میں، انجرات کے سداہنی عہد جدید میں جدید تعلیم میں بہت پیش قدمی اور اسی تعلیم سے بہت متاثر ہو گئے ہیں۔ ان میں پرنسپل، ڈاکٹر، ایجوکیشنل آفیسر اور ان میں ان تعلیم یافتوں کا لباس زیادہ تر انگریزی اور وضع کا ہوتا ہے۔ ان کی عورتیں بھی تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔ اور لندن کے بعض یونیورسٹیوں کی گریجویٹ ہیں (تعلیم یافتوں کا لباس عموماً پارٹنوں کا ہوتا ہے۔ پردہ نہیں کرتیں) عام مسلمانوں کے ساتھ مناکحت میں کوئی اور نہیں ہے۔ بدرالدین طیب جی جج ہائیکورٹ ممبئی، عباس طیب جی جج ہائیکورٹ ممبئی، ڈاکٹر امداد الطیبی سابق ڈائریکٹر تعلیمات حیدرآباد، مسٹر حمیدی صاحب ہوم سکرٹری آف حیدرآباد اس فرقہ کے مشہور اشخاص ہیں۔ سیاست مند میں بھی یہ لوگ کافی حصہ لیتے ہیں۔ بدرالدین طیب جی، عباس طیب جی، صالح عباس طیب جی آف رنگو خصوصیت سے سیاست مند کے روشن ستارے ہیں۔ ان کا داعی وقت نجران (میں) میں شکونت پذیر ہے۔ اور اسی جگہ ان کا اصلی مرکز ہے۔

سیدنا شیخ آدم صفی الدین داعی (۲۸)

شیخ آدم نام، صفی الدین لقب بن طیب شاہ بن مولا ملک بن مولیٰ اسماعیل سیدنا داؤد ^{۱۰۲۱ھ} کے ابتدائی علیل ہوئے۔ جمادی الآخر میں مرض نے شدہ اختیار کی نص جی یہ امر آپ کو سینا۔ آپ عہد طفولیت سے نیک بخت تھے۔ آپ کی تعلیم سیدنا ابوبکر بن سلیمان کے زیر نظر ہوئی۔ اور درجہ نضوویت سے سرفراز فرمایا۔ سیدنا جلال کے نے داسے درجے ہر طرح خدمت کی۔ سیدنا داؤد بن محبوب ثناء نے آپ کو حدیث

رتبہ کیا۔ سیدنا داؤد بن قطب شاہ نے اپنا منصوص بنایا، سیدنا شیخ آدم صفی الدین
 دہلی الثانی اٹھارہویں دعوتِ عظمیٰ کے تحت پر رونق افروز ہوئے۔ سفرِ لاہور کے واقعات
 آپ اور پڑھ چکے ہیں۔ جس سے آپ کی ذہانت، بین طور پر نظر آتی ہے۔ آپ کی تقریر سے
 خانان میرزا عبدالرحیم اور حکیم علی بن طرح اس قدر جلد متاثر ہوئے۔ وہ آپ کی
 گویائی کی بین شہادت ہے، محمد بن فہد المکرمی جب یمن سے آئے۔ اور شیخ سلیمان
 دعویٰ کا اثبات مجلس عامہ میں کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا داؤد نے آپ کو مناظرہ کے
 لئے بھیجا۔ چنانچہ صبح سویرے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور ماجی بن علی سدھپوری کو
 دہلی کے پاس بھیجا۔ کہ مسجد میں آکر مناظرہ کریں۔ تین دن حجت و حیل میں ٹالا۔ اور آخر مسجد
 آئے۔ مگر سیدنا شیخ آدم کے سامنے ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بول سکیں۔ نہر تک اسی قبل وصال
 گزارا۔ آخر جب سب نماز ظہر ادا کرنے لگے تو محمد مکرمی گھبراہٹ سے گئے۔ مغرب تک
 نظر کیا مگر نہ آئے۔ سدھپور کے لوگ یہ حالت دیکھ کر سیدنا کے طرفدار ہو گئے۔ اور حمد
 رعی کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ آخری عمر میں آپ بصارت ظاہری سے محروم
 ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ آپ نے جعفر مصائب اٹھائے۔ کم کسی نے ایسی مشکلات کا سامنا
 کیا ہوگا۔ اندرونی اور بیرونی ہر دو قسم کے حملوں کا سہرا آپ نے اپنی ذات کو بنایا۔ متعدد
 دفعہ احمدآباد سے آگرہ، دہلی، لاہور وغیرہ جانا پڑا۔ اور مختلف اوقات میں آپ نے قید و بند
 کے ساتھ جیل خانوں میں قیام اختیار کیا۔ ان اسباب سے آپ نحیف و ضعیف ہو گئے تھے
 و بصارت جاتی رہی۔ آپ نے دس برس اس عظیم کا بار اٹھایا۔ ۱۰۳۳ھ میں انتقال
 فرمایا۔ حسب وصیت سیدنا داؤد بن قطب شاہ اپنا منصوص عبدالغلیب بن سیدنا داؤد بن
 قطب شاہ کو بنایا۔ آپ کا مزار بی بی پورا احمدآباد میں ہے، آپ کا بھی ہم عصر بادشاہ جہانگیر ہی

تھا۔ آپ کے عہد میں مندرجہ ذیل ناظم گجرات آئے۔ عبداللہ خان فیروز جنگ ۱۰۲۰
 مقرب خان جس کا نام شیخ حسن عرف حسو تھا ۱۰۲۵ء شاہنژادہ ختم (شاہجہاں) ۱۰۲۵
 تک رہے۔ شاہجہاں خود احمد آباد میں کم تر رہا البتہ اس کے نائب رستم خان، بکر ماجھی
 اس کا بھائی نائب کے حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مگر مومنین کو کسی قسم کی تکلیف
 نہیں پہنچی۔

داعی (۲۹) سیدنا عبدالطیب کی الدین اول ابن

سیدنا داؤد بن قطب شاہ علیہ

عبدالطیب نام، ذکی الدین لقب بن داؤد بن قطب شاہ ۱۰۳۰ء میں مر
 امر دعوت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے عہد کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ سیدنا شیخ آدم
 صفی الدین کے پوتے "ملا علی بن ابراہیم" نے آپ کے برخلاف صدا بلند کی۔ اور جب
 قوم میں صدا بھرا ثابت ہوئی تو سیدنا کے خدمت میں آکر توبہ کی۔ پوتے تین سال
 کے بعد پھر عہد شکنی کی۔ اور دعویٰ کیا کہ سیدنا آدم نے مجھے اپنا منصوص بنایا ہے۔ طیب
 سیدنا شیخ آدم صفی الدین۔ پیر جی بن مام، ابن علی خاں نے ان کی تائید کی
 ان لوگوں کی پشت پناہی ملی تو اخیار کے توسط سے حکام تک پہنچا۔ اور دربار جہانگیر
 فریاد رسی کی درخواست کی گئی۔ کہ ہم کو سیدنا نے جماعت سے باہر کر دیا ہے۔ اس لئے
 ہماری امداد کریں۔ جہانگیر نے اپنے درباریوں کے مشورہ سے ان کو پایہ تخت میں طلب کیا۔
 سیف ظال گورنر احمد آباد کو فرمان بھیجا کہ عزت کے ساتھ لاہور روانہ کر دو اور ہر قسم کا آرام
 کا خیال رکھو۔ چنانچہ آپ لاہور تشریف لے گئے۔ کچھ دن وہاں مقیم رہے۔ آپ کے عادات

بالمشاوہ معائنہ کیا۔ اعتراضوں کے جوابات سنے۔ آخر امر حق اس پر ظاہر ہو گیا۔ سیدنا کو پنے تخت کے پاس عزت سے بٹھایا اور ملا علی کو دوبارہ قوم میں داخل کرنے کی سفارش کی۔ پنے معاف کر کے پھر داخل کر لیا۔ پھر آپ کی بڑی عزت افزائی فرمائی۔ اور بڑی خوشی سے آپ کی اجازت عطا کی۔ لیکن احمدآباد آ کر کچھ دنوں کے بعد سیدنا کی پھر مخالفت شروع کر دی۔ اور پچھڑ کر ملا علی صاحب نے باوجود شاہی فیصلہ کے آپ کو نہیں مانا۔ اس لئے جماعت سے الگ رہنے لگے۔ اور انھوں نے بھی اپنا گروہ الگ بنایا۔ جو لوگ آپ کے پیروکار ہوئے، ان کو علیہ "کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بڑودھ میں سب سے زیادہ ہے۔ یہ واقعہ ۱۰۳۲ھ کا ہے۔ سیدنا عبدالطیب آپ کی وفات ۸ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ میں ہوئی۔ احمدآباد سرسپور میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کا ہم عصر جہانگیر بادشاہ تھا۔ اور آخری چند برس تک شاہجہاں کا بھی لہد پایا۔ گجرات کے ناظموں میں سے شاہجہاں اور شاہزادہ داؤد بخش اور خان جہان لودی ممتاز اشخاص تھے۔ خان موصوف کے چلے جانے پر اس کا نائب سیف خان ۱۰۳۳ھ تک احمدآباد میں رہا۔ شاہجہاں کے تخت نشین ہونے پر "شیرخان تونور" ۱۰۳۴ھ اور اسلام خان ۱۰۳۲ھ تک ناظم صوبہ گجرات ہو کر احمدآباد میں حکومت کرتے رہے۔

داعی (۱۳) سیدنا علی شمس الدین بن سیدی حسن مہینی بن

مولائی اور پسر بن داعی حسین بن داعی اور پسر بن داعی حسن

آپ سابق دعاۃ یمن کے نسل سے ہیں۔ صرف ایک سال آپ اس ہمدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ میں وفات پائی۔ اور یمن پنا میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی ولادت اور وفات دونوں یمن ہی میں ہوئی۔ آپ یمنی دعاۃ کے لحاظ سے ۲۲ نمبر پر ہیں۔ اور عام

دعا کے حساب سے ۳۰ ویں ہیں۔ شیخ سلیمان کے قیام یمن کے وقت آپ کے والد نے دعا
کی ہر طرح سے فتنے محفوظ رکھا۔ آپ خاندان ولید کے آخری داعی ہیں۔

داعی (۳) سیدنا قاسم زین الدین ابن پیر خاں ...

بن حسن پیر بن ملا علی سہ

قاسم نام زین الدین لقب سیدی حسن پیر کی اولاد سے ہیں۔ جو عہد مظفر اول میں
کے والی تھے۔ ۱۲۰۲ھ میں سیدنا علی کے بعد آپ بحیثیت منصوص کے اس عہدہ جلیلہ پر فائز
آپ کا آخری زمانہ بڑا پُر آشوب تھا۔ نماز باجماعت کا آپ کو بڑا خیال رہتا، ترک جماعت
پر سخت وعید کرتے۔ سیدنا شیخ آدم، و عبد الطیب زکی الدین، و علی شمس الدین کے عہد میں
جلیلہ انجام دیئے۔ علی بن ابراہیم کی عہد شکنی کے وقت آپ نے قوم میں تحریر، تقریر اور علمی قابو
سے اس بچان کو جو اس وقت پیدا ہو گیا تھا رد کیا۔ سیدنا علی کے عہد میں ہند کے والی رہے۔ وفات
سے پہلے آپ نے سیدنا قطب خاں کو بلا کر سینہ سے لگایا۔ اور حلقوں پر پوسہ دینے کر کہا کہ تم شہ
ہو گے۔ اور آج سے میرے منصوص ہو۔ بارہ برس تک اس عہدہ پر وہ کرام دعوت انجام
فرمایا۔

سہ ہجرت بہار و دیگر کتب میں اس طرح لکھا ہے۔ یعنی سیدنا قاسم زین الدین بن پیر خاں بن حسن پیر
علی۔ سیدی حسن پیر جیسا کہ اوپر تحریر ہوا۔ ان کا زمانہ ۸۱۰ھ اور سیدنا قاسم کی وفات ۸۵۰ھ
یہ بات تو کسی طرح عقل میں نہیں آتی ہے۔ کہ صرف دو پشت (سیدنا قاسم اور پیر خاں) ۲ ۱/۲
راڑھائی ہو، برس کی منزلتیں طے کی ہوں۔ اس لئے قیاس چاہتا ہے کہ چند پشتیں درمیان
ہو ہو گئی ہیں۔

۱۰۲۲ھ میں اسلام خان کا آخری عہد تھا اور باقر خان نجم ثانی چند ماہ بحیثیت
 مہجرات رہے۔ ۹ شوال ۱۰۵۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ سیدنا قطب الدین شہید
 بقعہ میں آپ کا مزار سرسپور بمقام احمد آباد موجود ہے۔ آپ کا ہمصر بادشاہ شاہجہاں ہے
 یا لقب عوام میں مشہور استاد ہے۔ غالباً سیدنا و مولانا قطب الدین بن سیدنا داؤد
 قطب شاہ کو تعلیم دینے کے باعث آپ کا یہ لقب مشہور ہوا۔ ۹ شوال کو موہن پور سے
 سے آپ کا عرس کرتے ہیں۔ فاتح خوانی کے بعد ضیافت ہوتی ہے۔ احمد آباد میں باقر خان
 سپہ دار خان ۱۰۲۳ھ سے سیف خان ۱۰۲۵ھ، عظیم خان ۱۰۴۵ھ سے ۱۰۵۲ھ۔ میرزا علی
 ترخان ۱۰۵۲ھ سے ۱۰۵۲ھ تک ناظم رہے۔

احمد آباد میں سرسپور بھی ان مقامات میں سے ہے۔ جہاں دعاۃ و شہداء اور صلحا کے مزارات بہ کثرت
 مندرجہ ذیل دعاۃ یہاں مدفون ہیں:-

سیدنا جلال شمس الدین تنوخی ۱۶ ربیع الاول ۹۷۵ھ (۲) سیدنا داؤد جی برہان الدین ابن حبیب شاہ
 ربیع الآخر ۹۹۹ھ (۳) سیدنا داؤد جی برہان الدین بن قطب شاہ ۵ جمادی الآخر ۱۰۲۱ھ
 سیدنا شیخ آدم صفی الدین ۷ رجب ۱۰۳۳ھ (۵) سیدنا عبد اللطیف ذکی الدین ۲ ربیع الاول ۱۰۴۱ھ
 سیدنا قائم جی زین الدین ۹ شوال ۱۰۵۲ھ (۷) سیدنا قطب خاں قطب الدین ۲ جمادی الآخر ۱۰۵۶ھ
 سیدنا پیر خان شجاع الدین ۹ رذوالقعدہ ۱۰۶۵ھ (۹) سیدنا عبد الحسین ۲ رذوالحجہ ۱۳۱۸ھ اور مندرجہ
 صلحا اور اولیاء کے مزارات بھی اسی جگہ ہیں:-

سیدی امین جی بن جلال (۲) مولائی حسن بن مولائی آدم (۳) مولائی علی محمد بن فیروز شاہ بن
 شاہ (۴) مولائی قطب شاہ بن خوج بن علی (۵) مولائی راج بن داؤد (۶) مولائی جعفر بن مولائی راج

داعی (۳۲) سیدنا قطب خان قطب الدین شہید

ابن سیدنا داؤد بن قطب شاہ

جناب داعی سابق نے وفات کے وقت نص دعوت آپ کے نسبت فرمایا۔ چنانچہ ۵۴
میں اس مسند عالی پر رونق افروز ہوئے۔ یہ عہد شاہجہان کا تھا۔ اور شاہزادہ اورنگ زیب گجرات
کا گورنر تھا۔ فرید خاں نے جو خزاہ کا بیچ پویا تھا۔ اس نے اس عہد میں پھل لانا شروع کیا۔ چنانچہ
نسبت دشمنوں نے مختلف قسم کی افواہیں اڑائیں۔ اور حکام وقت تک ان کی شکایتیں پہنچا

(۷) مولائی شمعون بن جعفر (۸) مولائی راج بن مولائی حسن (۹) مولائی حسن بن سیدنا جلال شمر
(۱۰) مولائی عبداللہ بن واحد صاحب (۱۱) میاں شیخا مامونجی بن عیسیٰ (۱۲) مولائی قاسم بن حسن
اس کے علاوہ تقریباً (۱۵۰) شہدا کا ایک گنج شہیدان بھی ہے۔ ان مزارات کے پاس ایک
دیسع مسجد ایک مسافر خانہ ہے۔ جس میں ۸۵ کمرے ہیں۔ ایک باؤلی بھی ساتھ ہی ہے۔ ان تمام
مزارات کے انتظام کے لئے قطبی کفنی قائم کی گئی ہے۔ جو زائرین کو ایک وقت کھانا دیتی ہے۔
یہاں پر چند دوکانیں بھی ہیں۔ جہاں سے ضروری اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں۔ ان دعاؤں
اور اس کا مومنین نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ ہر داعی کا عرس ایک ایک پیشہ والوں کے سپرد کر
ئے۔ مثلاً سیدنا قاسم زین الدین قس کا گاندھی والے (عطاری) کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی کا کپڑے
والے تیار۔ کسی کا لوبے والے تیار۔ اس طور سے سب کا عرس بغیر عام چندہ کئے ہوئے
نہایت خوبی سے اہتمام پا جاتا ہے۔

وقت قاضی لشکر مولوی عبدالقوی گجراتی تھے (یہ وہی عبدالقوی ہیں جنہوں نے دہلی میں
 نمرود کو قتل کیا، چنانچہ شاہ بیگ کو توال کے ذریعہ سیدنا کو طلب کیا گیا، کو توال کو یہ
 سخت ناگوار گزری۔ اس لئے اس نے اہوت اسکی تعمیل نہ کی۔ صبح کو پھر حکم ملا۔ ناچار سیدنا
 مکان پر آیا۔ سیدنا اس وقت شیوخ کو درس دے رہے تھے۔ جاسوس نے یہ خبر پہنچائی۔
 نے لاجول ولا قوتہ الا باللہ فرمایا۔ شاخین کو رخصت فرمایا اور توکل علی اللہ
 کے منتظر رہے۔ مگر ساتھ ہی اپنے روزانہ مشاغل کو قائم و جاری رکھا۔ چنانچہ جس وقت کو توال
 پر پہنچا تو آپ تلادت قسران میں مشغول تھے۔ کو توال نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ شاہزادہ
 ہے۔ آپ کو گاڑی پر سوار کر کے لے چلے۔ تو مخالفوں نے کتب خانہ بھی ساتھ لے جانے کی ترغیب
 چنانچہ سیدنا کی الدین کے نشت گاہ سے چھ گاڑیاں کتابیں ساتھ لیں۔ جب گاڑی روانہ
 تو راستہ میں جناب شجاع الدین صاحب کا مکان ملا۔ سیدنا نے آواز دی کہ بھائی...
 خ الدین میں تو جاتا ہوں۔ یہ آواز سن کر ننگے پیر دوڑتے ہوئے گھر سے نکل پڑے۔ اور ملاقات
 لے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی کو چار سوار محافظ ساتھ لئے جاتے تھے۔ اور مخالفین
 وں طرف بہ تعداد کثیر احاطہ کئے ہوئے تھے۔ کو توال نے اپنے مکان پر لے جا کر عزت سے
 لایا۔ قاضی عبدالقوی مع دیگر علماء کے آئے۔ اور ان کتابوں کو ظہر سے مغرب تک ان مولویوں
 چھان مارا۔ مگر کوئی بات گرفت کی نہ ملی۔ سیدنا نے نماز عشاء اسی جگہ ادا کی۔ اس گرفتاری
 کے سارے شہر میں ہل چل تھی۔ تین دن تک مومنین اور مومنات اور بچوں نے کھانا نہ کھایا۔
 پ کی لڑکی مسماۃ "عجب بو" کا عجب حال تھا۔ مثل بی بی صفراءؓ بنے ہوش نہیں۔ جب آپ کو
 ہزادہ کے سامنے پیش کیا گیا حکم کیا کہ آج جس ہی میں رکھو۔ لوگوں میں سخت بے قراری بڑھ گئی۔

۵۔ انوس ہے کہ داد دی سورتوں نے واقعہ کو تو بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا ہے مگر اصلی اسباب گرفتاری کچھ

سید نے سب کو سید الشہداء کی تمثیل دے کر صبر کی تلقین کی۔ لوگ روتے ہوئے واپس
 سواتے جلال پور والوں کے شب بھر رہے۔ سویرے لوگ پھر پونچے۔ کوئٹہ بھی آیا اور
 جا کر سیدنا کی نسبت دریافت کیا۔ شاہزادہ خاموش رہا۔ تو پھر سوال کیا۔ اس نے کچھ جواب
 نہ دیا۔ تو پھر سوال کیا، حکم ہوا کہ مولوی عبدالقوی کے پاس لے جاؤ۔ اور ان کے حکم کے مطابق
 عمل کرو۔ قاضی عبدالقوی نے حکم دیا کہ جیل خانہ میں لے جاؤ۔ چنانچہ جیل خانہ میں آپ کو
 گئے۔ یہ واقعہ ۲۹ جمادی الاول قبل ظہر کا ہے۔ ۲۰ دن تک آپ جیل میں رہے۔ اور
 درمیان قاضی صاحب ان کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ مگر کوئی بات ایسی نہیں ملی جو قاضی
 مواخذہ ہو۔ مومنین سخت بیتاب تھے۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا۔

آخر ۲۱ جمادی الآخر کو حکم دیا گیا کہ دربار میں آکر اپنا مذہب صحیح طور پر بتاؤ۔ قاضی
 دربار میں خود سوال کرتے جاتے تھے اور شاہزادہ سنتا جاتا تھا۔ آخر سید نے فرمایا کہ کلہر ٹوٹ
 ہوں۔ پنجگانہ نماز ادا کرتا ہوں۔ رمضان کے تیس روزے رکھتا ہوں۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں
 حج کو مکہ جاتا ہوں۔ قرآن کو کلام الہی مانتا ہوں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ بڑھے

نہیں لکھا، حالانکہ اس کی ضرورت تھی۔ ملا قوی نے آگے چل کر جو الزامات لگائے ہیں وہ تو اس عہد میں کوئی
 تھا۔ کیونکہ عہد عالمگیر میں شاید ہی کوئی محکمہ ہو جس میں کوئی رافضی (شیعہ) نہ ہو۔ خود گجرات کا صوبہ دار امین خان
 متعصب شیعہ تھا۔ اور اس کے مرنے پر عالمگیر نے بڑی ہوسوزی سے اظہار غم کیا ہے۔ نعمت خاں عالی ایک متعصب
 تھا اور عالمگیر کا مخالف، اور اس کے اشرار اس پر شاہد ہیں۔ بائیں ہمدہ عالمگیر کے مبلغ کا داروغہ تھا۔ پس معلوم
 کہ عالمگیر کو نفس شیعوں سے کوئی عداوت نہیں تھی۔ بلکہ ملا عبدالقوی کو یا تو خود کوئی عداوت تھی۔ یا رشوت کی
 سے کیا۔ یا مسلمانوں نے کچھ دیا ہو گا۔ اور میرے خیال میں اغلب یہی ہے۔

تے بولتے ہو "سب لوگ گواہ ہیں کہ تم رافضی ہو۔ تمہارا خون حلال ہے۔ اور تمہارا وجود باقی ہے۔ تب سید نے ایک فصیح تقریر فرمائی، جس میں اس بات کو بتلایا کہ موت ہر شخص پر طاری ہوتی ہے۔ اور اس سے مومنین کبھی خوف نہیں کھاتے۔ اور میں قطعاً بے گناہ ہوں۔ اور بے گناہ کی کسی طرح سزاوار نہیں ہے۔ اور ایک مومن کا خون بہانا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اس کا سارے دربار پر اثر ہوا۔ خود شہزادہ بھی متاثر تھا۔ چنانچہ شاہزادے نے کہا کہ ابھی تک تو بات ایسی نہیں پائی گئی جو قابل قتل ہو۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ آج لے جاؤ اور جب شاہزادہ طلب لے تو پھر حاضر کرو۔ قاضی صاحب رات بھر اس فکر میں غلطاں رہے۔ کہ کس طرح انتقام لیا جائے۔ کو ایک محضر تیار کیا کہ یہ شخص رافضی ہے۔ تمام علماء سے دستخط کرائے۔ لیکن قاضی شہر وجود تحریف کے انکار کر دیا۔ تب سید نے لڑکے کو بلا کر سمجھایا کہ جو کچھ میں کہوں تم کہنا کہ سب صحیح ہے۔ ایسا کرنے سے تمہارے سیدنا کو چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے اپنے لڑکوں سے بیان لینا شروع کیا۔ کہ یہ رافضی ہے۔ بجائے خدا کے علی کو مانتا ہے۔ نے راشدین ان کے نزدیک پا جی تھے۔ حکم اسلام پر سیدنا کا حکم بالا ہے۔ داؤد یوسف اور نوح و تمام مسلمان خارجی ہیں۔ سیدنا کو سجدہ کرنا بجائے نماز کے ہے۔ سیدنا کے مکان پر اگر

ہاں سے بھی میرے نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ نفس عالمگیر کو خود بوہردوں سے کوئی کاوش نہ تھی۔ در نہ اس کا فائدہ ان کے بے گناہی کا افسار نہ کرتا۔ اسی سے ناظرین عالمگیر کے دنی جذبات کا اندازہ لگا لیتے ہیں کہ عالمگیر کو خود کوئی کاوش نہ تھی اور بذاتہ کوئی حصہ دینا چاہتا تھا۔ مگر جس طرح آجکل کے حکام اپنی عداوت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ حکام کو نقص امن کا یقین دلا کر اپنے دشمن کو جیل میں بھرا دیتے۔ یا غالباً ٹھیک اسی طرح ملا عبد القوی نے کیا۔

جو روپیہ ادا کرے وہ حاجی ہے۔ عام مسلمانوں سے پہلے عید کرتے ہیں، جو شخص علیؑ کو حضور
 محمد صلعم کی طرح نہ مانے اس کو قتل کرنے والا غازی ہے۔ سیدنا کا مطیع ناجی، باقی سے
 ناری ہیں۔ یہ سن کر بچے نے کہا کہ یہ سب درست ہے۔ تب قاضی نے خوف مجبور ہو کر دستخط کر کے
 حالانکہ بچہ کو سکھلا کر لائے تھے۔ یہ واقعہ ۲۰ جہادی الآخر کا ہے۔ اس کے بعد دربار بڑا خاں
 ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اور سیدنا کو جیل خانہ نے گئے۔ نصف شب کو سیدنا نے بر
 مولائی شجاع الدین کو کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم مجھے بلاتے ہیں۔ اور شریک
 پلاتے ہیں۔ پوچھا کیا تعبیر ہے؟ فرمایا شہادت، اور میرے بعد تم منصوص ہو۔ یہ سن
 سیدی شجاع الدین بہت روئے۔ صبح کو تاحی عبدالقوی نے قتل کا حکم دیا۔ شاہ بیگ
 کو تو اس سناٹے میں آگیا۔ مگر مجبوراً جیل خانہ میں گیا۔ اور غلین آواز سے "یا شیخ" کہہ کر پکارا
 قتل کا پیغام سنایا۔ چلتے وقت شیخ محمد اور نجم خاں ابن چاند جی کے سامنے سیدی شجاع الدین
 کو منصوص کیا۔ اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر ان کے سر پر رکھا۔ پھر مقتل تک گئے۔ وہاں آپ نے
 دو رکعت نماز ادا کی، اور بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر سجدہ میں جا کر "انی وجہت الایہ
 پڑھی۔ سر اٹھایا کہ جلاد نے بموجب حکم مرتن مبارک سے الگ کر دیا اور ترجیح، دوپہر سے عشاء تک

سے مشہور ہے کہ احمد آباد میں تین دروازے باہر الف خاں کی مسجد کے متصل کارنجو کا جو مکان اس وقت
 ایک پارسی کے قبضہ میں ہے۔ اس کے نیچے ایک سرداب (تہ خانہ) ہے۔ اسی میں سیدنا کو قید کیا تھا۔
 اسے معلوم ہوتا ہے کہ ملا قوی نے عالمگیر کو یقین دلایا کہ اگر سیدنا کو رہا کر دیا گیا تو بلوہ عظیم ہو جائے گا۔
 ٹھیک اسی طرح جیسا کہ آج کل حکام کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ گاندھی جی کو رہا کرنے سے ملک میں
 امنی پیدا ہوگی۔

س ریت پر پڑی نہی۔ اور نصف شب کو بحکم حاکم خانیپور کے باہر ندی کے کنارے دفن کی اور سپاہیوں کا پیرہ لگا دیا گیا کہ اس طرف کوئی آنے نہ پائے۔ مومنین پر آزمائش کا وقت لوگ بیتاب تھے۔ تیسرا دن تھا کہ محمد جی بن امین جی روتے روتے سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ سیدنا فرماتے ہیں کہ فوراً مدد گارے کر جاؤ اور میری نعش نکال کر سرسپور (بانی پور) میں رکھو۔ بیدار ہوئے تو چند رفقاء کو لے کر اس مقام پر پہنچے۔ دو سبز پوش عرب موجود تھے۔ یہ عہدہ دار سپاہی سمجھ کر گھبرائے۔ پر انہوں نے تسلی دی۔ ساتھ مل کر قبر سے نعش نکالی۔ اور دعائیں پڑھتے ہوئے سب چلے۔ راستہ میں دو عرب سوار اور ملے جو ساتھ ہو گئے۔ اس کا دروازے سب بند تھے۔ مجبوراً "نالہ" سے ہو کر شہر کے باہر باہر آئے اور سرسپور میں دفن عرب سوار بھی واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ پنجشنبہ ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۵۶ھ کا ہے۔

ایک برس اٹھ ماہ اٹھارہ دن آپ نے ہایت مومنین کی۔ لوگ دونوں جگہ سید الشہداء لرح (کربلا و قاہرہ) زیارت کرتے ہیں۔ یعنی دریا کنارے اور سرسپور۔ آج سرسپور میں آپ کا ر مشہور اور مرجع مومنین ہے۔ ایک عالیشان گنبد اس پر بنایا گیا ہے۔ سالانہ میں ہوتا ہے اکثر سیدنا کے عرس پر داعی وقت تشریف لاتے ہیں۔ اس قبر پر ہنگ مرمر کی بڑی خوشنما تری ہے۔ مومنین فاتحہ خوانی کے لئے عموماً آیا کرتے ہیں۔ سیدنا قطب الدین کے پاس ایک بڑا اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ تھا جس میں دینیات کے علاوہ منطق فلسفہ، و دیگر علوم کی کتابیں ہیں۔ جو اس ہنگامہ میں ضائع گئیں۔ آج اس قبر کے ساتھ مسافر خانہ بھی بنا ہوا ہے۔ یہ متصل چند خوشنما شنگلے مع باغیچہ کے موجود ہیں۔ سیدنا وقت کبھی یہاں آتے ہیں تو

یہ ملخص از موسم بہار جلد سوم مطبوعہ صفدری بھٹی فصل ۱۷ ص ۲۸۱

کبھی اسی جگہ قیام فرماتے ہیں۔ شہر سے باہر کھلی ہوئی بڑی فرحت کی جگہ ہے۔
 میں جب راقم الحروف پہنچا تو اس کی تصدیق آنکھوں نے کی۔

داعی (۳۳) سیدنا پیر خان شجاع الدین ابن احمد

پیر خان نام شجاع الدین لقب ابن احمد۔ اسی سال یعنی ۱۰۵۰ھ میں آپ اس
 عالی پر جلوہ افروز ہوئے۔ ملک کی بد قسمتی سے آپ کے ساتھ بھی تکلیف دہ واقعات پیش
 یعنی ملا عبدالقوی نے یہ سمجھا تھا کہ سیدنا قطب الدین کی شہادت سے اس فرقہ کا خاتمہ ہو
 گا۔ لیکن بد قسمتی سے ان کا خیال غلط ثابت ہوا۔ اور مومنین کے داعی بحیثیت نائب امام
 شجاع الدین امر دعوت کو انجام دینے لگے۔ اس لئے دشمنوں نے پھر قاضی عبدالقوی کو براہ
 کیا۔ اور اس سبب سے فوراً اسیدنا گرفتار کر لئے گئے۔ غالباً اس گرفتاری سے مومنین
 صبر کا پیمانہ بھر بیڑ ہو گیا۔ ادھ تنگ آمد، یہ جنگ آمد کے اصول پر مدافعت کی کوشش کی ہو
 قاضی موصوف تو خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ کسی طرح امن پسند مومنین کی امن پسندی
 فرق آئے۔ چنانچہ مومنین کے تھوڑے مدافعات ہل چل سے فوراً سرکاری حکم دلوادیا کہ جو
 ملے اس کو قتل کر دو۔ سب لوگ مکالوں میں قفل لگا کر تہ خانوں میں چھپ گئے۔ البتہ جن
 لوگوں نے اپنے مذہب سے بیزاری ظاہر کی وہ محفوظ رہے۔ چنانچہ سلیمانہ اور علیہ قمین کھار
 پارا تر گئے۔ یہ دیکھ کر مومنین نے بھی تعینہ کا ارادہ کیا۔ اور قائم داعی (غالباً محلہ کاپٹیل ہوگا)
 گھر پر ان امور کا فیصلہ ہونا قرار پایا۔ قاسم نے کہا کہ تمہاری باتوں کا اس وقت بھروسہ کہ
 کہ مندرجہ ذیل شرائع کے پابن ہو۔ (۱) تمہاری عورتیں ہاتھی دانت کی چوڑیاں پہن
 (۲) تم حقہ پیو (۳) ناس کا بھی استعمال کرو (۴) دارو صی کو کمر واؤ۔ بھلا ان باتوں کو مومنین

و نہ قبول کر سکتے تھے۔ مساجد مومنین میں بھی خفی پیش اماموں کا تقرر ہو گیا۔ اور جو نمازیں نہ حاضر
 و اس کو سات دوسے مارتے۔ جب ان حالات کی اطلاع شاہجہاں بادشاہ کو ہوئی۔ تو
 ہنزادہ کا تبادلہ صوبہ گجرات سے کر دیا۔ اور شائستہ خان (۱۰۵۶ھ) کو گجرات کی نظامت
 عطا ہوئی۔ جس سے مومنین نے سارا حال کہہ کر اپنے بےصائب بتلائے۔ ناظم مذکور نے فوراً من
 اماندی کرادی۔ گو گجرات میں مومنین کو امن ہو گیا۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ قاضی عبدالقوی کے
 واسطے سیدنا کو جو قید کر دیا ان کو شہزادہ ساتھ لیتا گیا۔ سیدنا کے ہمراہ شیخ محمد اور نجم خاں
 تھے۔ چلتے وقت مومنین نے جب سیدنا کو مثل قیدی کے دیکھا تو بے حد گھبرائے۔ مگر سیدنا
 نے سب کو صبر کی تلقین کی اور سیدی بدرالدین اسمعیل جاسگری کو منصوص کیا۔ شاہزادہ پہلے
 رنگ آباد گیا۔ وہاں پہنچ کر دشمنوں نے سیدنا کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔
 مردہاں سے جہان آباد گیا۔ (غالباً اس سے مراد شاہجہاں آباد دہلی ہے)

چونکہ شاہجہاں لاہور چلا گیا تھا۔ یہ سب لوگ لاہور پہنچے۔ وہاں معطل کے ایک چھوٹے

۱۰ نومبر ۱۶۸۸ء میں ہے کہ اکبر آباد (اگر) سے گیا۔ اور جہانزی کے کنارے خیمہ میں مع
 شکر مقیم ہوا۔ مٹی ملی ہوئی روٹی کھانے کو ملتی۔ پیروں میں بیڑیاں، ناقوں سے بے حال، مولانا شجاع الدین
 و ہزار کی شدت، گرمی کی حدت، یہ مصائب دیکھ کر دونوں رفیق مہر ہوئے کہ آپ اس ظلم کا بدلہ کیوں رحم سے دے
 رہے ہیں۔ حالانکہ آپ نائب امام ہیں۔ اس سے آپ پر رقت طاری ہوئی۔ اور دونوں رفیق سے ایک
 ایک ٹھیٹھا ٹک منگوائی اور کچھ پڑھ کر حکم دیا کہ شکر کے چپ دراست ڈال کر فوراً جہنم میں گس جاؤ۔ ایسا ہی کیا۔ اس
 شب کو خوب ہوا چلی اور آگ لگ گئی۔ تمام خیمے جل گئے، لیکن سیدنا کا خیمہ سلامت رہا۔ عالمگیر یہ دیکھ کر اندر آیا
 اور بڑی معذرت کی اور سیدنا قطب الدین کو دشمنوں کے کہنے سے قتل کرنے پر ندامت کا اظہار کیا۔ اور

میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا۔ سیدنا قائم العیال اور صائم الدھر رہتے اور تلاوت کلام مجید میں اوقات مشغول رہتے۔ کچھ دنوں کے بعد اتفاقاً اس اصطلیل میں آگ لگ گئی۔ اور سارا اصطلیل خاک ہو گیا۔ شاہزادہ نے سمجھا کہ گجرات کے لوگ بھی جل گئے ہوں گے۔ لیکن خلاف توقع اس کے جو پڑھ سلامت ہے، اللہ داخل ہوا۔ سیدنا تلاوت قرآن میں مشغول تھے، شاہزادہ کو تعظیم کی۔ اور سلام کیا۔ شاہزادہ نے بے ساختہ کہا کہ ”شیخ تم ولی اللہ ہو“ فوراً خلعت منگوا کر فرمایا۔ اور ایک عراقی گھوڑا نذر کیا۔ اور فرمان من و عزت کا عطا کر کے رخصت فرمایا۔ سیدنا اسی دن گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور دونوں رفیق گاڑی پر آپ کے معیت میں چلے۔ میں افسوس کہ نجم خاں نے وفات پائی۔ آپ پہلے برہانپور پہنچے۔ اور کچھ دنوں کے بعد اجملہ گئے۔ ایک ماہ کے بعد راسپورہ میں رونق افروز ہوئے۔ اور چند دنوں کے بعد اودس میں مقیم ہوئے۔ رمضان ۱۰۵۰ھ میں احمد آباد پہنچے۔ اس دن مومنین کے لئے عید تھی۔ شخص نے آپ سے ملاقات کر کے قلب مضطرب کو تسکین دی۔ جب حارثوں کو معلوم ہوا کہ

معانی کا خواستگار ہوا۔ سیدنا نے کہا کہ شہید مذکور میرے بھائی یا قرابت دار نہ تھے۔ جن کا خون بہا کر دوں۔ البتہ خدا رحیم و کریم سے امید تو یہ ہے کہ جو کچھ نادانی سے کیا ہے خدا معاف کر دے گا۔ واپس چلا گیا۔ اور ان کو لاہور ساتھ لیا گیا۔ وہاں بھی آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا۔ لیکن اس وقت کی کسی دوسری تاریخ سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

راہ اس سے بھی میرے نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ نفس عالمگیر کو بوہروں سے کوئی پرغاش زخمی بلکہ نے غلط واقعات کا اظہار کر کے قید کرادیا تھا۔ مگر جس وقت کہ عالمگیر کو ان کی نیکی اور پاکبازی کا پتہ ہو گیا، عزت کے ساتھ تحفہ اور مدد سے اسے گرفتار رخصت کر دیا۔

توا احترام کے ساتھ واپس آئے تو آتشِ حسد نے پھر انھیں جلایا۔ دارالشکوہ کا نائب باقی
 الیٰ علیٰ علیہ السلام نے غیرت خان سے جا کر یہ کہا کہ سیدنا قطب خان شہید کے معاوضہ میں یہ لوگ
 لاکھ روپے دیتے تھے۔ مگر سابق حاکموں نے قبول نہ کیا۔ وہ سب روپیہ سیدنا کے پاس جمع
 کیا۔ اس نے بھی اس کو پچ باور کر کے ۲۵ سوار اور ۲۵ پیادہ آپ کے گرفتاری کے لئے بھیج دیئے
 تھے۔ پچ سپاہی آپ کو گرفتار کر کے لے گئے۔ غیرت خان نے جب روپیہ کا مطالبہ کیا۔ تو آپ نے
 ان کی تردید کی۔ اور یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ بالکل غلط واقعہ ہے۔ اس انکار سے غصہ
 پڑا۔ اس نے آپ کو جیل میں بھیج دیا۔ سیدنا نے احمد نامی ایک شخص کو دہلی یہ ہدایت دے کر
 بلکہ یا قوسف شاہان شاہانہ میری رہائی کا لئے کراؤ۔ ورنہ جب تک میرا حکم نہ پہنچے تو وہیں مقیم رہنا۔
 سند جب دہلی پہنچا تو باوجود دوڑ دھوپ کے کوئی کامیابی اس کو نہ ہوئی اور ٹیپا سو کر واپس
 لایا۔ اور جیل میں سیدنا سے ملاقات کی۔ ناکامیابی کے ساتھ بلا اجازت واپس آنے پر سیدنا
 نے اظہارِ نارضا مندی کیا۔ دو سے دن بھی جیل خانہ میں آیا۔ مگر سیدنا نے سلام کی اجازت نہ
 دی۔ طویل ہو کر واپس گیا۔ اور کئی روز تک متفکر اور پریشان رہا۔ آخر ایک شخص نے جو (۱۶۰۰)
 روپے سرکاری (غالباً دعوتِ فنڈ کا) غنن کر گیا تھا۔ آکر احمد کو تسکین دی۔ احمد بھی اس طرف
 سے یلوس ہو کر ان سے مل گیا۔ اب روزانہ رات کو احمد کے گھر پر سیدنا کے برخلاف جلسے
 ہونے لگے۔ اور پھر اس کی کتاب مرتب کر لی گئی جو روزانہ پڑھی جاتی۔ جب سیدنا کو اس کی اطلاع ہوئی
 قوسف مایا کر اس بندہ کو اللہ کی مدد بس ہے۔ سیدنا آٹھ ماہ جیل میں رہے۔ آخر غیرت خان
 نے بلا کر شاہی فرمان سنایا اور رہا کر دیا۔ آپ جیل سے رہا ہو کر دریا پر غسل کے لئے تشریف لے
 گئے۔ مومنین کو خبر ہوئی تو سب موجود ہو گئے۔ رتھ پر سوار کر کے مولائمس خان ابن یوسف کے
 مکان پر لے گئے، وہاں سجدہ دو گانہ شکر یہ گاوا دیا۔ آپ کے رٹ کے حن جی خان نے جیل میں بڑی

خدمت کی تھی۔ ۳ دن کے بعد سلام کے لئے دربار مقرر کیا۔ سوائے احمد کے سب آئے۔ کچھ کے بعد یوسف بن چاند جی۔ چاند میاں ابو جی نے آکر احمد کی سفارش کی۔ آپ نے فرمایا کہ کہہ دو "ماکنت متخذ المصلین عضدا" یہ لوگ واپس گئے اور اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ احمد کھلم کھلا مخالفوں کے ساتھ شریک ہو گیا، ملا عبد القوی کے آدمی جب سیدنا قطب الدین کو نے جانے لگے تھے تو مخالفوں کے اغوا سے کتب خانہ بھی ساتھ لے جانے کا حکم دیا تھا۔ اس میں دعوت کی مخصوص کتابیں وہاں سے نکال کر لوح نامی ایک شخص کے پاس رکھوا دی تھی، احمد نے اس شخص کو بھی اپنے میں ملا لیا۔ اور لوح نے بھی کتب دعوت کل احمد کے کر دیں۔ یوسف جی اور چاند میاں بھی احمد سے مل گئے۔ اور پھر سب مل کر سیدنا کو تکلیف دے لگے۔ تب سیدنا نے ایک شخص کو (منذر بنا کر) ان لوگوں کے پاس بھیجا۔ اس نے یضاح بیش سے راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی اور اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ سیدنا معافی مانگ لیں۔ مگر یوسف کو بڑا غصہ یہ تھا کہ میری سفارش کیوں رد کر دی۔ حالانکہ میں باعزت ہوں تو تمہارا آدمی ہوں۔ اس نے جواب میں کہا کہ داعی جب کوئی خطا کرے تو اس کی جگہ ماذون ہوتا ہے اور نائب داعی جام نگر میں ہیں۔ ان کا میں تابع ہوں۔ اور ان کا خط میرے پاس ہے۔ سیدنا نے یہ سارا حال جب کہا گیا تو فرمایا کہ اچھا وہ خط دکھاؤ۔ اس کے جواب میں بڑی دلیری سے اقرار کیا اور سات زوز تک صبح شام کہہ کر ٹالتا رہا۔ آخر میں اس نے کہا کہ گم ہو گیا۔ تب اس سے کہا کہ ایسا ضروری کاغذ جب تم نہ سنبھال سکے۔ تب پھر اور کیا کام کر سکتے ہو۔ یہ سن کر نادم تو ہوں کہ راہ راست پر نہ آیا۔ اور جام نگر نائب داعی کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ موجودہ نائب ناقابل ہے۔ اس لئے آپ کو داعی بنایا جاتا ہے۔ اس کا جوابی خط جام نگر سے جو آیا تو ادھر پر اس پڑ گئی۔ کیونکہ نائب داعی نے بڑی ڈانٹ بتائی تھی۔ پھر بھی یہ لوگ ادنیٰ لوگوں کو جمع کر کے

تے پلاتے عیش کرتے رہے۔ یوسف جی، چاند جی، احمد جی، حمید یہ لوگ سمرغندہ تھے۔ آخر لوگوں کا حشر یہ ہوا کہ یوسف پاخانہ میں گر کر مرا۔ چاند کے منہ میں کیڑے پڑ گئے۔ اور کچھ دنوں موش رہ کر چل بسا۔ اب احمد سردار بنا۔ ایک دن رسول پورہ میں سیدنا قطب الدین شہید کی مد میں داعی وقت کے موجود اور حاضر ہوتے ہوئے امام بن کر نماز پڑھا دی۔ مومنین کو غصہ بہت آیا مگر خاموش رہے۔ ۱۰۶۴ھ میں شامزادہ مراد بخش ناظم گجرات ہو کر آیا۔ احمد نے بوی کر کے سیدنا کو گرفتار کرادیا۔ پھر ایک کثیر رقم ادا کر کے نجات حاصل کی۔ رہائی کے بعد سیدی حسن پیر کی زیارت کو چلے۔ مومنین نے کہا کہ آپ کو سفر میں خدا جانے کیا اتفاق پیش آئے لے منصوص فرماتے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جام نگر کے اسماعیل بن ملاراج میرے بعد دس ہیں۔ ۱۰۶۵ھ میں احمد آباد سے روانہ ہو کر اپنے دختر کے گھر احمد پور شریف گئے، ۶ تاریخ کو قریب مغرب "دین دار" تالاب پر پہنچے، غسل فرمایا، لیکن درد شکم سوس ہوا۔ تین دن کے بعد ۹ تاریخ کو سجادہ پر لیٹے کہ روح قدس اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ "مسموم مرے" بمقام بی بی پور (سرسپور) احمد آباد سیدنا زین الدین کے قبر سیدنا قطب الدین کے قبر کے مغرب جانب دفن کئے گئے۔ ۹ برس چار ماہ ۱۱ دن ہات پاتے رہے۔ افسوس کہ آپ کی ساری عمر مصائب اور آزمائش میں گزری۔ آپ کی فقہیت نے یہ واقعہ کافی ہے کہ، ۱۱ سال کی عمر میں جب سیدنا آدم سے تعلیم پاتے تھے، تو شبِ روس کو بھی بعد نصف لیل حسب دستور حاضر ہوئے۔ استاد شفیق نے کہا کہ اگر آج نہ آتے لچہ مصالغہ نہ تھا۔ فرمایا کہ ہر چیز سے علم کی لذت بالاتر ہے۔ فراست سے سیدنا آدم قس نے ہی وقت سمجھ لیا کہ کسی دن یہ شخص مرتبہ عظمیٰ پر پہنچے گا۔

۱۱ موم بہار جلد سوم ص ۳۳ سفدری مبنی

آپ کے عہد میں مندرجہ ذیل ناظران گجرات آئے۔ اورنگ زیب کا آخری عہد
 شہزادہ خان ۱۰۵۸ھ، نائب ناظم غیرت خان، (شاہزادہ دارالشکوہ) ۱۰۵۸ھ
 خان بار دوم ۱۰۶۲ھ، شاہزادہ مراد بخش ۱۰۶۴ھ، آپ ہی کے عہد میں سیدی قاضی
 تھے۔ سیدی موصوف نہایت بزرگ، عالم، فاضل اور صاحب مرتبہ شخص تھے۔ آپ
 کے ماڈون رہے ہیں۔ تعلیم آپ نے سیدنا پیر خان شجاع الدین اور آپ کے بعد صاحب
 سے کی، سندھ پور میں عرصہ تک آپ عامل رہے۔ آپ کا روضہ سندھ پور میں ریلوے لائن کے
 درمیان قبرستان میں ہے۔ اسی کے ساتھ بوہرہ محلہ ہے۔ آپ ہی کے عہد میں ایک فرقہ
 کا پیدا ہوا۔ جس نے متعدد کتابیں ایسی لکھی ہیں جن میں داؤد یہ بوسروں پر اعتراضات کئے ہیں
 داؤد یہ نے بھی حکم داعی اس کے جوابات دیئے ہیں۔ جو ایک کتاب کی شکل میں موجود ہے

داعی (۳۴) سیدنا اسماعیل بدرالدین اول

اسماعیل نام، بدرالدین لقب۔ آپ کی ولادت غالباً ۹۹ھ میں ہوئی۔ آپ کے
 ماجد مولائی راج ابن مولائی آدم صاحب تھے۔ آپ کا خاندان نہایت شریف و نجیب ہے
 نسب ہمارا راجہ بھار مل تک پہنچتا ہے جو ہمارا راج ادھیرا راج راجہ جے سنگھ سدھراج کے معتبر
 میں سے تھے۔ اور ہمارا راج سدھراج گجرات (پٹن یا انہلوڑہ) کا بہترین حکمران گذرا ہے
 راجہ ہے جو مولائی عبداللہ صاحب کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوا تھا۔ راجہ جے سنگھ سدھراج
 متوفی ۵۳۸ھ کے اسلام لانے کی روایت اوپر لکھی جا چکی ہے۔ آپ کا شجرہ نسب یہ ہے
 اسماعیل بن راج بن ملا آدم ابن ملا داؤد، ابن ملا راج ابن مولاد داؤد ابن مولاد علی
 مولا اسحاق، ابن مولا یعقوب ابن مولا بھار مل۔ آپ کی چوتھی پشت میں ملا راج تھے۔

راج میں جو ملا جعفر شہنشی کے سرپرست اور پٹن کے عامل تھے۔ اور پٹن سے مورہ بی چلے گئے۔ ان کے پوتے ملا آدم نے اپنے لڑکے ملارا راج کو احمد آباد داعی وقت کے یہاں برائے تعلیم۔ جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس آئے۔ یہ عالم بھی تھے۔ اور تاجپور بھی۔ کچھ دنوں کے بعد بنی پر شاہی لشکر کا حملہ ہوا جس کے سبب سے ملا آدم اپنے لڑکے ملارا راج کے ساتھ جام نگر انگر تشریف لے گئے۔ اور اسی جگہ مقیم ہو گئے۔ مولائی راج صاحب کا وطن مالوف جام نگر تھا۔ وہیں آپ سکونت پذیر تھے۔ ایک دفعہ اپنے وطن سے ۱۰۰۲ھ میں احمد آباد تشریف لائے۔ تاکہ اہل کی زکوٰۃ ادا کریں۔ آپ کے فرزند ارجمند سیدنا بدزالدین بھی ہمراہ تھے۔ جس وقت سیدنا بدزالدین ابن قطب شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زکوٰۃ پیش کر چکے تو سیدنا نے فرمایا کہ اے راج تمہاری دولت میں روز افزوں ترقی ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ خدانے تمہیں اس دولت کے رٹ کتنے عطا کئے۔ ملارا راج صاحب نے عرض کیا کہ اے آقا! حضور کے دعا سے یہ اسماعیل نچواں فرزند ہے۔ سیدنا نے فرمایا کہ تب تو تم پر خمس واجب ہوا۔ اس فرزند کو حضور میں پیش کر دو۔ وقت آپ کا سن ۱۳ برس کا تھا۔ جسٹا قومی دستدرست تھے۔ چہرہ سے ذکات اور دینداری کے آثار نمایاں تھے۔ الغرض ملارا راج نے سیدنا کے فرمان کی تعمیل کی۔ اور چھوٹے لڑکے اسماعیل کو حضور سیدنا کے خدمت میں دے کر وطن واپس آئے۔ آپ اکثر اپنے وطن سے اپنے فرزند اسماعیل کو تحریر فرمایا کرتے تھے کہ تحصیل علم میں کوشش بلیغ کر دو۔ اور اس سے کبھی غافل نہ رہو۔ آپ احمد آباد کے مدرسہ میں داخل ہو کر سرگرمی سے تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ آپ چند ہی سال میں اکثر علوم و فنون پر حاوی ہو گئے۔ کیونکہ رات کی رات مطالعہ کتب اور آموختہ کی تکرار میں ختم فرمادیتے تھے۔ ایک سال کے بعد وطن تشریف لے گئے۔ اور شادی کی جس سے ایک فرزند خدانے عطا فرمایا۔ اس کے بعد پھر احمد آباد آ کر مدرسہ میں داخل ہو گئے اور مدت تک رہے۔ قاعدہ یہ قرار دیا تھا کہ

سال میں آٹھ ماہ احمدآباد کے مدرسہ میں اور چار ماہ وطن میں مقیم ہوتے۔ ایک دفعہ نگرے پہنچے۔ اور سیدنا زین الدین کے خدمت میں حاضر ہونے کے خیال سے در دولت پر پہنچے۔ مہاجن کا آدمی بیٹھا ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آٹھ ہزار روپیہ سیدنا سے لینا ہے۔ ادا نہیں ہوا ہے۔ اس لئے سیٹھ نے چوکی بٹھلا دی ہے۔ سیٹھ کا نام دریافت کیا تو آپ فوراً شناخت کر لیا۔ اور اس دربان سے کہا کہ تیرا سیٹھ تو میرا قرضدار ہے۔ کہاں رہتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ سیٹھ مذکور (مہاجن) جاترا کے لئے گیا تھا۔ واپسی میں جب نگر پہنچا۔ خالی ہو گیا۔ بڑے بڑے مہاجن سے مانگا مگر کسی نے نہ دیا۔ لیکن جب سیدی اسماعیل کے پاس آیا تو بلا سود اس کو روپے دیدیئے۔ یہ بالکل اتفاقی بات تھی کہ احمدآباد آکر واپس کرنا گیا تھا۔ سیدی اسماعیل اس کی دوکان پر پہنچے، اس کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ نہایت غم سے معافی کا طالب ہوا۔ سیدی اسماعیل نے فرمایا کہ میرے مرشد پر آٹھ ہزار کا جو قرض تمہارا اس کے وصول کی چٹھی لکھ دو۔ اور پھر ہمارا تمہارا حساب ہوتا رہے گا۔ اس نے لکھ دیا۔ آپ اس سیدنا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد نذرانہ کے طور پر وہ رقمہ قالمین پر رکھ دیا۔ دیکھ کر سیدنا نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور سیدی اسماعیل کے حسن کارگزاری سے بے حد مسرور ہوئے۔ سیدنا اسماعیل نے دعاۃ عظام اور بڑے بڑے علماء وقت سے علوم و فنون کی تکمیل کی۔ چنانچہ آپ کی بعض اہم خدمات سے خوش ہو کر سیدنا تاسم حجی زین الدین صاحب نے کتاب "المسائل السبعون" کی نسبتاً بذات خود تعلیم دی۔ اور عہدہ "حدیثہ" پر مہراز فرمایا۔ غرض اسی عہدہ پر درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے سیدنا پیرخان شجاع الدین کے عہد میں "اذن" کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور سیدنا پیرخان شجاع الدین کے انتقال پر آپ ہی مسند دعوت پر رونق افروز ہوئے یعنی مسند میں آپ داعی مطلق کے عہدہ پر بنے۔ سیدنا شجاع الدین تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر...

کی تھی۔ آپ بہت ذہین اور دور اندیش تھے۔ اور نگ زیب عالمگیر کا ابتدائی عہد تھا۔ عہد کے تین پشتوں کا تجربہ آپ کے پیش نظر تھا۔ آپ نے دور اندیشی سے انجام کو سمجھ کر دعوتِ حمد آباد سے تبدیل کر کے فوانگر لے گئے۔ آپ کا خاندان تاجسر تھا۔ اور ہر قسم کی رواج کا سلوک کرتا تھا۔ آپ نے یہاں ایک بڑا مدرسہ سربلی کا قائم کیا۔ جہاں طلبہ کو طعام کا بندوبست کر کے بڑی راحت بہم پہنچائی تھی اور بلا معاوضہ ہر طالب علم کو رہنے دیتے تھے۔ تعلیم کا بڑا اچھا انتظام تھا۔ تعلیمی اسٹاف بھی بڑا اعلیٰ تھا۔ دو لاکھ سالانہ محمودی مدرسہ کا خسر ہیج تھا۔ جو اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ ۱۰۶۶ھ میں آپ سخت علیل اور حالتِ مایوسی کی ہو گئی۔ اس وقت اپنے فرزند ارجمند سیدنا عبداللطیف زکی الدین کو فرمایا لیکن شافی مطلق نے آپ کو شفا بخشی اور جلد صحت یاب ہو گئے۔ اور پھر ۱۹ سال دعوت کا کام انجام فرماتے رہے۔ ۱۰۷۹ھ میں آپ نے اپنے صاحبزادے سیدنا بدین کو مختلف ممالک میں امور دعوت کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ کے عہد میں چونکہ حاکم نے سے اطمینان کلی تھا، اس لئے اشاعتِ علوم و فنون میں صرف کثیر کر کے سعی بلیغ نے رہے۔ آپ نے جو مدرسہ اپنے وطن میں قائم فرمایا تھا، جس کا ذکر اوپر گلا۔ اس سے وہ تشنگانِ علوم و فنون دور و راز مقامات سے آکر سیراب ہوتے رہے۔ مسند دعوتِ حق افروز ہونے کے وقت اگرچہ زندگی کی ۷۵ منزلیں طے فرما چکے تھے۔ پھر بھی اس پیرانہ میں نصف ایل سے صبح تک بیدار رہ کر عبادتِ الہی میں مشغول رہتے۔ اور نماز صبحِ جد سے ظہر تک اور پھر عصر تک طلبہ کو تعلیم فرماتے رہتے۔ اور یہ دستور آپ کا عمر کے آخری لمحہ تھا۔ آپ کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ کہ اس سال کی عمر میں سات دعاۃ عظام کی جان و مال سے خدمت کی۔ ان کے اسمائے گرامی

مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سیدنا داؤد برہان الدین ابن قطب شاہ (۲) سیدنا شیخ آدم صفی الدین

(۳) سیدنا عبد الطیب زکی الدین (۴) سیدنا علی شمس الدین بمبئی (۵) سیدنا قاسم زین الدین

(۶) سیدنا قطب خان قطب الدین (۷) سیدنا پیر خان شجاع الدین۔ ان پاک دعاؤں کی

قلب سے خدمت گزاروں کا خدائے برتر کے جناب سے یہ صلہ عنایت ہوا کہ نہ صرف خود

اس رتبہ جلیلہ پر فائز کیا گیا بلکہ آپ کے خاندان سے (۸) دعا بھی اس مرتبہ علیہ و عہد

پر ممتاز کئے گئے۔ جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سیدنا عبد الطیب زکی الدین (۲) سیدنا موسیٰ کلیم الدین (۳) سیدنا ابو

نور الدین (۴) سیدنا اسمعیل بدر الدین (۵) سیدنا عبد الطیب زکی الدین (۶) سیدنا ابو

نجم الدین (۷) سیدنا عبد علی سیف الدین (۸) سیدنا محمد بدر الدین بن سیدنا سیف الدین

۸ ہجری ثانی کو ذات الجنب کے مرض سے آپ علیل ہوئے، سیدنا زکی الدین دن رات

آپ کی تیمارداری میں مشغول رہے۔ موت سے پہلے سیدی حسن ابن سینا سے آگے۔ علالت

بے حد ملول ہوئے۔ صبر کی تلقین کی اور نصیحتوں سے آگاہ کیا۔ سیدنا عبد الطیب زکی الدین

اطاعت کی وصیت کی۔ پھر ان کو وہیں رخصت کیا۔ موسیٰ کلیم الدین شہر سے باہر تک مشافعت

کئے گئے۔ ۱۵ دن کی علالت کے بعد ۲۳ ہجری ثانی ۸۵ سنہ کو اس دارِ فناء سے بلا

بقا کی طرف رحلت فرما ہوئے۔ آپ کا مزار شریف جام نگر میں مزاج خاص دعا ہے۔

بحیثیت داعی مطلق کے ۱۹ سال آٹھ ماہ پندرہ دن تک بڑے اولوالعزم ہادیوں کے طرف

کام انجام دیتے رہے۔ آپ پہلے جام نگر میں داعی ہیں۔ آپ کی عمر شریف ۹۵ برس کی تھی

آپ کے بعد جانشین بہ امر نص سیدنا عبد الطیب زکی الدین آپ کے فرزند ارجمند ہوئے۔ آپ کے

شاہجہاں عالمگیر دونوں کا عہد پایا۔ آپ کے ابتدائے عہد میں شاہزادہ مراد بخش ناظم صوبہ گجرات تھا۔

سنگھ سب عالمگیر کی تخت نشینی کے بعد سے مندرجہ ذیل ناظمان گجرات آئے۔ مرزا شاہ نواز
 ۱۰۶۹ھ، راجہ جسونت سنگھ ۱۰۶۹ھ، مہابت خان ۱۰۶۶ھ، خان جہاں ظفر
 ۱۰۸۱ھ، راجہ جسونت سنگھ بار دوم ۱۰۸۱ھ، عمدۃ الملک امین خان

واعی (۳۵) سیدنا عبد الطیب کی الدین دوم

۱۰۸۵ھ میں اپنے والد کے بعد تختِ دعوت پر رونق افروز ہوئے۔ سید الطیب آپ کا
 کی الدین لقب ہے۔ آپ کی ولادت جاگیر میں ہوئی۔ عام تعلیم کے بعد علومِ خصوصی (علم
 و حقیقت) وغیرہ اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بہت ہی نیکدل اور خدمت گزار
 تھے۔ آپ نے مختلف ممالک کا سفر کیا تھا۔ اور ہر خیال کے مومنین سے ملاقات کی تھی۔
 لئے آپ کا حوصلہ بلند خیالات و وسیع اور تجربہ کافی رکھتے تھے۔ اپنے والد کے حکم سے
 پہلے اودھے پور کا سفر کیا۔ پھر اجین تشریف لائے، رسالہ التذکرہ کے مصنف مولیٰ
 بن مولیٰ شمس خاں ہمراہ تھے۔ پھر یہاں سے خیرگون، برہانپور، حیدرآباد، بیجاپور،
 راکس بھون، اورنگ آباد جا کر پھر واپس برہانپور تشریف لائے۔ اور یہاں سے
 ، خوخرہ، سروخ، آگرہ، جہان آباد (دہلی)، تھرنگر، پھونچے۔ اور اپنے رفیقِ مولا حسن کو
 اجین فرمایا اور خود اودھے پور آئے۔ اور یہاں سے رامپورہ گئے اور مولیٰ حسن
 فرمایا۔ مولیٰ موصوف آئے۔ روانگی نگر کی خبر دی۔ مولیٰ اجین چلتے پھر سوئے مگر
 سے نہ جاسکے۔ اور حکم دے گئے کہ رمضان کے بعد دکن کا دورہ کر کے تم بھی نگر آؤ۔ چنانچہ
 کیا۔ جس سے سیدنا پیدالدین مسرور ہوئے۔ اپنا تمام آپ کے سر پر رکھ دیا۔ دعا خیر

مومنین کی استدعا پر کی، اور کتاب زہر المعانی کے تعلیم کی اجازت عطا فرمائی۔ سیدنا
 کے عہد میں درجہ فدیت کو پہنچے اور دکن کے ولایت کا فرمان دے کر واپس بنایا۔ اور
 واپس کیا۔ سیدنا زکی الدین احمد آباد تشریف لائے تھے، عالمگیری عہد تھا۔ دشمنوں نے
 سے مل کر ستانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان کو گرفتار کرنے کو سپاہی روانہ ہوئے
 یہ تھا کہ دشمنوں نے یہ خبر پہنچائی کہ دو مزار ہیں جن کا نام مکہ اور مدینہ ہے۔ اسی کا حج
 طواف کرتے ہیں۔ چنانچہ قبے حیرا گرا دیئے گئے۔ اور مومنین کو بہت پریشان کیا گیا۔ اور
 قوانین جاری کئے گئے کہ جسے کسی قسم کا اجتماع بغیر اجازت ممنوع قرار پائے۔ مگر
 خبر آپ کو لگ گئی۔ اور یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور فوراً لوٹ کر پہنچ گئے
 جہاں کے راجہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ آپ کے ساتھ جو لوگ تھے۔ وہ گرفتار کر کے اور
 بھیج دیئے گئے۔ اتفاقاً وہاں قحط پڑا۔ اور ان امیروں کی دعا سے پانی برسنا۔ ان لوگوں
 رہا کر دیا گیا۔ جام نگر میں ذی قعدہ ۱۱۱۳ھ میں وفات پائی۔ اور وہیں آپ کا مزار ہے
 اورنگ زیب عالمگیر آپ کا ہم عصر بادشاہ ہے۔ اور آپ کے عہد میں مندرجہ ذیل ناظم
 گجرات آئے۔ عمدۃ الملک امین خان ۱۰۹۳ھ مختار خان ۱۰۹۳ھ، شاہزادہ محمد اعظم
 ۱۰۹۶ھ، شجاعت خان ۱۰۹۶ھ، آپ ہی کے عہد میں سیدی خانبی پیر جی احمد
 عامل تھے۔ آپ نے تعلیم سیدی نجم خان ابن سیدنا پیر خان شجاع الدین سے حاصل
 علم، ریاضت، عبادت اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ احمد آباد کا اس وقت ناظم مختار خان
 (۱۰۹۳ھ) تھا۔ اس نے مومنین پر بڑے مظالم کئے۔ یہاں تک کہ سیدی خانبی موصوف
 صاحبزادہ کو بھی شہید کر ڈالا۔ ان کا مزار سازنگ پور کے دروازے کے سامنے جو رہن
 ہے اس کے اُس طرف ایک چوڑا ہے۔ بعد شجاعت خان ناظم صوبہ گجرات ۱۱۱۳ھ میں

اور دسے پور واپس آگئے۔ اور آٹھ سال تک وہاں رہے۔ اس عرصہ میں ایک بڑا مدرسہ
 کیا۔ ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ اور اودسے پور شہر کے باہر ایک پہاڑ کے نیچے بوسرہ
 تان کے درمیان مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ نہایت شاندار ہے۔ اس پاس کا منظر
 خوشنما اور دلفریب ہے۔ سیدنا زکی الدین ہی کے عہد میں فرقہ ہجو مینہ کے رکن کین
 خان بن حسن خان تائب ہو کر سیدنا کے زیر سایہ رہے۔ اور اس کے ساتھ اکثر لوگ
 ہوئے۔ سیدنا نصف شب تک تعلیم دیتے۔ اور پھر صبح تک یاد الہی میں مشغول رہتے
 کہ بعد فراغت عبادت و وظائف۔ ایک ساعت آرام لیتے۔ قیام احمد آباد میں آپ
 اپنے لڑکے سیدی موسیٰ کو کلیم الدین کا خطاب عطا فرما کر منصوص بنایا۔ اور اپنے دوست
 کے شیخ آدم صفی الدین کو ماسر کا رتبہ عطا فرمایا۔ یہ اس وقت اجین میں تھے۔ لوگوں
 نے خبر ہوئی تو بڑی خوشی منائی۔ سیدی صفی الدین اجین سے دورہ کے لئے نکلے تو
 بن، برہانپور، اورنگ آباد، ہردہ، بیرونخ، کھوکھوہ، سارنگ پور ہوتے ہوئے
 بھجان پور پہنچے۔ کچھ دن قیام کر کے اوجین واپس ہوئے۔ اور یہاں ایک بڑا مدرسہ
 قائم کیا۔ اور خود درس دیتے۔ قرآن پر آپ کو بڑا عبور تھا۔ اور دعویٰ تھا کہ ہر ایک چیز
 ان میں موجود ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ حلال اشیاء کو حکیم مرہٹوں کے لئے حرام کر دیتا ہے
 ان میں کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حکیم اس کی مثال موجود ہے، پھر اجین سے رامپور،
 دسے پور، داکر، کپڑونخ، گودھڑہ، بالا سور آئے۔ اور پھر ۲۷ جمادی اولیٰ ۱۰۹۳ھ
 میں برفاقت مولائی حسن جی اور ملا ابراہیم احمد آباد آ کر اپنے بزرگ باپ سیدنا زکی الدین
 سے ملے۔ دیکھ کر سیدنا بہت مسرور ہوئے۔

(۳۶) سیدنا موسیٰ کلیم الدین

موسیٰ نام، کلیم الدین خطاب بن سیدنا عبدالطیب زکی الدین بن سیدنا بدر الدین، ولادت جام نگر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علوم و فنون کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔ میں اپنے والد کے بعد بمقام جام نگر اس دعوتِ عظمیٰ کی گدی پر رونق افروز ہوئے، آپ کو آپ کے قائم کردہ مدرسہ سے بڑی دلچسپی تھی، کافی طور پر اس کی نگرانی فرماتے تھے،

طلبہ کے آرام و آسائش کا آپ کو بڑا خیال تھا چنانچہ نہ صرف طعام و قیام بلکہ قلم و سیاہی تک دعوتِ فدیہ سے عنایت فرماتے، آپ کے عہد میں تین بڑے ارکان دعوتِ پاکئے۔ مولائی خان جی بھائی، مولائی حسن جی بن شمس خان، مولائی صفی الدین، یہ تینوں مولانا آفتاب تھے، جس کی ضیاء باری سے نگر، احمد آباد، اعد سے پورا، اجین وغیرہ روز روشن کی تاباں تھے۔ آپ کا آخری عہد مصائب میں گذرا، حکام نگر سے اختلافات شروع ہوئے اور لوہیت یہاں تک پہنچی کہ آپ کے منصوص سیدی نور محمد کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا جس سے بے حد صدمہ ہوا۔ اور اسی نے آپ کی مکر توڑ دی جس کے سبب سے علیل ہو گئے اور آخر ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۲۶ھ میں وفات پانگئے اور جام نگر میں مدفون ہوئے۔

اورنگ زیب عالمگیر، اور شاہ عالم بہادر شاہ آپ کے ہم عصر تھے، شجاعت خان، محمد اعظم شاہ بار دوم ۱۱۱۳ھ، شاہزادہ بیدار بخت ۱۱۱۸ھ اور ابراہیم خاں ۱۱۱۹ھ، ان کے ناظم آپ کے عہد میں ہوئے۔ اور آپ کے آخری عہد میں غازی الدین فیروز جنگِ کابل تک حکومت کرتا رہا۔

(۳۷) سیدنا نور محمد نور الدین

نور محمد نام نور الدین خطاب بن سیدنا موسیٰ کلیم الدین۔ جام نگر میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی ہم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور تکمیل تعلیم اپنے عم محترم مولائی صغی الدین صاحب سے کی۔ پ بہت ذہین تھے۔ اپنے درجہ میں تمام ہم معرووں سے سبقت لے گئے تھے، ایک دفعہ اثنائے ہم میں ایک شخص نے سات کی فضیلت دریافت کی۔ استاد مشفق نے آپ سے جواب کی فرمائش کی پ نے نہایت خوبی سے تمثیلوں کے ساتھ بہ تفصیل فضیلت ثابت کی۔ مثلاً خدا نے سات آسمان، سات زمین، سات دن، سات ستارے پیدا کئے، آپ ﷺ میں منصوص ہوئے اور دعوتِ حق کے نظم و نسق میں مصروف ہو گئے۔ اپنے والد کے آخر عہد میں حکم حاکم قید ہوئے۔

اور تین لاکھ محمودی جسرمانہ داخل کر کے رہائی حاصل کی۔ جبکہ آپ کے والد بستر موت پر تھے۔ سات سے صرف ایک دن قبل رہائی ہوئی، والد کے انتقال پر اسی سنہ میں تخت دعوت پر رونق فرور ہوئے، آپ نگر (جام نگر) کے چوتھے داعی ہوئے،

چونکہ جام نگر کے حاکم سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا، اس لئے پایہ تخت (مرکز دعوت) "کچھ" و منتقل فرما دیا، اور اسی جگہ سے تمام امور دعوت انجام فرماتے رہے۔ آپ کے متعدد دروایتیں مشہور ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت کی خبر سیدنا شجاع الدین نے مولانا جی بن شمس خان کو قید خانہ میں دی تھی۔ آپ کو علوم و فنون سے خاص دلچسپی تھی۔ خصوصاً ادب کے طرف زیادہ مائل تھے۔ اور خوشخلی کو زیادہ پسند فرماتے تھے، مدرسہ میں جا کر خود نگرانی کرتے طلباء مدرسہ کا بڑا خیال رکھتے، طعام و قیام اور دیگر ضروریات کا آرام بہم پہنچاتے، طلبہ کے امتحان کا قاعدہ بھی آپ ہی نے جاری کیا۔ حاکم جام سے جب اختلافات زیادہ ہو گئے تو پہلے موربی چلے گئے، اور عرصہ تک وہاں

رہے، عالیشان مکانات وغیرہ تعمیر کرائے۔

۱۱۲۲ھ میں حاکم نگر مرگیا، اور اس کا لڑکا تخت نشین ہوا، نہایت اصرار سے اس نگر واپس بلایا، آپ تشریف لے گئے، بڑے دھوم سے آپ کا استقبال کیا، اور مرید با اخلاص کی آپ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ نگر میں سڑک تک مقیم رہے اور ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی۔ آپ بہت تھے، چنانچہ ایک دفعہ مجلس قرآنی کے وقت آپ کی ایک اہلیہ بیباکی سے آئیں اور دوسری طرف نکل گئیں، آپ کو اس قدر ملال ہوا کہ آخر ان کو طلاق دیدی۔ اور پھر دوسری شادی کی۔ کچھ دنوں کے بعد مانڈوی کوچہ کو منتقل ہو گئے۔ دعا اور اولیاء کے عرس پر کھانا کھلانے کا بندوبست ہی نے شروع کیا۔

۴ رجب ۱۱۳۲ھ کو آپ نے وفات پائی۔ اور مانڈوی ہی میں مدفون ہوئے، آپ اہلیہ کو اس سے بے حد صدمہ ہوا، جس سے جانبر نہ ہو سکیں چنانچہ ۵ رجب کو انتقال کر گئیں (انہیں غفر لہا) آپ کا روضہ مانڈوی بندر سے تقریباً ۱۰ میل ندی کے کنارے واقع ہے۔ چاروں طرف قدیم اور جدید مسافر خانے بنے ہوئے ہیں۔ کاٹھیا دار اور ہند کے مختلف حصوں سے بے شمار زائرین عرس کے موقع پر جمع ہو جاتے ہیں۔ جام نگر سے لوگ بادبانی کشتی کے ذریعہ وہاں جا رہے ہیں۔ بعض روزی بندر سے اسٹیمر پر سوار ہو کر کنڈلا (کچھ) اترتے ہیں۔ وہاں سے بذریعہ ریل (پایہ تخت کچھ) جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے بذریعہ موٹر جو سرکاری طور پر چلتی ہے مزار شریف تک جاتے ہیں۔ اور بمبئی والے عموماً برٹش انڈیا اسٹیمر سے وہاں جاتے ہیں۔ عرس نہایت دھوم سے منایا جاتا ہے۔ اس لئے بہت لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ درگاہ کے طرف سے سب کو کھانا ملتا ہے۔ کے صرف دو روٹے تھے۔ ایک عبدالکریم آٹھ سال کا اور دوسرا آدم تین برس کا جو ۱۱۳۲ھ میں انتقال کر گیا۔

شاہ عالم بہادر شاہ، جہاندار شاہ، اور فرخ میر بادشاہ آپ کے معاصر ہیں۔ شہامت خان
 ۱۱۲۶ھ۔ آصف الدولہ احمد خاں ۱۱۲۴ھ۔ شہامت خاں بار دوم۔ داؤد خاں پٹنی،
 ۱۱۲۶ھ۔ خان دوران ۱۱۳۳ھ تک ناظم صوبہ ہوتے رہے۔ آپ کے ہم عصر شیخ
 خاں ابن حمزہ بھٹائی ماڈون تھے، اور سوانی عبدالقادر حکیم الدین مکاہر تھے۔

(۳۸) سیدنا اسماعیل بدر الدین دوم

اسماعیل نام۔ بدر الدین خطاب، والد کا نام ملا شیخ صغریٰ الدین آدم بن داعی ازکی الدین
 بدر الدین۔ ۲۸ رذوالحجہ ۱۰۹۶ھ بمقام اودھے پور پیدا ہوئے، کچھ دنوں کے بعد آپ کی والدہ کا
 مال ہو گیا، والد آپ کے کنیل رہے، لیکن جلد ہی آپ بھی وفات پا گئے۔ اور پھر یہ دیرتیم خدا کی
 منت میں پرورش پاتا رہا۔ تعلیم و تربیت اپنے بزرگوں سے پائی ۱۱۳۳ھ میں مسند دعوت
 سرفراز فرمایا۔ عرصہ تک آپ نگر میں رہے، لیکن جب حاکم وقت سے آپ کو اذیت پہنچنے لگی
 پھر انگریزوں سے ہجرت کر کے "کچھ" چلے آئے، ایک عالی شان جامع مسجد تیار کرائی۔ اسی کے ساتھ
 مدرسہ کی بھی بنیاد رکھی جس میں دارالافتاء کا خاص خیال رکھا گیا۔ اسی طرح انبار واقع کچھ میں
 دوسری عمارتوں کے سلسلہ میں مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور رہنے کے لئے بھی متعدد عمارتیں تیار
 ہیں۔ خاص ماٹھری میں ایک مسافر خانہ اور ایک دیوان خانہ بنوایا۔

عہد ظہلی میں اطاعت داعی کا ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی سیدنا کلیم الدین نے ایک
 امتحان کے لئے کہا کہ تم اپنے باپ دادوں کی تمام کتابیں دعوت کے کتب خانہ میں داخل کر دو
 پنے اس کی تعمیل کی کہ ایک ورق اپنے پاس نہ رکھا۔ آپ ہی کے ہم عصر سیدی عبدالقادر
 حکیم الدین جو عہدہ ماڈون پر تیار تھے، بڑے متقی اور پرہیزگار شخص گزرے ہیں۔ آپ کا مزار بہار پور

میں واقع ہے۔ لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ نذر مانتے ہیں۔ کیونکہ مومنین کے نزدیک کامل کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اور اکثر کرامتوں کا بھی ظہور ہوا ہے۔ آپ ہی نے اپنی زندگی سبیل کی رسم جاری کی۔

اور اس کے لئے ۲ (دو آنہ) فی صدی کا مقامی ٹیکس جاری فرمایا۔ اس فنڈ سے اور دیگر ضروریات پوری فرماتے تھے۔ مذہبی کتب اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے، اور کتاب کے تیار ہوتے، ایک طالب علم کے لئے، دو سمراداعی کے لئے، اور تیسرا خود اپنے لئے۔ اس طرح سے سو کتب جس کے اکیس سو (۲۱۰۰) نسخے ہوئے۔ اپنے قلم سے تحریر کئے۔ آپ اوقات کی پابندی لئے مشہور تھے، چنانچہ دن رات کو اپنے کاموں میں تقسیم فرما رکھا تھا۔ مثلاً امور دینی (ما تحت داعی وقت) فیصلِ تصنایا، غسل، صلوٰۃ ایل، کتابت ایک جز کامل، وغیرہ وغیرہ، حافظ بھی تھے، سیدنا اسماعیل بدرالدین اپنی لڑکی کی شادی سے فارغ ہوئے تھے کہ سیدی کی وفات ہوئی۔ اس خبر سے آپ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے آپ کے محاسن لوگوں نے سیدی عبدالقادر کو مسجد کے صحن میں دفن کر دیا۔ بائیس دن (۲۲) کے بعد حاکم وقت کو جب معلوم ہوا تو غیصہ قانونی سمجھ کر قبر کھودنے کا حکم دیا، قدرت خدا سے لاش ابھی تک محفوظ وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کی گئی۔ سیدنا اسماعیل بدرالدین نے سیدی عبدالقادر کا اپنا مضمون بنایا تھا لیکن افسوس کہ سیدنا سے قبل ہی آپ کی وفات ہو گئی۔

سیدنا نے وداعیوں کی خدمت کی اور فیضیاب ہوتے رہے۔ سیدنا نور الدین کے آخر ہمد میں آپ کو اپنا وزیر بنایا تھا۔ آپ اکثر شب بیدار رہتے، عبادت الہی اور مطالعہ کتب کا وقت صرف فرماتے، وفات سے قبل آپ سانڈوی آئے اور وہاں سے نگر پیچھے (۱۳) تیرہ سال کے بعد سات محرم ۱۱۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور اسی جگہ مدفون ہوئے۔

صبح کے وقت قرآن کا دور ہمیشہ ہوا کرتا تھا، مرض الموت کے وقت کچھ دن خلفشار کے بندر ہا۔ آپ کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ امام زماں دوسرے چار ہمراہیوں کے ساتھ عراقی بے پر سوار دروازے پر تشریف لائے، جب اندر آنے کی التجا کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا، اور قرآن بند ہونے کی وجہ دریافت کی۔ بیداری کے بعد سیدنا سے اس خواب کو بیان فرمایا۔ قرآن پڑھنے اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد قرآن خوانی کا حکم فرمایا جو آج تک جاری ہے۔ سیدنا کو آخری عمر میں یاس کے بعد دو فرزند عطا کئے جو وفات کے وقت چھوٹی تھے۔

سیدنا کے عہد میں ہجو میہ فرقہ کا شیخ داعی لطیف بھائی بن حیدر بھائی تائب ہو کر حدیث پر فائز ہوا۔ باوا ملا خان جو سیدی عبدالقادر حکیم الدین کے والد ہیں، بڑے صاحب تقویٰ صاحب کرامات اور ممتاز خاندان کے ممبر تھے، آپ کے صاحبزادے سیدی عبدالقادر حکیم الدین، اور سیدنا ابراہیم وجہیہ الدین، اور پوتے ہتم الدالمویدی الدین منصوص ہوئے۔ باوا صاحب زاہد اور متقی تھے، سایہ کے طرف ہمیشہ آپ کی نگاہ رہتی۔ تاکہ نماز کا کوئی وقت فوت نہ ہونے لے، آپ غریبوں اور بیکسوں کی ہمیشہ امداد فرماتے، اور اسی کام کے لئے ایک گھوڑا محلہ میں آپ باندھ رکھا تھا۔ اور دانہ چارے کی فکر رکھتے تھے، آپ کے طرف سے عام اجازت تھی کہ جس کو رات ہو لے جائے اور کام ختم ہو جانے پر اسی جگہ باندھ دے۔

آپ کا روضہ رام پورہ میں (جو علاقہ ہلکریں ہے)، گروٹھ اسٹیشن سے قریباً پانچ میل دو گروٹھ ریاست ہلکری کے ضلع کا صدر مقام ہے۔ اور ناگدا، شھرا، لائن کا اسٹیشن ہے۔ اس سے رام پورہ جانے کے لئے موٹریں اسٹیشن پر ملتی ہیں۔

فرخ سیر بادشاہ کا آخری عہد، رفیع الدرجات، رفیع الدولہ اور محمد شاہ بادشاہ

دہلی، سیدنا اسماعیل بدرالدین دوم کے معاصر ہیں۔ اجیت سنگھ ۱۱۳۱ھ، حیدر علی خان
نظام الملک فتح جنگ ۱۱۳۵ھ سے ۱۱۳۶ھ تک، مبارز الملک ۱۱۴۲ھ، مہاراجہ اچھے
۱۱۴۹ھ، اور مومن خان ۱۱۴۹ھ ابتداءی عہد، گجرات کے ناظم آپس کے عہد میں ہوئے۔

(۳۹) سیدنا ابراہیم وجہیہ الدین

آپ کا اسم گرامی ابراہیم وجہیہ الدین خطاب، والد کا نام عبدالقادر حکیم الدین اور
کاملاً با داخان۔ آپ کا اصلی وطن رام پورہ ہے، مگر اجین میں اقامت رکھتے تھے اور
دارالذخوت بنایا، جو ۱۱۹۳ھ تک مرکز دعوت رہا۔ ۲۲ ربیع الاول
۱۱۹۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد سے عام تعلیم حاصل کی۔ پھر سیدنا بدرالدین کی خدمت
میں حاضر ہو کر تکمیل علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہوئے۔

۱۱۵۰ھ میں سند دعوت پر رونق افروز ہوئے، آپ بہت صاف ستھرے
اور پاکیزہ رہتے۔ صفائی کا بڑا خیال رہتا۔ دنیا کو حقیقتاً ایک خواب یا سفر خانہ سمجھتے
تھے۔ ہمیشہ چشم تڑپتے، گریہ کا آپ پر ہم عالم ہوتا کہ روتے روتے آپ کی ریش مبارک
ہو جاتی، اور جب کبھی آپ پر مستشرقی حالت طاری ہوتی تو آپ کو خود اپنی بھی خبر نہ رہتی۔ اولاً
اکثر زیارت فرماتے، سفر زیادہ کرتے، اور لوگوں کو ہدایت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جا
نہ دیتے۔ آپ کا قول ہے کہ جو مسجد میں آئے اور خاموش نہ بیٹھے، لوگوں سے ملے اور
نہ کرے، مومنین کی دعوت کو رد کر دے، اور مومنین کو تکلیف پہنچائے وہ میری دعوت سے
باہر ہے۔ آپ بہت تھوڑی غذا نوش فرماتے اور عبادت زیادہ کرتے،

۱۱۶۰ھ میں جبکہ آپ اجین میں مقیم تھے، قحط ہو گیا تمام مسلمان نماز استسقا۔

میدان میں گئے، لیکن آپ تشریف نہ لے گئے، اس پر لوگوں نے حیرت شروع کیا، راجہ کو جب معلوم ہوا کہ اس عداوت کی کہ آپ بھی دعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ صبح ہمراہیوں کے ندی کے کنارے تشریف لے گئے، وضو کیا اور دو رکعت نماز نفل ادا کی، پھر سجدہ میں طہرے سے ٹھہر کر رہے۔ اس کے بعد خزانے رحمت بھیجی، اور تڑکپڑوں کے ساتھ لوگ گھر پہنچے۔

اُجین کے راجہ نے جب آپ کو پریشان کرنا شروع کیا تو اپنے صاحبزادہ مولانا المرید شہزادہ سے برہانپور چلے گئے، جہاں کے مسلمانوں نے بڑا شاندار استقبال کیا۔ آپ ہر صبح مجلس میں تلاوت قرآن فرماتے، پھر اپنے والد سیدی حکیم الدین کے مقبرہ پر جا کر فاتحہ پڑھتے۔ جو آپ ہی کے عہد میں بڑا عالی شان تیار ہوا تھا۔ آپ ہر شخص کی دعوت قبول فرما کر اس کے تشریف لے جاتے اگرچہ وہ بہت ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ ۲۶ رجب ۱۱۵۵ھ میں اُجین واپس آئے لاکر بڑی دھوم سے سیدنا بدر الدین کے لڑکوں کی شادی کر دی، اس کے بعد ہی آپ تخیل ہو گئے، حالتِ یاس ہو گئی۔ تین دن آپ پر ہیوشی رہی۔ اور اسی میں اکثر دردِ پیلام ہا کرتے، جب ہوش آیا تو لوگوں نے منصوعس کے متعلق دریافت کیا، آپ نے اپنے صاحبزادہ بہتہ اللہ الہیدی فی الدین کے طرف اشارہ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد اللہ نے تندرستی عطا فرمائی۔ ماہ ذوالحجہ میں عید غدیر کے دن وعظ کے بعد آپ نے نصِ حلی فرمایا، مولانا بہتہ اللہ نے ۲۵ شرفی اور پچیس ہزار روپے نذر کے طور پر پیش کیا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے ہولی پور کی مسجد تیار کرائی۔ آپ کو مسجد کے عشق تھا۔ اکثر اوقات مسجد میں تشریف رکھتے، اور کلام کرنے سے لوگوں کو منع فرماتے،

۱۳ جمادی الآخر ۱۱۵۹ھ میں آپ اپنے دادا ملا خان کی قبر کی زیارت کے لئے اسلام پورہ (رام پورہ) تشریف لے گئے، چند ماہ قیام فرمایا، اور ایک جدید محلہ کی بنیاد رکھی،

ساتھ، ستر گھر آباد کر کے "ابراہیم پورہ" نام تجویز فرمایا۔ اسی کے ساتھ ایک عالیشان بھی تیار فرمائی۔

۱۲ صفر ۱۱۶۰ھ میں وہاں سے اجین تشریف لائے، آخر عمر میں افراط گریہ بصارت میں لگی واقع ہو گئی تھی۔ انھیں دنوں شام اور صبح سے خبر آئی کہ بعض لوگوں نے امام کا دعویٰ کیا ہے، اور کچھ کرامات بھی دکھاتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے لوگوں کو تسلی خطوط بھیجے، جس کے جوابات بھی شافی آئے، اور عام مومنین اس فتنے سے محفوظ رہے۔

۱۳ محرم ۱۱۶۸ھ کو آپ کی وفات ہوئی، اور اجین ہی میں مدفون ہوئے، اس قبری کے حساب سے آپ کی عمر شریف اٹھاون برس کی تھی۔ اور اٹھارہ برس رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ کا روضہ اجین (مالوہ ریاست گوالیار) کے محلہ نواپورہ میں واقع ہے اس روضہ میں متعدد داعی آرام فرماتے ہیں۔ (۱) سیدنا ابراہیم وجہیہ الدین

۱۱۶۸ھ (۲) سیدنا بہتہ الدالمویدی فی الدین متوفی ۱۱۹۳ھ (۳) سیدنا عبدالقادر نجم الدین ابن سیدنا زین الدین متوفی ۱۳۰۲ھ اس کے علاوہ متعدد دعاۃ کے فرزند بھی مدفون ہیں، جن میں شہر الدین بھائی صاحب جو صاحب تصنیف تھے،

یہ روضہ اجین کے رئیس اعظم سیٹھ نذر علی کے زمانہ سے اس کی تعمیر شروع ہوئی، یہ قدیم روضہ شکستہ ہو رہا تھا۔ روضہ ازسرتا پاجسم سنگ مرمر ہے، اور جاجا سنگ سلیمان سے کتبہ کندہ ہے، اور اکثر بیل بوٹوں کی اسی طرح پچی کاری کی گئی ہے، روضہ نہایت بلند اور شاندار ہے۔ سیٹھ نذر علی کے انتقال پر ان کے لائق فرزند سیٹھ لقمان جی کے ہاتھوں اسی تعمیر ہوئی اور اپنے بزرگ باپ کی تمنا پوری کر کے سرمایہ ثواب آخرت حاصل کیا، (جزاک اللہ فی الدارین خیراً) اس کے ارد گرد اعلیٰ درجہ کا مسافر خانہ تعمیر کر دیا گیا ہے جس سے

نازیں کو بے حد آرام ہے۔

آپ کا ہم عصر بادشاہ محمد شاہ ہے۔ مومن خاں ۱۱۵۶ھ، مفتخر خاں ۱۱۵۷ھ
ولہ ۱۱۶۱ھ تک ناظم صوبہ گجرات کے آپ کے عہد میں ہوئے۔

(۴۰) سیدنا ہبیب اللہ المویذی الدین

آپ کا نام ہبیب اللہ، خطاب المویذی الدین، ۱۶ ربیع الاول ۱۱۲۵ھ میں آپ کی
تہ بنی تکمیل تعلیم غالباً اپنے والد ماجد سے کی۔ ۱۱۶۵ھ میں دعوت کے مسند پر رونق افزو
ے، آپ کا اخلاقی اثر اس قدر بلند تھا کہ مہاراجہ سندھیا اور ہلکے کے ساتھ مساویانہ ملاقاتیں
تھے، مہاراجہ نے اجین اور رام پورہ میں مختلف قطععات زمین عطا کئے۔ اس کے علاوہ جماعت
دیوبندوں کو اور خصوصاً سیدنا موصوف کو معاشرتی اور سول حقوق عطا کئے۔ دیوانی اور فوجداری
مدد ان ریاستوں میں جماعت کے کسی فرد پر بغیر آپ کی اجازت کے چل نہیں سکتا تھا۔ ان کے
اس میں دیوبندوں کے سوا دوسرا کوئی غیر آدمی ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کا
ان تامل پتیر اور کاغذ پر ابھی تک موجود ہے۔ مہاراجہ سندھیا نے پالکی اور مورچل عطا کئے، اور
امراء کی طرح آپ بھی استعمال کر سکتے تھے، آپ نے دہلی کے شہنشاہ "شاہ عالم" کو بھی تحفہ بھیجا،
اس کے جواب میں رسید خط کے ساتھ خلعت سے سرفراز کئے گئے۔ جواب خط میں سرنامہ پر سید
اہر، اعظم، معزز وغیرہ جیسے القاب سے یاد کیا گیا۔ اس کے علاوہ شہنشاہ نے بھی تحفے اور حقوق
عطا کئے، یہ سرنامہ آج تک محفوظ ہے، اجین کے نائب ملا کو قاضی القضاة کا عہدہ بھی دیا
یا۔ اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا تھا لیکن چند دنوں سے سیاسی وجوہ کے بنا پر اس حق سے
بست برداری کر لی ہے۔ سورت گورنمنٹ کے دفتر میں اصل فرمان موجود ہے، جو شاہ عالم کے

طرف سے صادر ہوا تھا۔ ۱۱۵۶ھ میں عیسیٰ کی گورنمنٹ نے بھی آپ کو امرام میں شامل کیا اور
کے حقوق تسلیم کرتے۔

۱۱۵۷ھ میں آپ اسلام پورہ میں تھے کہ ہمیشہ کی علالت معلوم کر کے رات کے وقت
نکل پڑے، اُجین کے قریب وفات کی خبر ملی۔ بے حد غمگین ہوئے، کچھ دنوں کے بعد اسی طر
پوشیدہ طور پر رات کو واپس آگئے۔ بات یہ تھی کہ اُجین کے حاکم رام راؤ سے اور سیدنا کے
سیدی خان بھائی سے کسی معاملہ میں بخش ہو گئی تھی اور مومنین نے ہڑتال کر رکھی تھی۔ چھ ماہ بعد
مذکور نے معافی مانگی، سیدنا بھی اُجین پہنچے، حاکم نے استقبال کیا۔ کچھ دنوں کے بعد سیدنا
اور وہاں سے اورنگ آباد پھر لوہنے، اور وہاں سے ۱۱۵۶ھ میں سورت پہنچے۔ یہاں آپ نے کچھ
قیام فرمایا، وہاں کا ہائی کمشنر مسٹر پرینز ایک سنجیدہ آدمی تھا، سیدنا کے ساتھ بڑے خلوص
سے پیش آتا۔ اکثر امور سیاسی میں آپ سے مشورہ لیتا، جب مسٹر موصوف کا تبادلہ ہو گیا اور
میں مسٹر جارج آئے، تو چونکہ سیدنا مسٹر پرینز کے معتقد علیہ تھے، بدیں وجہ کچھ حامد پیدا ہو گئے،
ان حامدوں نے غلط بیانی کر کے جدید حاکم مسٹر جارج کو آپ کا دشمن بنا دیا۔ اور وہ تاک میں رہے
ایک دن عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تھے کہ اچانک سپاہیوں نے آکر گرفتار کر لیا، ملا موسیٰ امر
بھی ساتھ تھے، سپاہی نواب سورت کے مکان پر لے گئے، اور دو دن نظر بند رکھنے کے بعد ایک
لاکھ روپے کی ضمانت پر آپ کو رہا کر دیا۔ آپ نے ایک ماہ تک جعفر بھائی ابن محمد بھائی کے مکان
پر قیام فرمایا۔

۲۲ / محرم ۱۱۵۷ھ کو مخفی طور پر سورت سے روانہ ہو کر بیلی مہرہ (بلی مورہ) پہنچے اور
کو جب خبر ہوئی تو گرفتاری کے لئے آدمی روانہ کئے مگر ناکام واپس آئے، بیلی مہرہ کے حاکم
آپ کا استقبال کیا۔ اور بڑی عزت سے آپ کو رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد بوقت روانگی آپ

نے لئے کچھ ہدیہ بھیجا، جس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ پھر تمام ہدیہ ساتھ لے کر سیدنا کی خدمت میں
 ہوا، اور عرض کیا کہ ہم کو ان چیزوں کی حاجت نہیں۔ میں تو فقط آپ جیسے بزرگوں سے دعا کا
 منتگاہ ہوں۔ چنانچہ سیدنا اس کے لئے دعا کی، اور واپس شدہ ہدیہ خیرات کر دیئے۔

۲۲ صفر ۱۱۰۰ھ کو وہاں سے کوچ کیا، اور سون گڑھ میں مقیم ہوئے، کریم بھائی ابن ملاخان
 اور خان جی ابن جھگری جیسے ارکان قوم اطراف سے حاضر خدمت ہو کر دو لاکھ روپے نذر کئے،
 نیا و فاداری کا یقین دلایا۔ سیدنا نے شکریہ کے ساتھ واپس کیا، اور کہا کہ بوقت ضرورت تم
 سے لیتا ہوں، مگر اس وقت بالکل حاجت مند نہیں ہوں۔ سب کو عزت کے ساتھ واپسی کی
 تادی اور خود تین ماہ چودہ دن سون گڑھ میں مقیم رہے۔ اسی جگہ بھائی صاحب قمر الدین پیدا ہوئے
 کی خوشی میں متعدد لوگوں کے رُتبے میں اضافہ ہوا۔ پھر برہانپور کے راستے سے اجین کی طرف
 ہوئے، ۲۲ رمضان ۱۱۰۰ھ کو اجین پہنچے، اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

سیدنا شجاع الدین کے عہد میں ایک شخص اسلام پورہ (رام پورہ) کے رہنے والے ملا
 خان تھے، جو اپنے وقت کے بہترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے لڑکے ملا حبیب اللہ
 اپنے باپ کے صحیح خلف ثابت ہوئے۔ ان کے بعد آپ کے لڑکے شیخ لقمان جی تو بہت ہی
 فرد و معروف آدمی ہوئے۔ آپ کا علم، تقویٰ، فضل، اخلاق بے مثال اور قابل تقلید تھا، ہزار ہا
 رد اور تلامذہ آپ کے پیدا ہوئے، انھیں میں سے ایک شخص اسماعیل بن عبدالرسول تھے، اور ان
 کا لقب تلامذہ تھا۔ ملا اسماعیل کو حدیث کا درجہ مل چکا تھا، ان دونوں نے دعویٰ کیا کہ امام زماں
 میری ملاقات ہوئی۔ داعی بلاغ عبداللہ بن حارث نے امام کے طرف سے آکر مجھے عالم کی ہدایت
 لئے داعی بنایا ہے۔ اور اس مسئلہ پر ایک رسالہ بھی لکھ ڈالا۔ یہ خبر سیدنا کو ملی۔ اور عوام کو معلوم
 کرنے سے شورش کا اندیشہ ہوا۔ تو نائب ہو کر سیدنا الموبیدی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے

بھی فراخ دلی سے معاف کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد رات کو خاموشی سے باپ اور بیٹیا دونوں بھاگ گئے۔ اور لونا داڑھا لونا داڑھا کے مومنوں نے حاکم سے جا کر کہہ دیا کہ اُجین کے چور میرے محلہ میں آکر ٹہرے ہیں۔ ورنہ بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ اس نے پکڑ کر قید کر دیا۔ ملا اسماعیل کا مازون لالہ نامی ایک شخص کی خبر پہنچی جو اُجین سے اسلام پورہ اور وہاں سے چل کر چانپا نیر میں عبدالنبی کے یہاں مقیم عبدالنبی کی سفارش سے حاکم نے ان کو رہا کر دیا۔ اور عبدالنبی نے بڑے احترام اور عزت سے اپنا ہمان بنایا۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالنبی نے خواب میں دیکھا جس میں اس کو اسماعیل سے ملنے کی ہدایت تھی۔ بیدار ہو کر ان سب کو مقید کیا۔ اور نوکر کو حکم دیا کہ جنگل میں لے جا کر ان کو قتل کر ڈالو۔ ملا اسماعیل نے نہایت عاجزی سے کہا کہ قتل سے کیا فائدہ بہتر یہ ہے کہ ہم کو سزا پس لے چلو پھر جیسا کہ سیدنا کا حکم۔ اس رائے کو پسند کر کے عبدالنبی نے سب کو سیدنا کے پہنچا دیا۔ سیدنا نے سب کو قید سے رہائی دی، اور تجدید میثاق کر کے امن سے رہنے کی ہدایت دی۔ کچھ دنوں کے بعد پھر ان سے ایسے افعال سرزد ہوئے، کہ جس سے مومنین نے تنگ آکر ان کو قتل کی اجازت مانگی، مگر سیدنا نے نہ دی۔ عوام موقع کے منتظر رہے، یہاں تک کہ ایک دن پیم دونوں کہیں باہر نکل آئے۔ لوگوں نے دیکھ پایا۔ دونوں کی خوب مرمت کی۔ ملا اسماعیل کے ہاتھ بکھے، مگر سیدنا کی ناک کسی نے کاٹ لی۔ سیدنا کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو ناخوش ہوا گیا۔ اور ان دونوں کو بلا کر ان کے کھانے اور پینے کا پورا بندوبست کیا۔ اور سیدنا کی ناک کا کھارہ کر دیا، یہاں تک کہ تندرست ہو گئے۔

ایک رات موقع دیکھ کر یہ لوگ محمد پور بھاگ گئے۔ اور وہاں کے حاکم نے ان دونوں کو پناہ دی۔ جس سے ان دونوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ تمام بیرونی محاصرے

ہو گئے۔ ملا اسماعیل نے ایک رسالہ الوعیه فی ماجری من نادر القضیہ، تحریر کیا
 میں تفصیل سے امام کی ملاقات اور داعی البلاغ پر فائز ہونے کے حالات بیان کئے۔ انہیں
 شیخ علی بن سعید یمنی اور ہبیبہ الدین ولی محمد نے ملا اسماعیل اور ان کے لڑکے ہبیبہ الدین
 یف اور توصیف میں دور سائے لکھے۔ ملا اسماعیل اور ہبیبہ الدین فی الدین کو داعی تسلیم کرتے
 ، لیکن آخر میں انکار کر دیا اور اسی طریق پر ان کے مقلدین رہے یہاں تک کہ سیدنا زین الدین
 عہد میں اس فرقہ کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۵ شوال ۱۱۴۸ھ میں سیدنا الموید اُجین سے اودے پور، وہاں سے رٹلام، اور پھر
 سلاز، مندثور، پرتاب گڑھ ہوتے ہوئے اودے پور واپس تشریف لائے، اور سات ماہ
 ہم رہ کر ۲۶ رجب ۱۱۴۹ھ اُجین پہنچے۔ اور اپنے ماذون خان بھائی صاحب کو شاہجہان پور
 بردنچ، وغیرہ گاؤں میں بغرض اصلاح ذہدایت روانہ فرمایا۔ اور خود اپنے وطن اسلام پورہ کی
 ف، ۲۷ شوال ۱۱۴۸ھ میں پہنچے۔ اسی جگہ آپ کے مکا سر عبد موسیٰ کلیم الدین ابن سیدنا اسماعیل
 والدین کے وفات کی خبر ملی۔ نہایت مغموم ہوئے، لیکن جب آپ کے ماذون خان بھائی
 صاحب اسلام پورہ آئے تو آپ کو تسکین ہوئی۔ انہیں دنوں آپ نے اپنے لڑکے بھائی صاحب
 والدین کا ختنہ کرایا جس میں بہت تکلف سے کھانا کھلایا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد ۱۲ ذوالحجہ ۱۱۴۸ھ
 مندثور روانہ ہوئے۔ پھر کھاج روڈ آئے، بعدہ پٹلا دگئے، اس کے چھ مچھرہ اخیر گوں ہوتے
 ہوئے (۹ صفر ۱۱۴۹ھ) برہان پور میں قدم رنجہ فرمایا۔ یہاں چھ ماہ قیام فرمایا، خرابادی بازار
 میں زمین خرید کر ایک حویلی تعمیر کرائی۔ اور برہان پور کی ندی کے متصل ایک بے نظیر
 باغ تیار کرایا۔ اسی جگہ بانی صاحبہ الدرکھی پیدا ہوئیں۔ ۲۰ شوال کو یہاں سے روانہ ہو کر
 یکم رمضان المبارک ۱۱۴۹ھ آوزنگ آباد پہنچے، اور تمام ماہ قیام فرمایا، شہر کا حاکم مہراب جنگ

جنگ تھا۔ آپ کے حالات بتور دیکھتا رہا، اور بالآخر اس کی نیت بگڑی، آپ کو گرفتار
 چاہا، لیکن خبر لگتے ہی سیدنا ۱۲ شوال کو دولت آباد روانہ ہو گئے، وہاں کے قلعہ دار
 عزت کی۔ حاکم نے ایک قطعہ زمین نذر کیا، جہاں آپ نے ایک محلہ آباد فرمایا، یہاں دو کھانوں
 کے علاوہ ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی، اس جگہ دو ماہ آپ مقیم رہے، سہراب جنگ
 اس کی خبر لگی تو بہت ہیچ و تاب کھایا، آخر دولت آباد کے حاکم کو لکھا کہ سیدنا کو گرفتار
 مگر اس نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انہیں دنوں سہراب جنگ کا لڑکا بہت علیل ہو گیا،
 عاجز آگئے، زخم پر زخم پشت پر نکلتا تھا۔ (غالباً سلطان تھا) غفلت کے بعد جب ہوش
 باپ سے کہا کہ مجھے ایک شخص نظر آیا جو یہ کہتا تھا کہ تم نے سیدنا کے ساتھ جو بد سلوکی کی ہے
 یہ نتیجہ ہے۔ سہراب جنگ نے ایک معذرت نامہ تحفہ اور ہدایا کے ساتھ ایک آدمی
 معرفت ارسال کیا اور اورنگ آباد طلب کیا۔ آپ متردّد تھے کہ سہراب جنگ خود پہنچا،
 لجاجت سے استدعا کی کہ غریب خانہ کو رونق بخشیں، آپ نے قبول فرمایا، اور بڑی شان
 شہر میں آپ کا داخلہ ہوا، ایک پیالہ پانی کا منگوا کر اس لڑکے کو پلا دیا، اور چند قطرے
 ناسور پر بھی ڈلے، اس طرح تیسرے دن اللہ نے لڑکے کو شفا بخشا۔ اور اس قابل
 کہ اپنے باپ کے ساتھ سیدنا کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ اس کا تمام سہرا
 پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ اور ہر شخص سیدنا کی عزت کرنے لگا۔ آپ اسی جگہ مقیم تھے کہ اُجین سے
 آنے لگے۔ کہ یہاں فسادِ عظیم برپا ہو گیا ہے۔ اس لئے جلد تشریف لائیے۔ چنانچہ ۱۲
 ۱۱۷۹ھ کو دون گاؤں، پہنچ کر مولائی نور الدین کے قبر کی زیارت کی۔ وہاں سے راکس
 کے راستہ شاہ گڑھ ہو کر جالندہ آئے۔ ۲۲ محرم ۱۱۸۰ھ برہان پور پہنچے۔ ۲۲ محرم کو روانہ
 ۲۲ صفر ۱۱۸۰ھ اُجین آئے، آپ کے پہنچنے کی ہر طرح سے امن و امان ہو گیا۔ ۱۶ ربیع

۷۷ دھوم سے آپ کی سالگرہ منائی گئی۔ اور مستحقین کو درجہ حدیث عطا ہوا۔ جس کا اعلان ۲۷ رجب
 ۱۱۸۵ھ میں کیا گیا۔ ماہ شوال میں اپنے صاحبزادوں کی بڑے دھوم سے شادی کی۔ خان بھائی صاحب
 آپ کے برادر حقیقی بھی تھے، اور مازون بھی، آپ کے حکم سے اندور گئے، ایک ماہ چار دن ہوئے
 ۱۲ شوال ۱۱۸۵ھ میں آپ پر فاج کا حملہ ہوا۔ پالکی میں سوار کر کے لئے آرہے تھے کہ وفات ہو گئی
 سیدنا کو بے انتہار رنج ہوا۔ گویا مکر ٹوٹ گئی۔ سیدنا نے جب سے سورت کا قیام ترک کیا لوگ
 سے ملنے کے بے حد مشتاق تھے۔ برابر خطوط اور عرضیاں آرہی تھیں۔ اس لئے آپ نے سورت
 مامل شیخ فاضل شاہ ایک کو تحریر فرمایا کہ بھئی جا کر گورنر سے ملو، اور سورت کے ہائی کمشنر سے
 رے لئے سفارش کراؤ۔ اور کونسل کی مہربی کے لئے بھی کوشش کرو۔ چنانچہ گورنر سے ملنے پر تمام
 ایلات طے ہو گئے۔ گورنر نے سورت کے کمشنر کو آپ سے بہتر سلوک کرنے کا آرڈر دیا۔ اور آپ کا
 ہم ادل نمبر کے سرداروں میں لکھ لیا گیا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو یکم ربیع الثانی ۱۱۸۶ھ
 سورت تشریف لائے، اور باطمینان قیام فرمایا۔ ماہ رمضان میں بھائی صاحب شمس الدین بن
 مان بھائی مرحوم مازون سابق کو بھئی کا عامل بنایا۔ نور بھائی بن موسیٰ جی کو جو فرزند علیہ کے مکامر
 تھے، اور آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے، حدیث کے مرتبہ پر پہنچایا۔

۶ شوال ۱۱۸۶ھ کو سورت سے گھوگھ ہو کر بھاؤنگر پہنچے۔ اور اسی جاگہ ذوالحجہ کو بھائی صاحب

عبد اللطیف مازون الحال کے ساتھ نوانگر میں آئے، پھر وہاں سے سوربی، دانکانیر وغیرہ کا سفر
 فرما کر واپس نگر تشریف لائے، کچھ عرصہ کے بعد مانڈوی تشریف لے گئے اور کچھ کی تمام زیارتوں
 سے فارغ ہو کر نوانگر واپس آئے، پھر نگر سے بھاؤنگر، گھوگھ، بھروچ، دودھ آئے، ۲۷ محرم ۱۱۹۰ھ
 میں بمقام اجین پہنچ گئے۔ اجین میں مودی کے سپاہیوں سے بعض بوسروں کی تکرار ہوئی اور
 پھر فساد تک نوبت پہنچی۔ آپ کے حکم سے تمام دوکانیں بند ہو گئیں، اور مکمل ہڑتال ہو گیا۔ سیدنا

نے بھائی صاحب اسماعیل کو مہا ماجہ سندھیا کے پاس بھیجا، اس نے تحقیقات کر کے سپاہیوں
 کافی سزا دی۔ لوگوں نے بھی ہڑتال ختم کی۔ ۶ شوال ۱۱۹۱ھ میں اُجین سے اسلام پورہ آئے
 عبدالکریم بن ملا خان جی بھائی کے بچوں کی شادی میں شرکت فرمائی۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۱۹۱ھ
 اُجین واپس آئے، اور یکم جمادی الثانی کو روانہ ہو کر برہان پور تشریف لے گئے، اور وہاں
 آکر اسلام پورہ کے ایک باغ میں کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ یکایک درد شکم
 حال میں گھر آئے، تین دن علیل رہے۔ پھر صحت غسل فرما کر جشن صحت برپا کیا۔ شکرانہ
 لوگوں کو حدیثہ کا مرتبہ عنایت ہوا۔ ماذون، مکابہ، راس الحدود کے علاوہ سترہ
 حدیثہ کے مرتبہ پر آپ کے عہد میں موجود تھے۔

آپ نے دورہ کا پھر ارادہ فرمایا۔ اور پردھا، کھیری، جاٹ، پنج، اسلام پورہ
 گنگر، اور پھر ۲۱ ذوالحجہ کو اُجین پہنچے۔ یہاں سردی شروع جانے کے لئے سوار ہوئے، ۲۲
 شہر سے باہر نکلے کہ شکم میں درد کا اس قدر سخت دورہ ہوا کہ واپس آگئے۔ پانچ دن تک
 بے ہوش رہے۔ ۶ محرم کو حالت مایوس کن ہو گئی۔ تو نص کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا
 عبدالطیب بن سیدنا بدرالدین کا نام آپ نے لیا۔ سیدی عبدالطیب بھی نگر سے پہنچ گئے
 کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے باقی اولاد کے شادی کا عزم فرمایا، لوگوں نے عرض کیا کہ صحت
 صحت یاب ہونے کے بعد مناسب ہوگی۔ سیدنا نے فرمایا کہ مملوک آل محمد شادی کے بعد
 رخصت ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے سب کی شادی کر دی۔ تمام مہمان اور عمال کو شاہانہ
 کے ساتھ رخصت فرمایا۔ یکم جمادی الثانی کو ملا داؤد بھائی بن محمد حسن نے اپنے برادر
 کا ختنہ کرایا، اور ولیمہ میں شرکت کے لئے آپ کو مدعو کیا۔ آپ نے علالت کا عذر فرمایا۔
 کو افسوس ہوا۔ تو سیدنا ان کے دل رکھنے کے لئے پالکی پر سوار ہو کر چلے، راستہ میں

کا دورہ ہوا، یہاں تک کہ ملا صاحب کے مکان پر پہنچ کر ضعف سے اتر نہ سکے، تھاں
 ایک نغمہ تبرک کے طور پر پوش فرما کر واپس آئے، دو ماہ تک آپ علیل رہے۔ حکیم شعبان
 بمقام اُجین وفات پا گئے۔ آپ کے تجہیز کے والی شیخ فاضل عابد ہوئے۔ اور نماز
 الی شیخ فاضل یوسف بھائی تھے۔ آپ کا مزار اُجین ہی میں مزح خلّاق ہے۔

آپ کے پاکیزہ اخلاق میں جود و کرم، صبر و تحمل، عفت و دیانت، خصوصیت سے
 تھیں۔ ہر جمعہ کو مجلس و خط منعقد فرماتے تھے اور مسائل فقہ خصوصاً زیادہ بیان فرماتے
 و ام اس سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ اور چونکہ آپ قدرتاً فصیح اللسان تھے، اس لئے آپ
 لفظ پر تاثیر ہوتا، آپ کے چہرہ سے وقار نمایاں تھا، سیر و تقریح کے لئے ہمیشہ تنہا نکلتے۔
 اُجین میں تشریف لائے، تو ایک بازار، ایک عالی شان مسجد، اور ایک بارغ تیار کرایا، تقریباً
 ۲۶ برس مومنین کی ہدایت میں مشغول رہے۔

سیدنا کے وقت کا ایک تاریخی واقعہ قابل تحریر ہے، محمد شاہ (۱۱۳۱ھ - ۱۱۶۱ھ)
 وقت میں مرکزی حکومت (دہلی) میں اس قدر ضعف آگیا تھا کہ اس کے سبب سے تقریباً تمام
 بے خود مختار ہو گئے۔ ناظم گجرات کے ماتحت نائب کی حیثیت سے تیغ بخت خان سورت کا
 صدری تھا۔ اس نے بی فرمانبرداری کا جوا اتار پھینکا، اس کے مرنے پر اس کا بھائی محمد صدر
 سورت کا حاکم مظاہر العنان بنا۔ اس زمانہ میں سید معین الدین عرف اچھن، اور سید غیاث الدین
 عرف چھین، دو برادر تھے۔ سورت پر حملہ آور ہوئے مگر شکست کھا کر پاپا ہوئے۔ چھین صاحب
 نے تو شماری سے خود کشی کر لی۔ اور سید اچھن نے دوبارہ حملہ کیا، اور بد قسمتی سے پھر شکست کھائی
 اب سید صاحب نے دوسری تدبیر کی، یعنی مرٹوں کے نائب ملہاراؤ کے لشکر کے ذریعہ سورت
 پر قابض ہو گئے، لیکن خود ملہاراؤ کو جبکہ اس کی فوج سورت کو لوٹ رہی تھی، کسی نے اس کا کام

تمام کر دیا۔ اب سید اچھن صاحب سورت کے حاکم تھے۔ مگر بد قسمتی سے سوانے میں
جو انگلش کمپنی کے نیچر تھے کوئی ان سے راہمی نہ تھا۔ خوش قسمتی سے حافظ مسعود ایک
آدی سورت میں موجود تھے، سید صاحب کو ان سے بڑا خطرہ تھا۔ اور آخر کو یہ خطرہ صحیح
ہوا۔ یعنی وہاں کے سب لوگوں نے ان سے مشورہ کر کے صفدر محمد خاں کو جو سندھ چلا گیا
ہلا لیا۔ مجبوراً سیادت مآب جناب سید معین الدین عرف اچھن صاحب کو سورت
پونہ جانا پڑا۔ اس وقت محمد شاہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ۱۱۶۱ھ میں احمد شاہ تخت نشین
برس کے بعد ۱۱۶۶ھ میں احمد شاہ کی جگہ عزالدین عالمگیر ثانی کو غازی الدین عماما الملک
تخت نشین کیا۔ اور سورت میں صفدر خاں کے بعد صفدر الدولہ عرف نواب خاں حاکم ہو
اور ان کے بعد خوش قسمتی سے پھر سیادت مآب جناب سید معین الدین عرف اچھن صاحب
سورت پر قابض ہو گئے، نواب صاحب کے عہد میں چونکہ خانہ جنگی سے خزانہ خالی ہو گیا
عام مسلمانوں کی قوت بازو سے ان کے خاندان کو دوبارہ حکومت ملی تھی۔ اس لئے
پر ایک خاص قسم کا ٹیکس عائد کیا۔ تاکہ خزانہ پُر ہو۔ اور مومنین کی مسجدوں میں سرکاری امام
کیا۔ تاکہ عام مسلمان خوش ہو جائیں۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ مومنین سخت ناراض ہو کر ترک
آبادہ ہو گئے۔ اسی عرصہ میں (۱۱۷۴ھ) محمد ہادی خاں بندرگاہ کا محتسب ہو کر آیا۔ اس
کاغذات کو دیکھ کر کے مومنین کے خلاف تمام احکام منسوخ قرار دیئے۔

وہ دستاویز مندرجہ ذیل ہے



سند یہ ہر محمد ہادی خاں و فارس خاں و
نور الدین علی خاں رحومین، دمن علی خاں و
محمد فخر الدین، و عبد العواد حلی و صالح حلی و

ترجمہ اردو

سند جس پر محمد ہادی خاں ذفارس خاں و
 نورالدین علی خاں مرحومین اور محسن علی خاں،
 محمد فخرالدین، عبدالقادر طیبی، صالح طیبی، فضل
 علی خاں مہری نیابت خاں، ملا محمد خاں، محمد
 رضا، محمد خان جہاں، خواجہ الفت، نیک ساعت
 خاں، بہرہ مند خاں کی مہر میں ثبت ہیں اور جو
 یکم رجب ۱۱۴۲ھ کو لکھی گئی۔ اس میں یہ بیان
 مذکور ہے کہ خلافت جہاں پناہ کی بارگاہ سے
 ہندہ درگاہ محمد ہادی کو بندرگاہ سورت کا صیغہ
 احتساب سپرد کیا گیا ہے اور جب حضور پرنور سے
 رخصت ہو کر بندرگاہ مذکور میں پہنچا، تو محکمہ
 احتساب کے کاغذات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
 بوہرہ قوم سے ہر سال ایک سو پندرہ روپے
 بطور نذرانہ معمول وصول کئے جاتے ہیں۔ چونکہ
 بوہرہ قوم مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جو ہر
 لحاظ سے امن پسند ہونے کے ساتھ پنجگانہ نماز

کی خاں، مہری نیابت خاں و ملا محمد خاں
 نا و محمد خان جہاں، خواجہ الفت، و
 ساعت خاں و بہرہ مند خاں، بتاریخ
 ۱۱ رجب ۱۱۴۲ھ آنکہ، اس میں ذکر لیست
 سا آنکہ بندر درگاہ محمد ہادی خاں تعلقہ
 ب بند مبارک سورت از پیش گاہ خلافت
 فی سرفرازی دارد، دریں ولایتہ از حضور
 ب بندر مسطور رسیدہ از سررشتہ احتساب
 گذشتہ کہ مبلغ یکصد پانزدہ روپیہ از قوم
 رسال ب سال بصیغہ نذرانہ موافق معمول
 نامی گیرند چون قوم پو اہر جماعت مسلمین بحسب
 ہ بصلاح و عبادت و پنجگانہ نماز مقید و
 نرم می باشند، و عمال سابقین از رہ ظلم و
 ناوۃ بجماعت مزبور بدعت ساختہ، بند مبلغ
 پور را صریح حرام و محرم ختم فرمایند خود دانستہ
 تصدق نرق مبارک خلیفہ افاق اور رفع
 بدعت از قوم مسطور معاف کردہ، بعد از میں

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سند بھی اصل سے نقل کی گئی ہے۔ درنہ مرحومین کا لفظ نہ ہوتا۔

من و من بعد من ہر کس پر میں کار احتساب
 مامور باشند، و ازیں جماعت یک روپیہ بعینہ
 نذرانہ سالیانہ بگیرد، دشمن خدا و رسول اللہ خواہد
 بود، جمیع سادات داعیان و مقصدیان حال
 استقبال سلطنت، این تیسر سند و تمسک را
 اعتبار نموده مواہب خود با بریں قرطاس نمائند
 عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد بود۔

اور عبادت الہی میں مشغول رہتی ہے اور
 عمال حکومت نے ظلم و شقاوت کی بنا پر
 وصول کرنے کی ایک بدعت جاری کی تھی
 لئے اس بندہ نے مبلغ مذکور لم ختمزیر کی طرف
 اپنے اوپر حرام سمجھا، اور خلیفہ آفاق کے
 تصدق کر کے، بدعت مذکور رفع کرنے کے
 قوم مذکور سے سالیانہ معاف کر دیا، اس
 اب اس کے بعد میں خود، یا میرے بعد کوئی
 احتساب کے محکمہ پر مامور ہو، اور جماعت مذکور
 سے ایک روپیہ بھی بطور نذرانہ سالیانہ وصول
 تو وہ خدا سے تعالیٰ اور رسول اللہ کا دشمن
 تمام سادات، اعیان حکومت، مقصدیان
 موجودہ و آئندہ اس تمسک کو معتبر سمجھے کہ
 پر اپنی مہر میں ثبت کر دیں اور عند اللہ ماجور
 عند الناس مشکور ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد ایک تصدیقی سند اس کی لی گئی۔ کیونکہ حاکم موصوف کا انتقال ہو گیا
 اور خطرہ تھا کہ موجودہ حکمران میر حفیظ الدین عالم خاں، پھر کچھ کر نہ بیٹھیں، اس لئے جو لوگ اس وقت
 تھے، اور جن کے سامنے کا واقعہ تھا ان کی بھی مہر میں لی گئیں۔ محضر نامہ مندرجہ ذیل ہے،
 باعث تحریر این سطوراً نکارات و ایالت دستگاہ عربیت و شریعت پناہ،

واہل تقویٰ و سادات عظام، مشائخ کرام، و تجار ذوی الاحترام، و بیوپاریان
 و جمیع جمہور سکنتہ بندر مبارک سورت مطلع واقف اند، کہ جماعت قوم مامردم
 بوہیر از مدت مدید دریں شہر سکونت داریم، و مساجد ما بنیاد نموده و ملائیاں
 قوم خود امام و موزن مقرر میداشتیم، و احد سے مانع و مزحم مردم نبود۔ کہ ارباب
 اغراض و غمازاں بنوع دیگر در سرکار متصدیان ظاہر ساختہ اما مال از سرکار در
 مساجد مقرر کنانیدند۔ و نذرانہ سالیانہ علاوہ آن نہادند۔ بظہور این معنی اکثر بیوپار
 قوم مامردم کہ بیوپار شائستہ می کردند، جلا وطن گردیدند، و ملائیاں و بیوپاریان
 قوم ما بہ سبب عدم تجارت بیوپار و پریشانی احوال می خواستیم، کہ جلا وطن شویم،
 متصدیان نظر بہ رعیت پروری، و افزونی تجارت دانستہ ملائیاں سرکاری را از
 مساجد موقوف و نذرانہ سالیانہ معاف نمودند، و از رہ فضل و کرم فرمودند،
 کہ بکشادہ پیشانی بخانہ خود ما آبادہ بودہ بفراغ خاطر بہ کسب پیشہ خود ما مشغول بودہ
 در تجارت بیوپار مقید و سرگرم باشند، احد سے آئندہ مزاحم و متعرض احوال شما
 نخواہد شد، انشاء اللہ تعالیٰ ہر چند بیوپار و تجارت افزوں خوانند کہ ترقی بیوپار
 باب بیت اللہ بظہور خوانند آورد، رعایت و مراعات بہ عمل خواہد آمد، لہذا ہر کس
 کہ بریں معنی اطلاع داشتہ باشد حسبہً لِلّٰہِ مہر و شہادت بریں قرطاس ثبت
 نماید، کہ عند اللہ ما جور و عند الناس مشکور خواہد شد۔

ترجمہ

ان سطور کے تحریر کا باعث یہ ہے کہ امارت و ایالت دستگاہ، مرتبت و شہریت
 پناہ، فتویٰ صادر کرنے والے، سادات عظام، مشائخ کرام، تاجران ذوی الاحترام

دوکاندار اور تمام باشندگان شہر سورت واقف اور مطلع ہیں، کہ ہماری جماعت (فرقہ بوہرہ شیعہ) ایک مدت مدید سے اس شہر سورت میں سکونت پذیر ہے۔ اور اپنی مسجدیں بنا کر ان میں اپنی طرف سے ملاؤں اور مؤذنوں کا تقرر کرتی ہے۔ اور اس معاملہ میں نہ کوئی شخص دخل دیتا تھا نہ مزاحمت کرتا تھا، لیکن بعض غرض پرست چغل خوردوں نے اس بات کو سرکار متصدیوں کے سامنے ایک نئی صورت میں پیش کیا، جس سے سرکار کی طرف سے ہماری مسجدوں میں پیش امام مقرر کئے گئے اور سالانہ ٹیکس بھی لگایا گیا، اس واقعہ کے ظہور میں آنے سے اکثر ہماری قوم کے وہ لوگ جو پرے پرے پیمانہ پر تجارت کرتے تھے جلا وطن ہو گئے۔ اور ہمارے ملا اور بیوپاری بہ سبب عدم تجارت و پریشانی ترک وطن کا ارادہ رکھتے تھے لیکن متصدیوں نے بہ نظر رعایا پروری اور بحیال ترقی تجارت ہماری مسجدوں سے سرکاری اماموں کو موقوف کر دیا، اور سالانہ ٹیکس بھی معاف کر دیا، اور ہر بانی سے فرمایا کہ تم لوگ (فرقہ بوہرہ شیعہ) کشادہ پیشانی سے اپنے گھروں میں آباد رہو۔ اور فراغ دہلی کے ساتھ اپنے پیشہ میں مشغول رہ کر تجارت میں سرگرم رہو۔ آئندہ کوئی شخص تمہارے معاملات میں دخل نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تمہاری تجارت میں جس قدر ترقی ہوگی، اتنا ہی باب بیت اللہ (سورت) کی تجارت کو فروغ حاصل ہوگا۔ تمہارے ساتھ خاص رعایت عمل میں آئے گی۔ پس اس لئے جو شخص اس بات سے واقف ہو، حسبہ اللہ اس کا غڈ پر اپنی ہر اور گواہی ثبت کر کے عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہو۔ الخ

اس تحریر کے نیچے مندرجہ ذیل مہریں درج ہیں :-

فی ابوالحسن - مفتی نصر اللہ - معین الدین خاں - نجم الدین عثمانی - فارسی خاں - سید علی عید
س - فخر الدین -

آپ ہی کے عہد میں سیدی و مولائی نقمان جی ابن داؤد جی صاحب تھے، پاکیزہ سیرت
عالم اور اردو زبان کے خوش گو شاعر تھے، متعدد کتابیں منظوم تحریر فرمائیں، سنسکرت
آپ کو عبور تھا۔ غالباً آپ بوسرہ داؤدیہ قوم میں اردو کے پہلے شاعر ہیں۔ گجراتی میں بھی اشعار
تھے، اور تخلص "جیو" تھا۔ اردو نظموں میں آپ کا تخلص "نقمان" ہوتا، آپ متعدد کتابوں
مصنف بھی تھے۔ سید نلکے طرف آپ درجہ "مادون" پر ممتاز تھے، "۱۹۱۳ء" میں بمقام ادوے
وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ شہراؤدوے پور (میواڑ) کے اندرون شہر محلہ
یہ پور میں واقع ہے۔

آپ کے عہد میں سب سے پہلا انگریز ہندوستان کا گورنر جنرل "ہیٹنگر" ہوا۔
تمام گجرات پر مرہٹوں کا قبضہ تھا۔

(۴۱) سیدنا عبد الطیب زکی الدین سوم

عبد الطیب نام، زکی الدین لقب، بن سید نا اسماعیل بدر الدین (قس)، آپ صرف چار برس
تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ شعبان ۱۱۹۳ھ میں آپ کو داہلی کا رتبہ عطا ہوا۔ آپ خاندان جام نگر
سے تھے، مگر برہان پور میں مقیم رہے۔ صرف دس سال کے تھے جب آپ حافظ قرآن ہوئے، اور علم
دید کے ماہر تھے خوشنویسی میں بھی آپ کو کمال تھا۔ علوم درسیہ حاصل کرنے کے بعد سیدنا ابراہیم
ہمدانی سے تکمیل تعلیم فرمائی۔ نہایت متقی بڑے ذہین اور طباع تھے، شباب سے قبل آپ
یہ علوم و فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ آپ اپنی نلبائی سے استقدر محبوب ہو گئے تھے کہ جہر نکل جاتے

لوگوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھ جائیں، علمائے وقت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسی باغی خان بھائی صاحب سے جو عہدہ مازون پر مقرر تھے سیدنا فرمایا کرتے کہ عبد الطیب کو فرزند زیادہ عزیز رکھتا ہوں، اور ان کے علم و اجتہاد سے خوش ہوتا ہوں۔ میرے بعد ہی داعی عبد موسیٰ حکیم الدین جو آپ کے برادر کلاں تھے، کہتے تھے کہ عبد الطیب دریا کے علم و معرفت اور بزرگی میں بڑے ہیں۔ آپ ہمیشہ مسجد میں نماز ادا فرماتے، اور رات عبادت میں گزارتے۔ ہر شخص کو وعظ فرما کر علوم اہل بیت بیان کرتے۔ سیدنا المہدی کے انتقال کے وقت آپ مندرہ میں وہاں سے نگر آئے اور اپنے لڑکوں کی شادی کی نگر سے سورت آئے اور عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ آپ کے عہد کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ مانڈوی (کچھ) میں آپ نے ایک زمین خریدی۔ عمارت کے لئے بنیاد کھودی گئی تو ایک دیگ اشرافیوں سے بھرا نکلا جس میں ایک تاجر پختوں اور بھالوں کو طلب کر کے اس کو پڑھایا، جس شخص کا نام نکلا، اس کے خاندان کو تلاش کرایا، چانپانیر میں ایک غریب کاشتکار کا پتہ چلا، جس طرح بھیج کر اس کو طلب کیا، اور کل ۸۵ ہزار اشرقیات تھیں، اس میں پانچ ہزار اشرافیوں کا اضافہ کر کے اس کے حوالہ کیا، اور بحفاظت تمام اس کے گھر تک پہنچا دیا۔ جب اس کی خبر راجہ کو ملی تو اس نے ضبطی کا حکم دیا، وزیر نے سمجھایا کہ کیا کہیں گے؟ کہ ملا صاحب نے تو دیدیا اور راجہ نے پھین لیا۔ راجہ نے بھی اپنا ارادہ ملتوئے شعرا نے آپ کے فضائل میں بہت قصیدے کہے، بعض قصیدے کے دو شعر مندرجہ ذیل ہیں:-

اذا كان ذو فضل من القوم فليلا

فلا خير في مرور ربيع مقامد

ترجمہ:- جب کوئی سر بلند قوم میں سے ہو تو چاہیے کہ اولاد بدر الدین

جیسے پسندیدہ اخلاق کے بچے پیدا کرے، اور ایسے شخص میں کوئی خوبی نہیں
جو باوجود اعلیٰ پایہ کے اس کی اولاد کنکر اور پتھر جیسے ہوں۔

معاذ اللہ اور ان کے لڑکے بہتہ اللہ مجدد نے ایک خط سیدنا کو لکھا جس میں آپ کی
وثنائے بعد اپنی دعوت کی تصدیق چاہی تھی، اور سیدنا الموید کے خلاف تحریر کیا تھا۔ سیدنا
س کا جواب بڑی تفصیل سے دیا، اور سیدنا الموید کے فضائل تحریر کئے اور ملا مذکور کے دعوت
بزرگمندی کی۔

آپ کے عہد میں شیخ آدم معنی الدین ماڈون، اور یوسف نجم الدین مکارم تھے، عہد سابق
شیخ ولی بھائی جو دیوان تھے آپ کے وقت میں حدیث سے سرفراز ہو کر، عہدہ وزارت پر مامور
ہے۔ نماز صبح کے بعد سورہ یسین اور دعا "اِنَّ اللہ" پڑھنے کا دستور آپ ہی نے قائم
یا۔ آپ نے سورت سے شیخ فاضل حبیب اللہ بن عثمان جی کو برہان پور بھیجا، اور ایک
نان عمارت تعمیر کرائی۔ جب اس کی اطلاع آپ کو ہوئی تو سورت سے برہان پور چلے، مگر
ستہ میں ڈاکوؤں کے سبب سے واپس نگر ہوئے۔ جب راجہ اجین اور پیشوا سے راستہ کے
ن واماں کا اطمینان ہو گیا، تو ۱۱۹۹ھ میں نگر سے برہان پور پہنچے۔ کل ۶ ۱/۲ برس امور دعوت
م دینے پائے تھے کہ ۲ صفر ۱۲۰۰ھ میں وفات پائے۔

گجرات میں اس وقت گانگوار کی حکومت تھی، مانا جی ۱۱۹۹ھ آپ کا ہم عصر تھا۔ آپ کے
دیں دوسرا گورنر جنرل انگریز "کارن ولس" ہوا۔ آپ کا مقبرہ برہان پور سے دو میل پر
ضع شاہدرہ میں واقع ہے، اس مقبرہ میں تین عالیشان روضے ہیں۔

(۱) سیدی و مولائی عبدالقادر حکیم الدین ابن ملا خان کا مزار (۲) سیدنا عبدالطیب
ال دین ابن سیدنا اسماعیل بدر الدین کا مزار جس میں متعدد قبریں دوسری بھی ہیں (۳) شیخ

جیون جی ابن شیخ داؤد بھائی کا مزار جو موجودہ دائمی (سیدنا طاہر سیف الدین صاحب) کے اجداد میں سے ہیں۔ اس کے گرد کئی مسافر خانے قدیم و جدید طرز کے بنے ہوئے ہیں، زائرین ہمیشہ درگاہ کے طرف سے کھانا ملتا ہے۔

(۴۲) سیدنا یوسف نجم الدین دوم

آپ کا نام یوسف اور لقب نجم الدین ہے، ۲۳۱ھ زوالحجہ ۱۱۳۵ھ میں آپ کی ولادت طفولیت کا زمانہ طلب علم میں صرف کیا، عنفوان شباب ہی سے بڑے زاہد اور عابد تھے، پر عموماً آرام فرماتے، اور اس کے باوجود عمر کا حصہ زیادہ ترا علی تعلیم کے حصول میں گزارا۔ صفر ۱۲۰۰ھ جبکہ آپ کی عمر ۲۳ سال کی تھی دعوت کے ممتاز عہدے پر فائز ہوئے، ایک نے آپ کی عمر کو دیکھ کر یہہ بدگمانی کی کہ دعوت کا اہم کام وزیر اور دیگر اہل الرائے آپ کی طرف کرتے ہوں گے۔ مگر چند روزہ کر اس نے دیکھا تو حقیقت اس پر روشن ہو گئی، آخر اپنی غلطی محسوس کر کے معافی مانگی۔ آپ کا مشغل درس و تدریس تھا۔ اور اس میں کافی دلچسپی لیتے تھے، آپ عہد میں مرہٹوں کی لوٹ مار، اور ایسٹ انڈیا کی فتنہ انگیز پالیسی کا گجرات میں تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا، اس لئے امن و امان کے ساتھ تجارت میں مخلوق مشغول ہو گئی، یہی سبب ہے کہ آپ کے ہمراہ مومنین میں فارغ البالی شروع ہو گئی، اور تجارت کے سبب سے آمدنی میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے خستہ زمانہ میں جو کچھ تو خیر ہوئی، اس کا بڑا حصہ کتابوں پر صرف ہوا، آپ دغظ بھی فرمایا تھا، اور آپ کے دغظ سے دل بیدار ہو جانا، آپ نگر سے جب احمد آباد تشریف لائے، اور ان کے لئے دعا کے مقبروں پر گئے، تو بغیر قبوں کے مقبرہ کو دیکھ کر قہر بنوانے کا حکم فرمایا۔ اب بھی احمد آباد شہر سپور میں قبہ موجود ہیں۔ آپ بہت رحم دل تھے، زیارت کے لئے تپ

جاتے تو چشم پر نم ہو جاتے۔ آپ کے بھائی سیدنا سیدنا الدین کی شادی میں بڑا اہتمام
 'بڑے بڑے معززین شریک ہوئے، چنانچہ ہمارا جو سندھیابھی شریک تھے سورت
 جو "دیوڑھی مبارک" کے نام سے عمارت مشہور ہے، وہ آپ ہی کی بنوائی ہوئی ہے۔
 آپ کے بعد سردائی نے اپنی ضرورت کے مطابق تھوڑا بہت ترمیم کیا۔ اسی عہد (۱۲۱۰ھ)
 میں سرکاری (دعوت) مرکز بھی قرار پایا۔

جب آپ سورت تشریف لے گئے تو بارش نہ ہونے کے سبب سے قحط عام تھا، اس وقت
 برم بن کر آپ نے لوگوں کی امداد کی اور فاقہ زدوں کو موت سے بچایا۔ برہان پور میں کچھ اختلاف
 گئے تھے، اس لئے سورت سے آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور ہر مسئلہ کا حل بنا کر سب
 نفی کیا۔

شیخ آدم صغنی الدین مازون، مولائی عبدالقادر حکیم الدین آپ کے مکالمہ اور مولائی
 بدلی سیف الدین اس الحدوتھے۔ سیدنا برہان پور سے ایک سال کے بعد واپس ہو کر
 راویر "آئے، اور وہاں سے "کاسودہ" پھر اورنگ آباد اور یہاں سے "دون گام" آئے
 ہاں مولائی نور الدین کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس کے بعد پونہ پہنچے، جہاں ایک باغ میں
 روکش ہوئے، تیس ہزار روپے مومنین نے نذر کئے۔ نانا فرانسس وزیر مادھوراؤ پیشوانے
 سے امرار سے استدعا کی کہ چند دن آپ یہاں قیام فرمائیں، آپ نے قبول فرمایا۔ پونہ میں
 داخلے کے وقت بھی اس نے بڑے تڑک و احتشام سے آپ کا استقبال کیا تھا، اب اس نے
 ایک گاڈ، گنج یا ہو، نامی احمد نگر کے پاس پیشوا کی طرف سے آپ کو نذر دیا، آپ نے
 انکار فرمایا، مگر امرار کرنے پر قبول کر لیا اور واپسی کے وقت نوبت خانہ کے اخراجات کے
 لئے وزیر کو واپس کر دیا، کیونکہ آپ نے اس کو فقط اخلاقاً قبول فرمایا تھا۔

یہاں سے آپ سورت تشریف لائے، جس کو مستقل طور پر اپنا قیام گاہ بنایا۔
 آپ کا یہم واقعہ قابل تحریر ہے کہ وفات کے وقت آپ نے تمام ملکیت
 نقد و فقرا، اور مساکین کو تقسیم فرما دیا۔ اور وصیت کی کہ ایک غریب آدمی کے طرح ہمارا
 جنازہ کی تجہیز و تکفین ہو، اور کسی قسم کی بدعت نہ کی جائے، آپ کی عمر شریف ۳۶ برس
 ہوئی، ۱۳ برس چار ماہ تیرہ دن لوگوں کو ہدایت فرما کر ۹ جمادی الآخر ۱۲۱۳ھ میں
 پائی۔ سورت ہی میں مزار مقدس ہے، آپ کے عہد میں ہر قسم کا امن رہا، موہنین
 آرام سے رہے، داخلی و خارجی کسی قسم کی بد امنی نہیں ہوئی۔ اس امن کی برکت سے لوگ
 مستفید ہو کر غنی ہو گئے، ہر طرح سے سیاسی انقلاب بھی محفوظ رہے، اور اسی لئے
 عہد امن کے لئے آج تک ضرب المثل ہے۔

گجرات میں گوبند راؤ گانیکوار ۱۲۰۶ھ آپ کا ہم عصر تھا، اور سر جان شور منڈ
 کے گورنر جنرل تھے۔

(۴۳) سیدنا عبد علی سیف الدین بن سیدنا

عبد الطیب زکی الدین

عبد علی نام، سیف الدین لقب، ابن سیدنا عبد الطیب زکی الدین، ۹ صفر
 میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے برادر معظم سیدنا یوسف نجم الدین سے تکمیل تعلیم کی۔ سیدنا
 آپ کی بڑی تعریف فرماتے تھے اور بہت مانتے تھے۔ کسنی سے علم و عمل میں شہرہ آفاق
 خدائے برتر نے دو چیزوں سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا۔ ذہن رسا، اور قوت فیصلہ، اسی سے
 ۱۲۱۳ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۲۲ برس کی تھی، اپنے فضائل کے باعث اس عہدہ جلیل

من ہو گئے۔ آپ جلد اور یاسانی متنازعہ معاملہ کا فیصلہ فرما دیتے تھے، اور اس سے مومنین
 آرام ملتا تھا۔ آپ بڑے عابد تھے اور بیکاری سے آپ کو سخت نفرت تھی ۱۲۱۳ھ میں ایک
 سخی چاند جی نے میدپور (اورنگ آباد) نے ایک جدید فتنہ کا دروازہ کھولا، جس سے ایک سال
 لوگوں کو تکلیف رہی۔ سیدنا نے بمبئی کے عامل شیخ فاضل قطب بھائی بن سلیمان جی
 کو دیا کہ اورنگ آباد جا کر اس فتنہ کو دفع کرو۔ آپ ان دنوں موربی میں مقیم تھے، چنانچہ
 شیخ مذکور اورنگ آباد گئے۔ اور نواب شیر الملک کی سخی سے نور علی پونوی کے ہاتھ شخص مذکور
 تیار کرایا۔ اور موربی لے کر حاضر ہوئے، جہاں قید خانہ میں دنیا سے سفر کر گیا۔

شیخ فاضل بہتہ الدین ولی بھائی نے جوان دنوں آپ کے وزیر تھے، اس واقعہ میں
 تادیبوں سے بے حد فائدہ پہنچایا۔ سیدنا رمضان ۱۲۱۴ھ میں موربی سے نگر تشریف
 لے، اسی سال آپ کی رفیقہ محترمہ امۃ الدبائی کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بعد آپ کے
 بند عبدالحسین نے بھی اپنی والدہ کا ساتھ دیا۔ تب آپ نے سکینہ آئی بنت بہتہ الدین سے
 اوی کی۔ اور نگر سے سورت تشریف لائے،

۲۶ محرم ۱۲۱۵ھ میں سکینہ آئی نے بھی داغ مفارقت دیا۔ ۱۲۱۶ھ میں آپ کے
 اور مولائی عبدالقادر حکیم الدین نے بھی سفر آخرت کی راہ لی، ان حوادث نے آپ کی کمر ختم کر دی
 بر مصائب نے ٹڈھال کر دیا۔ مومنین پر بھی کچھ کم مصائب نہ آئے، رام پورہ میں عبدالقادر
 ام علی اور تاج خاں ابراہیم قاسم جی جیسے رؤسائے شہر پر میاں صاحب شیخ آدم نے
 لہول دیا، اور خوام لے ساتھ دیا۔ بمبئی میں بوہردوں کا بازار نذر آتش ہو گیا۔ لاکھوں روپے پر
 ایک ساعت میں پانی پھر گیا۔ خیرگوں کے رئیس نرباندی میں غسرق ہو گئے، رتن گر طہ،
 قیری، جاٹھ کے رؤسا کو بالو راؤ مرہٹہ نے قید کر دیا۔

آپ کی فضیلت میں یہ بات داخل ہے کہ سیدی خان جی بھائی بن پیر بھائی سے
 دو سلسلے اعلیٰ تعلیم کے جاری ہوئے تھے آپ دونوں کے حامل تھے۔ سیدنا نے زمانہ
 دیکھ کر تعلیم پر قیود عائد فرمائے، جب تک کوئی شخص علم فقہ میں کامل تعلیم پا کر امتحان میں کامیاب
 ہو جائے، علم تاویل کی اجازت نہ دیتے۔ اور علم حقائق کا کیا ذکر، وہ تو بہت ہی بیش
 خزانہ تھا۔

ایک دفعہ کسی عامل نے ایک طالب علم کو علم حقائق کی تعلیم دی، اس کی خبر آپ کو
 تو آپ نے ایک سخت تحریر کے ذریعہ روکا۔ اور فرمایا کہ تم نے ذکی اور عجبی، لائق اور
 دونوں کو برابر کر دیا۔ آپ بڑے رعب و داب والے تھے، کسی مجال نہ تھی کہ خلاف
 کرے، سیاست سے خوب واقف تھے، امور دعوت کی جزئی واقعات پر بھی نگہ
 تھے، اور عمال کی کافی نگرانی فرماتے، عمال کے لئے جو رسالہ آپ نے تحریر فرمایا ہے
 پر شاہد ہے۔ آپ نے بھاؤ نگر میں جو نانا آئی سے شادی کی لیکن وہ بھی جلد ہی وفات پا
 سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد ۱۲۲۵ھ میں وزیرہ آئی بنت ملا یوسف رام
 سے آپ کی شادی ہوئی۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس
 محمد بدر الدین رکھا، ۱۲۲۵ھ میں آپ سخت علیل ہو گئے، یہاں تک کہ اطباء کو صحت سے
 ہو گئی، لوگوں نے منصوص کو دریافت کیا تو چار شخص کی موجودگی میں مولانا عبدالعزیز الدین کو منصوص
 لیکن انہما کی سخت تاکید کی۔ پھر بفضل خدا آپ کو صحت ہو گئی۔ اور معاملیوں ہی پوشیدہ
 اسی عہد میں سورت میں سیلاب آیا، تو گلی گلی پانی بھر گیا، اکثر لوگ خانماں بر
 اس حالت میں آپ کی ہمدردانہ روش سے شہر والوں کی مصیبت میں بے حد کمی آگئی
 ذریعہ تمام فاقہ زدوں کو کھانا پہنچایا۔ اور بلا تفریق مذہب و ملت آپ نے ہر شخص کو امداد

س قدر ممکن ہو سکا لوگوں کے ساتھ عملی مدد دی کی۔ آپ نے اپنے ذاتی خسروچ کے ایک مسجد بنوائی۔ اسی طرح ایک عربی مدرسہ بھی تیار کرایا جس میں دو سو طلبہ کے طعام کا بندوبست کیا۔ اس مدرسہ میں مذہبی کتب کے علاوہ عربی ادب، حساب، فلسفہ قدیم، تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ ۱۸۸۲ء میں جو لیبی کمیٹی گورنمنٹ نے بنائی تھی، اس وقت ڈبلو ٹری صاحب سے شرطیہ جی نے جو کچھ حالات اس کے متعلق بیان کئے وہ بھی دیکھنے کے ہیں۔

۱۲۲۸ء میں جھالا واڑ، اورمانڈ دی قحط زدہ ہو گیا تو قحط زدہ چودہ ہزار بوہروں کو سورت میں پناہ دی۔ اور مدت تک ان کے اخراجات کا بار خود اٹھاتے رہے۔ پھر موقع ان کو واپسی کی اجازت دی۔ اور ایسے سامان اور اوزار بھی بہم پہنچائے جن سے ان کا مستقبل سن ہو۔ اور یہ تمام اخراجات اس دولت سے کئے جو باپ دادا کا اندوختہ تھا۔ مالوہ دورہ میں اُجین بھی تشریف لے گئے، جہاں اتفاق سے محرم کے متعلق ہندوؤں اور بوہروں و دیہ میں تنازعہ ہو گیا۔ چونکہ حاکم ہندو تھے، اس لئے ان لوگوں کے ساتھ غیر منصفانہ ماؤ کیا گیا۔ جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور واپس ہو گئے۔ مہاراجہ دولت رائے سندھیا اس کی اطلاع ہوئی تو اپنے ہندو حاکموں پر بڑا ناراض ہوا۔ اور آپ کو ملنے کی بڑی کوشش۔ چنانچہ پالکی، مورچیل اور چار سو پانچ روپے ماہوار کا عطیہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ ۱۲۲۹ء میں بمقام پونہ پٹھانوں نے بوہروں کو بہت دق کیا۔ منشی محمد حنیف اور مسٹر سودی صاحب کے ذریعہ لارڈ لائنسٹن صاحب گورنر بمبئی کو اس طرف توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ لارڈ سوٹ نے باجی ماؤ پیشوا کو حکم بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو پٹھانوں کے ظلم سے ان کو بچایا جائے۔ شیخانے اپنے وزیر "ترمبک ماؤ تاتیا" کے ساتھ ایک فوج بھیج دی جس سے دو دن تک

جانوں اور مکانات کی حفاظت ہوتی رہی جس کے بعد امن ہو گیا۔

آخر جب ۱۲۳۲ھ آپ پر سخت علیل ہوئے۔ ۷ ذوالقعد کو آپ بہت سخت بیمار تھے، لوگوں کے اصرار پر نعل جلی کا اظہار فرمایا۔ وفات کے وقت شیخ آدم صغی الدین بن عبد الطیب زکی الدین مازون۔ اور شیخ آدم بن میٹھا بھائی مکا سر۔ اور شیخ آدم بن سلطان بھائی رام پوری راس الحدود۔ اور میاں عبدالقیوم صاحب وزیر تھے۔ آپ شریف ۲۳ برس کی تھی۔ ۱۹ برس چار ماہ ۱۰ چوبیس دن آپ تخت دعوت پر رونق رہے۔ یکشنبہ بعد عصر ۱۲ ذوالقعد ۱۲۳۲ھ میں وفات پائی۔ اور سورت ہی میں حجر سپرد قبہ یوسفیہ ہوا۔

مشہور کتاب مجالس یوسفیہ آپ ہی کے عہد مبارک ۱۲۲۴ھ میں تصنیف کی آپ ہی کی زوجہ محترمہ وزیرہ بی بی آئی نے ایک جائداد وقف کی جس کی آمدنی سے چھ روپے آپ کے غرس میں اور غسریا کی امداد میں صرف ہوتے تھے۔ اور (۱۲۰۰) روپے غسریا کے ایصال ثواب کے لئے تھے، باقی روپے مستولی اپنی مرضی کے مطابق کار خیر میں صرف کرے۔ آپ کے عہد میں لارڈ ولزلی ۱۲۱۳ھ۔ لارڈ کارنس والس ۱۲۲۲ھ اور پھر ۱۲ سال سر جارج بارلو گورنر جنرل ہوئے۔ اور آخر میں لارڈ منٹو ۱۲۲۲ھ میں پھر مارکو ہسٹنگز ۱۲۲۸ھ میں ہند کے گورنر جنرل ہوئے۔

۱۸۱۶ء ۱۲۳۲ھ داعی (۲۲)، سیدنا محمد عزالدین ابن

سیدی جیونجی بن داؤد بھائی بن ملا صالح جی

محمد نام، عزالدین لقب، والد کا نام سیدی جیونجی، سیدنا عبدالعلی سیف الدین

تعلیم فرمائی۔ سیدنا موصوف آپ کی بڑی تعریف فرماتے، اور بہت مانتے
 اور آخر عمر سیدنا سیف الدین نے بمبئی کا عامل بنا کر بھیجا پھر علالت سیدنا سیف الدین
 ت جلد ہی واپس آگئے۔ جمعہ ۲۳ ذوالقعد ۱۲۳۲ھ میں آپ داعی کے رتبہ پر پہنچے۔ اور
 دعوت و رشد کا مسند عالی آپ کے ذات سے شرف ہوا۔ آپ نے اپنے علم و فضل اور اعلیٰ اخلاق
 اپنے خاندان کی شہرت میں چار چاند لگائے۔ ۱۲۳۲ھ میں گورنر بمبئی لارڈ انفنٹن کے بنگلہ
 منٹ ریکارڈ اور بعض قیمتی اشیاء چوری گئیں۔ بہت سرمارہ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے
 صاحب کو اس کی بڑی فکر تھی۔ آخر سیدنا موصوف کے نائب کو بلا کر بڑی عزت کے ساتھ
 سے اس معاملہ میں گفتگو کی۔ اور استدعا کی، کسی صورت سے دستیاب ہو جائے۔ کامیابی کی
 میں کافی انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ گورنر کے خواہش کے مطابق ہوشیار آدمی کو اس کام
 یا گیا، اور خوش قسمتی سے بڑی محنت شاقہ کے بعد گمشدہ چیزوں میں سے کاغذات اور دستاویزات
 ملے۔ جس کے شکریہ میں گورنر صاحب سیدنا کے نائب سے ملاقات کے لئے ان کے مکان
 میں لائے۔ جناب سیدنا کو جاگیر دینے اول درجہ کے سرداروں میں نام لکھنے کی خواہش
 کی۔ مگر جناب موصوف نے عطیہ کے قبول کرنے سے صاف انکار فرمایا بلکہ اخراجات جو ہونے
 اس کو بھی آپ نے نہیں لیا۔ اور لارڈ صاحب موصوف کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی کہ
 بنا کو دنیاوی دجاہت اور دولت کی مطلق حاجت نہیں۔ صرف اسقدر خواہش ہے کہ اپنے
 و گورنروں کی طرح آپ بھی اگر محبت کی نظر رکھیں تو ہم لوگوں کا اطمینان قلب ہو جائے گا۔
 یہی معاوضہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے جو افسر ایٹ انڈیا کنسی کا یہاں
 اس کا پہلا فرض یہ ہوتا کہ سب سے پہلے سیدنا سے ملاقات کرتا۔ اس برتاؤ کا نتیجہ یہ
 لاکھ ہر دو فریق میں اتحاد و محبت کا رشتہ بہت مضبوط ہو گیا۔ جس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ

سیدنا محمد عزالدین اور آپ کے جانشین سے مشرور و مراد و مرجان مالک سے ہمیشہ پُر از و
کتابت جاری رہی۔ اور جب سورت آئے تو سیدنا سے ملاقات کی۔ اور دریافت کیا کہ اگر
مطالبہ گورنمنٹ سے آپ کرنا چاہتے ہیں تو ہم منظور کرنے کے لئے بڑی خوشی سے تیار ہیں
علاوہ یہ بھی استدعا کی کہ آپ کا نام سرداروں کی فہرست میں درج کر دیا جائے۔ مگر
موصوف نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اور کہا کہ اس وقت تک حکام وقت نے جس طرح
کی نظر مجھ پر رکھی ہے۔ یہی میرے لئے کافی ہے۔ میاں صاحب عبدالقیوم صاحب
ہمد میں بھی وزیر رہے۔ ۱۹ رمضان ۱۲۳۶ھ کو رطبت فرما گئے۔ مزار شریف سورت میں
پر ایک بڑا قبہ بھی ہے۔ حج آپ کے نام سے منسوب ہو کر "قبہ عزیز" کہلاتا ہے۔ اس قبہ کی
اسی کام کے لئے آپ نے خرید کی تھی۔ اس قبہ میں پانچ داعی مدفون ہیں۔ (۱) سیدنا محمد عزال
ابن شیخ جیون جی متوفی ۱۲۳۶ھ (۲) سیدنا طیب زین الدین ابن شیخ جیون جی
۱۲۵۲ھ (۳) سیدنا محمد بدر الدین ابن سیدنا سیف الدین متوفی ۱۲۵۶ھ (۴) س
محمد برہان الدین ابن سیدنا نجم الدین متوفی ۱۳۲۳ھ (۵) سیدنا ابوالفضل عبدالمد بدر الد
ابن سیدنا حسام الدین متوفی ۱۳۳۳ھ۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور قبہ ہے جو اس کے قبل تعمیر
تھا۔ اس میں دو داعی مدفون ہیں۔ اور اس کا نام قبہ نجمیہ ہے غالباً سیدنا نجم الدین مدفون
جن کے نام سے "قبہ نجمیہ" مشہور ہوا۔ یہ دونوں قبے بوہڑوں کے محلے میں بمقام نوپورہ
میں واقع ہیں۔ اس سے تھوڑی دور پر دوسرے راستے سے موجودہ داعی (سیدنا طا
سیف الدین) کے آبا و اجداد کے محل ہیں۔ بوہڑے ملا صاحب کی دیوڑھی کے نام سے
مشہور ہے۔ آپ ہی کے ہمد میں "منتزخ الاخبار" تصنیف کی گئی۔ لارڈ آف
۱۲۳۹ھ گورنر جنرل ہند آپ کے ہم عصر ہیں۔

داعی (۴۵) سیدنا طیب زین الدین

۱۸۲۱ء
۱۸۲۶ء

طیب نام، زین الدین لقب، بن سیدی جیون جی۔ سیدنا محمدؐ زین الدین کے وفات پر
برادر سیدنا طیب زین الدین اس عہدہ جلیلا پر فائز ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۲۳۶ھ کا ہے اس
سے کے تین برس بعد یعنی ۱۲۳۹ھ میں تاپتی ندی میں بڑا سیلاب آیا۔ پانچ دن
ک اپنے اپنے مکانوں میں بند رہے۔ ہزاروں آدمی فاقوں سے مرنے لگے۔ توحباب
نے کشتیوں کے ذریعہ سب کو کھانا بہم پہنچایا۔ اور فاقہ زدہ لوگوں کی امداد کر کے مخلوق
سے نجات دلائی۔ ۳ شعبان ۱۲۳۹ھ میں سورت سے کھنباہنت اور وہاں احمد آباد
تک لاکر زیارات سے فارغ ہوئے۔ پھر تمام رمضان کیڑونچ میں رہے۔ بعد محرم دو حد آئے۔
۲۵ ربیع الثانی ۱۲۴۱ھ میں مند سوا پہنچے۔ مند سوا میں یہ واقعہ پیش
آقا ان دنوں ایک شخص مولوی رمضان علی صاحب نامی اس جگہ تشریف ہوئے تھے
مسلمانوں میں بہت محبوب تھے، ان کا قیام مسلمانوں کی اس مسجد میں تھا جو بوہرہ محلہ
واقع تھی۔ اس سبب سے بوہرہ محلہ میں عام مسلمانوں کی آمد و رفت زیادہ ہو گئی۔ ایک
سہ پہر کو ایک بوہرہ جارہا تھا اور مسجد کے اوٹے پر کچھ مسلمان بیٹھے تھے، کسی بات پر دونوں
مبارک شروع ہو گئی اور بالآخر نوبت جنگ کی پہنچی اور ایک بوہرہ مقتول ہوا۔ یہ خبر جب

۱۰ نومبر ۱۸۵۴ء میں ذوالحجہ ۱۲۳۶ھ لکھا ہے۔

بوہروں کو لگی تو مسلح عرب جو سیدنا کے باڈی گاڑتے نکل پڑے اور بندو قوں سے
 اس کا انتقام لیا گیا، اس جنگ میں مولوی رمضان صاحب بھی ایک گولی سے مقتول ہوئے
 عام مسلمانوں کو مولوی صاحب کے مرنے کی خبر ملی تو اچھا فاما بلوہ ہو گیا۔ سیدنا کے محل کے
 طرف سے محاصرہ کر لیا گیا۔ بوہروں نے عام طور سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ اور اپنے اپنے
 کو مقفل کر دیا۔ اس وقت سیدنا کے پاس تیس سوار مسلح تھے اور مسلمانوں کی تعداد بہت
 تھی۔ بہت ممکن تھا کہ ان سواروں سے مدد لے کر مجمع کو متفرق کر دیا جاتا۔ لیکن واقعہ یہ
 یہ سب باتیں بلا اطلاع سیدنا کے وقوع پذیر ہوئیں۔ جس وقت سیدنا کو اس کی خبر
 نے فوراً منع فرمایا، اور سواروں کو پیش دستی کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ خطرہ تھا کہ کشتی
 کے باعث عام بوہروں کو سخت نقصان نہ اٹھانا پڑے، اس لئے آپ نے غالباً باقاعدگی
 شروع کی اور بیچ چھاؤنی کے افسر کو اس واقعہ کی اطلاع دی، جہاں سے فوراً سواروں
 پلیٹن مسٹر بورٹھرک اور مسٹر ولزلی اور حمزہ خان جمودار کے ماتحت پہنچیں۔ مسلمان
 اٹھا کر اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے، اطمینان ہو جانے پر آپ کا جلوس بڑے شان کے
 روزانہ بازاروں میں نکلنے لگا۔ اور جب تک آپ کا قیام اسی جگہ رہا۔ اہل اندور
 سے محافظ دستہ کے ساتھ اندور پہنچے۔ جہاں وزیر ٹاٹیا نے تین میل سے استقبال کیا
 شہر آئے تہنیت پیش کی۔ کچھ دنوں کے بعد اجین سے امر کا ایک وفد آیا۔ اور ان کے
 کی استدعا کی۔ آپ مع تمام اہل و عیال کے اجین تشریف لے گئے۔ اور ۲۱ شوال کو
 تمام پہنچ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد منظر علی نامی ایک مولوی اٹھے اور لوگوں کو مولوی رمضان
 صاحب کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اُجھارا۔ رات کو ایک مکان میں سب کو جمع کر کے
 تقریر کی۔ اور سب کو انتقام کے لئے آمادہ کیا۔ صبح ہوتے ہی منظر علی مع دیگر مسلمانوں کے

پراپرٹیاں اور ہر جگہ فساد شروع ہو گیا۔ تمام دوکانیں بند ہو گئیں۔ حاکم بے اختیار ہو گیا۔ کسی صورت سے قائم نہ رہ سکا۔ فوراً انگریزی چھاؤنی میں خبر کی گئی۔ پلیٹن اور رسائے پونج لوگ سب بھاگ نکلے اور منظر علی صاحب گرفتار ہو گئے۔ مقدمہ قائم کیا گیا۔ اور صبح دوام کا پیری عدالت سے فیصلہ ہوا۔ ماہ صفر جب شروع ہوا۔ تو ایک سیٹھ نے لوگوں کی دعوت کی۔ سینا سے اجازت مانگی۔ سیدنا نے کھانے کی تو اجازت دی۔ مگر تاکید فرمائی کہ گوشت نہ پکانا۔ یہ سہراؤن کا مہینہ تھا۔ اور پچو سن کا دن۔ اور نہرو بنیوں سے تعلقات اچھے رکھنے کی رت تھی۔ مگر صاحب طعام نے اس نصیحت کی پرواہ نہیں کی۔ اور اندرون مکان خاموشی کے بکری ذبح کر دی۔ سیٹھ صاحب کے دشمنوں نے حکام کو خبر دی۔ پھر تو لوگوں نے اس مکان بول دیا۔ تمام سامان لوٹ لیا۔ دیگوں کے کھانے سب زمین پر پھینک کر برباد کر دیے۔ اور مور پے تاوان سیدنا سے وصول کئے گئے۔ سیدنا نے فوراً چند لائق آدمیوں کو گوالیر راجہ کے پاس بھیجا لیکن صیرفی نے ایک سال تک مقدمہ لگا رکھا۔ یہ لوگ گھبرا گئے اور سیدنا بن و من سب حال لکھ بھیجا۔ سیدنا نے تسلی دی اور راستہ جلد صاف ہو جانے کی بشارت دی۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد صیرفی مر گیا۔ اور پھر یہ لوگ مہاراجہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ طویل گفتگو کے بعد دولت رائے مہاراجہ گوالیار نے فرمان صادر کیا کہ مہاراجہ کی مملکت میں بوسے پنے اپنے بھلوں میں ہر قسم کے ذبیحے ہر وقت کرنے کے مجاز ہیں آئندہ کوئی شخص مابغ نہ ہو پانچو پنے واپس کئے جائیں۔ سیٹھ مذکور کا جو کچھ نقصان ہوا ہے۔ وہ ادا کر دیا جائے۔ مفسدین کو مل گوشمالی دیجائے۔ اور جو حاکم اس میں شریک تھا وہ سزا دل کیا جائے۔ اور آئندہ سے پیدنا کی ہر طرح سے عزت کی جائے۔ شعبان تک آپ اسی جگہ مقیم رہے۔ روضان کو وہاں سے اسلام پورہ (راپورہ) تشریف لائے۔ ۲۵ شوال ۱۲۴۲ھ کو اسلام پورہ سے رنام آئے اور

عصر تک یہاں مقیم رہے۔ پھر بعض امور ایسے پیش آئے کہ جس کے سبب عین بارش کے موسم
 آپ نے یہاں سے کوچ فرمایا۔ ۵۰ سوار حفاظت کے لئے ساتھ تھے۔ سخت تکلیف کا
 کرتے ہوئے الرذوالحجہ ۱۲۲۱ھ میں سورت پہنچے۔ صحیح سلامتی کے ساتھ سورت پہنچے
 مومنین میں بڑی خوشی منائی گئی۔ شاعر نے یہ بدل ادیب لیب بھائی عبدالح
 علامہ سیفی نے خیر مقدم کا جو قصیدہ لکھا ہے۔ اس کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔ جس
 ناظرین کو یہ اندازہ ہو گا کہ مومنین کے جذبات کیا تھے۔

اھنی بنجیر سلامتہ من حادث
 اولم یروا الا علمہ حفظہ
 حتی اتی نصر الایہ علی
 اذ جاء من رتلام صاحب بوتیک
 وقصدت اندور الطبارکتہ اللتی
 بکرامتہ قد زاد فیہا تاتیا
 فاللذیرق بالنصاری دائما
 وجزاھم عیسیٰ المسیح وامہ
 فلقد رعو الھما منازین الھدی
 لا ذلت یازین الھدی فی فرقتہ
 وقصدت دار البعۃ الغراء فی

قد فاق منہ زماننا الرحمد
 اذ الانام لسنوۃ استصباح
 ایدی انصاری ثم جاء فلا
 العاقل المقتن الحجبا ح
 فیہا امان کامل و صلاح
 صاحب وزیر الھکمر المسراج
 اذ ودرہم للمومنین قحاح
 ثم الحواریون من ساحوا
 حق الوداد المحض و صراح
 وعلیک انھارا النعم تساح
 غر و جھک مسفر و ضاح

اس حادثہ سے جس نے ہماری زندگی تلخ کر دی تھی سلامتی کے
 ساتھ آنے پر میں مبارک باد دیتا ہوں۔ کیا لوگوں نے نہیں دیکھا کہ

خود خدا اس کا حافظ ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق کے لئے روشنی ہے۔
 نصاریٰ کے ذریعہ خدا کی مدد آئی۔ تو بھلائی (یا نجات) حاصل ہوئی
 جبکہ مسٹر پور تھوک جو عاقل اور فہمیدہ آدمی ہیں۔ رتلام سے آئے اور
 جب آپ نے اندر مبارک کا قصد فرمایا جہاں کامل امن و امان تھا
 تو مہاراجہ ہو لکر کے صاحب اخلاق وزیر نے بڑی عزت کے ساتھ
 خیر مقدم کیا۔ خدائے بڑے نفعاری کے ساتھ ہمیشہ نرمی کرے، کیونکہ زمین
 کے لئے ان کی محبت مفید ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح اور ان کی والدہ
 اور ان کے ہمراہی حواریوں کو خدا جڑا سے خیر دے۔ جیسا کہ ہمارے
 طرف سے زمین اٹھائی نے خالق حق و دستی ادا کی۔ اسے زمین اٹھادی
 تو ہمیشہ خوش رہے اور نعمتوں کی نہریں جاری رہیں۔ عزت اور شائش
 چہرہ کے ساتھ آپ نے مشہور دارالہجرت (سورت) کا قصد فرمایا۔

لارڈ انٹرنیشن صاحب نے سلامتی کے ساتھ واپسی پر مبارکباد دی۔ اور آئندہ بھی ہر موقع پر آپ
 کی حفاظت اور امداد کا گورنمنٹ کے طرف سے یقین دلایا۔ اور سورت کے کلکٹر مسٹر زومر کو
 لکھا کہ ان کا ہر طرح خیال رکھنا ۱۲۲۵ء میں بمبٹوری گورنمنٹ ناما فر نو لیس کے چشمہ سے پونہ
 کے پورہ مسجد میں پانی لائے۔ اور پھر وہاں سے لوگوں کو مفت تقسیم کیا جس کے سبب سے
 لوگوں کو بڑا آرام پہنچا۔ اس کے تمام مصارف سیدنا نے خود برداشت فرمائے۔ گورنمنٹ
 نے ازراہ عنایت لیسبلٹی کونسل میں ایک میٹ آپ کے لئے مقرر کی۔ حالانکہ کسی ہندوستانی
 کو اس وقت تک یہ عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔ مگر آنجناب نے شکر یہ کے ساتھ انکار فرمایا ۱۲۲۶ء
 میں حسب و عنیت سیدنا صدیق الدین نگر جانے کا قصد فرمایا، ۱۹ شعبان کو سورت سے

عازم سفر ہوئے۔ مولانا بدرالدین آپ کے ہمراہ تھے، پہلے کپڑو بیچ بیچے۔ ماہ ذوالحجہ
 میں روانہ ہو کر احمد آباد آئے اور دعا کی زیارت سے فارغ ہو کر سدھو درونی افرود
 جہاں قاضی خان کے مقبرہ کی زیارت کی۔ ۱۵ محرم ۱۲۳۸ھ میں یہاں سے روانہ ہو کر
 میں مقیم ہوئے۔ اور عرصہ تک اقامت گزین رہے۔ پھر مانڈوی تشریف لے گئے۔
 کے مشرکوں نے باہم متحد ہو کر سیدنا کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ ناچار سیدنا نورالدین کے
 میں جو شہر سے باہر تھا خیمہ زن ہوئے۔ تمام مومنین کا دل اس سبب سے ادا اس تھا۔
 نے سب کو تسلی اور تسفی دی۔ اسی درمیان ان مشرکوں کا ہڑا گرو تھا۔ نہایت تزک و
 سے اس کا استقبال کیا اور بڑی عزت سے شہر میں مقیم کیا۔ مگر شانِ خدا دیکھ کر چند ہی
 میں آپس کی نا اتفاقی سے نوبت جنگ کی پہنچی۔ اور آخر حکام نے بڑی توہین اور
 کے ساتھ گروہی کو شہر بدر کیا۔ سیدنا مانڈوی سے سورت روانہ ہوئے۔ ۱۳ جمادی
 کو اپنے مرکز دعوت (سورت) میں رونق بخش ہوئے۔ مایا اسمعیل اور مہبتہ اللہ کے مقلد
 محمد پور والے سب کے سب تائب ہو کر جماعت میں داخل ہو گئے۔ ۱۲۵۲ھ میں مولانا
 بدرالدین کو منصوب فرمایا۔ دس دن علیل رہ کر ۱۵ رزدوالقعد ۱۲۵۲ھ میں اس دار فانی سے
 رحلت فرما گئے۔ اور قبہ عزیزہ میں مدفون ہوئے کل سورہ برس آپ نے ہدایت فرمائی۔ گورنر
 ولیم بیٹیک ۱۲۳۲ھ آپ کے ہم عصر تھے، اور آخری عہد میں لاڈ آک لیند ۱۲۵۲ھ گورنر ہیزا
 تشریف لائے۔ اسی عہد میں بلجی کے گورنر سرجان مالکم صاحب تھے۔ جو آپ کے ساتھ بڑے
 دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ چنانچہ حادثہ ۱۲۴۲ھ سے پہلے ایک خط جو گورنر
 نے سیدنا کے نام تحریر کیا تھا۔ وہ درج ذیل ہے۔

سرجان مالکم گورنر احاطہ بلجی۔ بنام

سیدنا و مولانا طیب زین الدین (اعلیٰ اللہ قدسہ)

عاجل جناب معلیٰ اللقب فضائل و معارف
انتساب حقائق و دقائق کتاب دام عزہ -
آپ ہمیشہ کینہ زمانہ کے کید و کوسے محفوظ و مامون
رہیں۔ بے شمار تجارتات... منے کر کے مدعا پرواز
ہوں کہ محبت نامہ مورخہ ۲۴ ربیع الثانی مسرت
قرین ساعت اور ہیبت آئین وقت میں موصول
ہوا۔ چونکہ اس میں جناب کی خیریت و روح تھی
اس لئے اس کو پڑھ کر کمال درجہ خوشی حاصل
ہوئی۔ آنجناب نے ان ایام مسرت النیام کا
ذکر کیا ہے کہ جبکہ دارالسلطنت بھٹی میں دوست
حمدوح کے ساتھ میربانی وقوع میں آئی تھی۔
یہ ذکر مزید امتنان اور احسان کا باعث ہوا،
اور فقرات خواہی آمیز و شروعات محبت ہمیں
سے احسان و کرم کے دروازے کھل گئے۔ امید
کے آپ ہمیشہ اپنی خیریت و عافیت تحریر فرمایا
کریں گے۔ حق سبحانہ تعالیٰ مہربان دوست کو
سلامتی کے ساتھ رکھے۔ عزت کا زمانہ موافق مراد
کے ہو۔

جناب معلیٰ اللقب فضائل و معارف
انتساب حقائق و دقائق کتاب دام عزہ
نوارہ از جمیع مکائد دہر دون مصون و
مومن بودہ باشند۔ بوداز طے تعارف
انہایات مشہوری دارد کہ مراسلہ موزت
اجہہ محرمہ ۲۴ شہر ربیع الثانی در ساعتی
مسرت قرین و آدانی ہیبت آئین و اصل گردید
ان بھٹی بر صحت ذات بود کمال خرمی روح
بود ایام مولد سرور و بہت حاج کہ از ورود
انجناب دریں مملکت دارالسلطنت بند معمورہ
بھٹی بان دوست میربانی وقوع یافتہ بود در تم
در فلک مودت سلک نموده موجب و باعث
مزید طریقہ امتنان گردید۔ از فقرات خیر خواہی و
شروعات محبت آگاہی سبب اقتتاح ابواب
منن شدہ۔ مترعد کہ ہوا، احوالات خیریت عالمانہ
تکلی دارند۔ و حق سبحانہ تعالیٰ ان دوست
مہربان را سلامت دارد۔ ایام عزت بکام باد۔

محرم فی ۱۲ شہر جمادی الاول

۱۳۳۳ھ ہجرات مبارکہ

دستخط جان ملکم

S. d. Khan Malakam

سورت میں آپ کی تشریف آوری سے نہ صرف مومنین کو خوشی ہوئی۔ بلکہ طالب علموں کے اس سے زیادہ سرت ہوئی کیونکہ آپ کے وجود باوجود سے مدرسوں میں بڑی رونق آگئی مشہور ہے کہ جس قدر طالب آپ کے عہد میں جمع ہو گئے۔ اس سے پہلے کبھی اس قدر جمع نہیں ہوئے۔ ان سب کے اخراجات کا بار خود اٹھانے تھے۔ لیکن آپ کے عہد کا مشہور اور قابل قدر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے تعلیمی اصلاحیں بڑی نکتہ رسی کے ساتھ فرمائیں۔ آپ نے تعلیمی قوانین بنائے وہ آج تک مروج ہیں۔ اور میرے خیال میں تمام مسلمانوں کے لئے قانون تقلید ہیں۔ سب سے پہلے نصاب تعلیم تیار کیا۔ پھر قواعد تیار کئے۔ کچھ قواعد اساتذہ کے اور کچھ طلبہ کے لئے تاکہ استاد اور شاگرد اپنے اپنے حصے کے اندر رہیں۔ مثلاً

(۱) استاد نصاب مقررہ کے علاوہ کوئی کتاب نہ پڑھائے۔

(۲) طلبہ بھی نصاب کے علاوہ دوسری کوئی کتاب نہ پڑھیں۔

(۳) استاد کی جو ڈگری ہے اس سے اوپر کی تعلیم نہ دے۔

(۴) کتب ظاہرہ بھی بغیر اجازت نہ پڑھے نہ پڑھائے۔

(۵) غیر مستحق لوگوں کو کسی قسم کا علم نہ دے۔

(۶) معلم خود بھی قوانین پر عمل کرے۔ اور متعلم سے بھی عمل کرائے۔ وغیرہ وغیرہ

سہ روز تہ البہیہ ۱۳۳۳ھ فادری پریس جیل پور

تعلیم کے متعلق آپ کے ذریعہ خیالات میں سے بعض فقرے یہ ہیں۔

علم ایک قیمتی چیز ہے۔ حتیٰ الامکان اس کو ہر
 طرح سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ اس کو اہل
 کے سوا غیروں کو دے کر ضائع نہ کرنا چاہیے

ان العلم ہی قنیۃ نفسانیہ خطیرۃ
 ہی بان اتصال حق صموئیل جاید
 ایسوخ ان یبذل شیئ منہ الا
 عدلہ وینبغی ان یبقی منہ سیرالا
 متخفا العارفین بفضلہ

آپ کا ارشاد ہے کہ کتب تاریخ بھی غیر مستحقین کو نہ پڑھانا چاہیے۔ نہ خود ان کو
 سنا چاہیے۔ اسی طرح دعوت حقہ کی دوسری کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔ چنانچہ ارشاد
 لائے کہ

عیون الاخبار اور نرمنہ الافکار بھی نااہلوں
 کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اور اس میں
 اجازت کی حاجت ہے۔

کتاب شیون الاخبار و نرمنہ
 افکار فادھا کتب غیر مباحثہ بغیر
 ساقطہا، وھی ایضا محتاجتہ الی
 استخراج الاذون فیہا۔

اور آخری ناظر فیصلہ آپ کا اس کے متعلق یہ ہے کہ

علوم ظاہری اور باطنی میں سے کسی کتاب کا دیکھنا
 تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ جزا اس کے
 کہ ہم تم کو اجازت دیں۔

لین لک ان تتعرض لکتاب من لظاہر
 الباطن فاند لا فسیح لک فیما بقی من
 لکتاب البتہ الا ان ترفع الینافی ذالک
 م تعلم علی ما یزوبہ الجواب الیک۔

کے قوانین زینب قلمی

ایک دن آپ کو سیدنا سیف الدین قس کی وصیت یاد آگئی اور آپ نے یعنی مولانا بدر الدین کی شادی خانہ آبادی اپنی صاحبزادی سے کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد اپنی دختر نیک اختر امۃ اللہ آئی صاحبہ سے مولانا بدر الدین کی شادی کر دی اور ساتھ ہی اس کے دو بیٹے صاحبزادوں مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالحمید الحسین کی بھی ساتھ ہی ساتھ شادی سرانجام دی۔ اس شادی میں کوچہ و بازار کی کافی آرائش کی گئی تھی۔ شب گشت میں لوگوں کا اژدہام تھا۔ طبل اور تاشا کا معقول انتظام تھا۔ مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ بڑی سے لذیذ کھانے کھلائے۔ اور تمام مومنین کو حسب حیثیت خلعت سے سرفراز فرمایا۔ لوگوں کو انعام و اکرام سے عمالاً مال کر دیا۔ چنانچہ ایک رسالہ میں آپ نے خدا کا شکر یہ ادا کیا کہ جس کے چند فقرات مندرجہ ذیل ہیں۔

”رب الارباب (خدا) کا مملوک آل محمد پر ہر آن احسان اور فضل ہے۔ کہ ایک نعمت کے بعد دوسرے نعمت عطا کرتا رہا۔ مملوک آل محمد ہر لحظہ معبود حقیقی کا شکر بجا لاتا ہے۔ جس وقت سے دعوت حقہ کا امر میرے ہاتھوں میں آیا۔ خدائے تعالیٰ کی نظر رحمت مملوک آل محمد پر سفر اور حضر ہر حال میں رہی۔ مالوہ کے سفر میں بھی دشمنوں کو نیچا دیکھنا پڑا اور مملوک آل محمد دعوت و احترام کے ساتھ دارالہجرت سورت پہنچا دیا گیا۔ اسی طرح یہ شادی خانہ آبادی بھی اتمام کو کھن و خوبی اس کے فضل و کرم سے پہنچی اور میری کن آر زو پوری ہوگی۔ الخ“

بعض مخالفین اس شان و شوکت کے ساتھ شادی کرنے پر اعتراض بھی ہوئے اور اسراف کا لگایا۔ لیکن دعوت حق کے بعض علماء نے اس کا دندان شکن جواب بھی شائع کیا۔ جس سے ہرگز

ادب و شہنشاہی نظر آنے لگی۔ آپ ہی کے ہمد میں سیدی ہیبتہ اللہ جمال الدین عہدہ "ماذون" سے
 رزق تھے۔ اور عہدہ وزارت میاں صاحب عبدالقیوم صاحب بن شرف علی کے سپرد رہا۔

۱۸۳۶ء داعی (۱۲۶) سیدنا محمد بدر الدین بن سیدنا

عبد علی سیف الدین

محمد نام، بدر الدین لقب، بن سیدنا عبد علی سیف الدین۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ
 کی ولادت ہوئی۔ آپ سات سال کے تھے کہ سایہ پدیری آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ مولانا عبدالدین
 نے زیر سایہ رکھا۔ پھر علوم حقائق کی تعلیم سیدنا طیب زین الدین نے خود دی۔ اور مولانا عبدالقادر
 دین گو کہ کمالات میں آپ کے مساوی تھے، لیکن تحت دعوت آپ ہی کے سپرد کیا۔ مالوہ کے
 رئیس بعد لیلۃ القدر سیدنا زین الدین نے مولانا عبدالقادر کو نجم الدین اور مولانا محمد کو بدر الدین
 نب عنایت فرمایا۔ ۲۷ رجب ۱۲۲۵ھ میں سیدنا بدر الدین کو اس الحدود بتایا گیا۔ کچھ دنوں
 بعد مکہ میں ہوئے، پھر ماذون بنائے گئے۔ ۱۵ ارڈو القعدہ ۱۲۵۲ھ بمقام ۲۶ سال اس رتبہ جلیلہ
 نائز ہوئے۔ آپ کے مناقب میں یہ بات تحریر ہے کہ جب سیدنا زین الدین نے
 کو منصوص بنایا تو آپ نے بڑی عانی سوسلگی سے عرض کیا کہ آپ کا لڑکا سیدی نجم الدین مجھ سے
 ارادہ لائق ہے۔ اس لئے منصوص ابرا کو ہونا چاہیے۔ سیدنا زین الدین نے ارشاد فرمایا کہ
 لچ میں لے کیا ہے، وہی صحیح ہے، مگر تمہارے بعد نجم الدین ہوں گے۔ ابتداء سے ہمد میں ۱۹ محرم
 ۱۲۵۲ھ کو بمقام سورت ایسی آگ لگی کہ تین دن تک فروز نہ ہو سکی۔ یہ آگ ایک پارسی کے

۱۹ محرم ۱۲۵۲ھ کو ایک پارسی کے گھر سے یہ آگ شروع ہوئی۔ اور

مگر سے شروع ہوئی۔ جس میں آپ کو بھی سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اس آتشزدگی میں دعوت سے بہت سی کتابیں جل گئیں۔ پورہ محلہ برباد ہو گیا۔ اور خاندان کی اکثر اشیاء خاک سیاہ ہو گئیں۔ آپ صابر و شاکر رہے۔ بہت دستقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ شکر کرتے رہتے۔ تاپتی جل

یسی آگ لگی کہ لوگوں کا اپنی جان بچانا بڑی کامیابی سمجھی جاتی تھی۔ پہلے دائیں طرف کے شہر کا مکان جلنا شروع ہوا۔ ۲۰ محرم کو داد دیوں کے محلوں کو جلانا شروع ہوا۔ دوپہر تک بڑی مشکل سے اس کو خاموش کیا گیا۔ پھر بائیں طرف آگ لگی اور زوال کے وقت تک شروع پر تھی، بہت کوشش کی گئی کہ کسی طرح فرد ہو مگر ناممکن ہو گیا۔ دعوت کے صلے میں پہلے نکال لئے گئے۔ پھر دوسری کتابیں بھی بچانی گئیں۔ باقی دوسرے خزانے اور سامان وغیرہ سب نذر آتش ہوئے۔ ان کا بچانا محال تھا۔ عورتوں اور بچوں کو بڑی مشکل بچایا گیا۔

اس کے بعد تو پھر آگ نے اس تیزی سے جلانا شروع کیا کہ کسی کی کہاں کہاں جوت بھی پٹک سکے۔ تمام پوروں کے مکانات بلکہ سارا محلہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ تقریباً سب مکانات جل گئے۔ زیادہ تر شرفاء سورت، اور صراف اور بڑے بڑے تجار کے مکانات تھے۔ ۲۱ کی نصف شب کو آگ ٹھنڈی ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد طغیانی سے پھر سورت کی تباہی ہوئی۔ اس میں تمام شہر کے مومنین نے امداد دی۔ مگر خصوصیت سے اسلام پورہ کے لوگوں نے سب سے پہلے اور بڑی خاصی امداد دی۔ چنانچہ ملا جیوا بھائی بن عبدالقادر ایک لاکھ روپے کے ساتھ سیدنا کے خدمت میں حاضر ہوئے۔

گئے۔ مدرسہ بھی جاری وہیں کیا۔ ۹ شعبان ۱۲۵۳ھ کو پوزہ تشریف لے گئے اور مع خاندان اور
دفتہ کے اہلکاروں کے اس وقت تک وہاں مقیم رہے جب تک کہ سورت میں حسبِ غرض
تیار نہ ہو گئے۔ داخلہ پوزہ کے وقت انگریزی سرکار نے بڑا استقبال کیا۔ اور یہ پہلا سرکاری
استقبال ہے۔ اثنا قیام میں گورنر نے متعدد بار ملاقات کی۔ اور چار گھوڑے کی سواری پر نکلنے
ازت دی۔ ۱۹ اشوال ۱۲۵۴ھ میں باستدعا، مومنین سورت تشریف لاتے ہوئے پہنچے۔
سرم کو بھٹی سے روانہ ہوئے۔ ۲۸ محرم ۱۲۵۵ھ کو سورت پہنچے۔ اور سورت کے مومنین
لکریا لائے۔ واپسی سورت پر اپنے والد صاحب کی تقلید کرتے ہوئے، مسجد اور عربی مدرسہ
(دفتر) کی عمارت اپنے اخراجات سے تیار کرائی۔ دوسروں کے بھی مکانات بہ کثرت
کے۔ جس میں اپنی ذات سے بھی صرف کیا۔ اور پبلک فنڈ (خزانہ دعوت) سے بھی لوگوں کی
کی جس کے سبب سے فنڈ مقروض ہو گیا، اور اس کی ادائیگی میں بڑی زحمت برداشت کرنی
آپ کے ہمہ میں سیدی بہتہ اللہ جمال الدین مازون کے ہمدہ پر ماسور رہے۔ ذوالفقہ
۱۲۵۵ھ میں باوجود ان مصائب کے شاہزادوں کی شادی بڑی تزک سے کی۔ آپ کا خاندان
بھارمل کے سلسلہ نسب میں نسلک ہے۔ آپ خاندان بدر کے (بن مولائی راج، نویں
نسری داعی ہیں۔ اور سلسلہ الدعوت العالیہ کے لحاظ سے آپ کی ذات ۴۶ مقدس
ماہے۔ محرم ۱۲۵۶ھ کے مجالس میں مولانا نجم الدین کے متعلق جب ذکر آیا تو ناصی منہوس کے
کی جس طرح بیان کرتا ہے اسی طرح آپ کی توصیف کی۔ ۲۹ جمادی الآخر ۱۲۵۶ھ میں بمقام
تاس دارقانی سے کوچ فرمایا۔ اور قبہ عزیز میں مدفون ہوئے۔ تین برس، سات ماہ،

پندرہ روز کی بیماری تھی۔ اور آخری ایام اس کی بڑی شدت تھی۔ بعض روایت میں ہے کہ الماس کا آٹا
کی نے کھا دیا تھا۔ جس کے سبب اچانک شدت ہوئی۔ اور نہ کچھ حالت یومی کی نہیں تھی۔ (موسم بہار ۱۲۵۶ھ میں)

۱۵ دن رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ شیخ عبدالعلی شیخ عبدالقادر ایک بڑے فاضل بزرگ تھے۔ اور آپ ہی کے ہمد میں حکیم اشاعت دین و علوم میں معروف تھے۔ سیدنا کی وفات حسرت آیات کے بعد محترمہ مریم بی بی آئی صاحبہ نے آپ کے عرس کے لئے ایک جائداد وقف کی۔ میاں صاحب عبدالقیوم صاحب اس ہمد میں بھی ہمدہ وزارت پر فائز رہے۔ لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل ہند آپ کا ہم عصر ہے۔

داعی (۱۳۷) سیدنا عبدالقادر رحمہ الدین بن طیب بن الدین

۱۸۴۵
۱۸۸۵

آپ کا نام عبدالقادر، مخم الدین لقب، ابو محمد کنیت ہے۔ ابن سیدنا طیب زین الدین اور موجودہ داعی (۱۳۷) سیدنا طاہر سید الدین کے جدا مجد ہیں۔ سیدنا محمد بدر الدین کے ہم سبق اور فضائل میں مساوی۔ علوم و فنون ظاہری اور باطنی کی تکمیل مولای عبد علی محمد والدین سے کی۔ ۱۲۵ھ میں آپ نے تحت دعوت پر متکلم ہو کر مومنین کو مسرور فرمایا۔ چونکہ آپ بہت بااخلاق تھے۔ اس لئے ہر شخص سے ملتے جلتے۔ چنانچہ اپنے ذاتی اخلاق کے بدولت گورنمنٹ کے ساتھ تعلقاً میں بے صدا ساٹھ ہوا۔ ہزار کلسنی سر بارٹل فرے ای نے سرداران دکن میں آپ کا اول درجہ قرار دیا۔ اور قانون اسلور سے آپ کو مستثنیٰ قرار دیا۔ اور سول کورٹ میں آپ کی حاضری بھی غیر ضروری قرار دی گئی۔ اور یہ امتیاز اب تک موجود ہے۔ اور آپ کے جانشین اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آپ سخی بھی تھے۔ حاجت مندوں کی حاجت برآری اپنا فرض منضی سمجھ کر کرتے تھے۔ غالباً اس قسم کے اسباب کے بدولت دعوت فتنہ جو پہلے ہی سے متروض تھا۔ اور زیادہ مفرد من ہو گیا۔ اور باوجود انتہائی جدوجہد کے بھی ادائیگی کی کوئی سبیل نہ نکل سکی۔ چنانچہ ۱۳۷ھ

جانڈا درہن رکھنی پڑی۔ آپ کا مہدی بفضلہ ۴۶ برس رہا۔ آپ کے عہد کا قابل ذکر پہلو
 کہ اسی عہد میں بوہرے (داؤدیہ) غیر ممالک میں بغرض تجارت پھیل گئے۔ اور بڑا کثیر منافع
 لے کر واپس وطن ہوئے۔ جس سے اس قوم کی ثروت اور دولت میں بہت اضافہ ہو گیا۔
 ان کی مالی حیثیت اچھی اور درست ہو گئی۔ معاشرتی اہمیت بھی پیدا ہو گئی۔ انتظامی دور
 بننے بہت کئے۔ جہاں جہاں آپ پہنچے، گورنمنٹ اور پبلک نے ہر جگہ آپ کا شاندار
 مال کیا۔ ڈبلو، ای، فیرین صاحب ایجنٹ گورنر مقیم سورت نے آپ سے ۱۸۵۱ء میں
 لیا تھا کہ آباؤ اجداد کہاں سے آئے، آپ کون ہیں، یہاں کب آئے، کیا کرتے ہیں۔؟
 داؤدی بوہروں کے مفصل حال کا طلبگار تھا۔ سیدنا نے اس کے جواب میں بزبان فارسی
 فرمایا تھا۔ اس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔ اس خط کی بیشتر باتیں وہی ہیں جو ہم اوپر تحریر
 ہیں۔ اس لئے درحقیقت اس خط کے نقل کی حاجت نہیں تھی۔ مگر مومنین کے لئے سیدنا
 تبرکاً مندرجہ ذیل سطور میں تحریر ہے۔

خدمت جناب ڈبلو، ای، فیرین صاحب ایجنٹ ٹودی گورنر مقام سورت
 بعد از سلام واضح رائے عالی ہو کہ آنجناب کا فارسی خط مرقومہ ۱۰ ارما، رداں اور
 دفتر کا مورخہ ۳۰ جولائی ۱۸۵۱ء صادر ہوا۔ میں بخوشی آپ کی خواہش کو جو بذریعہ
 خطوط مذکور کی گئی ہے۔ پوری کرتا ہوں۔ یہ میرے لئے نامناسب ہو گا، کہ میں
 اپنے خاندان اور اپنے بزرگوں کا ذکر شاندار الفاظ یا تعریف کے ساتھ کروں لیکن
 حسب خواہش آنجناب کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ ۱۸۵۱ء میں میرے بزرگوں کا مد
 مقام بین تھا۔ ان کے القاب اور عہدوں کا تذکرہ اور حالات مامینہ، تاریخ مصر و
 عرب سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اس کا اعادہ کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

سند مذکورہ میں میرے ایک بزرگ مین سے ہندوستان آئے۔ ان کی عرض یہ
 تھی کہ ہمارے فرقہ کا مذہبی حال دیکھیں! اور دوسرے لوگ بھی اس فرقہ میں داخل
 کئے جائیں۔ اس لئے میں ان کے ہند میں آنے کے بعد کا تذکرہ کروں گا۔ احمدآباد
 پہلا شہر ہے جہاں میرے بزرگوں نے اول سکونت اختیار کی، چونکہ شاہزادگان
 زمانہ اکثر بدروش ہوتے تھے، اس لئے ہمارے بزرگوں نے اپنی مذہبی پاک
 حیثیت کی وجہ سے ایسے لوگوں کے ملنے جلنے سے احتراز کیا۔ اور گوشہ نشینی کی
 زندگی کو ترجیح دی۔ باوجود ان باتوں کے اگر کوئی شہزادہ یا راجہ دوستانہ خیال
 سے ہاتھ بڑھاتا تھا، تو یہ لوگ بھی پیچھے نہیں رہتے تھے۔ ۱۰۰ھ میں میرے بزرگ
 لاہور گئے تھے۔ وہاں اتفاقاً شہنشاہ اکبر بھی وارد تھا۔ اس نے ان لوگوں کا حال
 سُن کر اپنے دربار کے چند امراء کو بھیجا کہ ملاقات کا وقت مقرر کریں، اس ملاقات
 میں شہنشاہ ان لوگوں سے نہایت عزت کے ساتھ پیش آیا۔ اور ایک چاندی کی
 پالکی اور خلعت بھی بخشا۔ بعد ازاں میرے بزرگوار لاہور سے احمدآباد آئے۔ اور
 ۱۰۶۵ھ تک وہیں مقیم رہے تقریباً ۶۶-۶۵ھ کے ہمارے بزرگ مع اہل و
 عیال جام نگر، اور کچھ بچے چلے گئے۔ کیونکہ ان مقامات کے راجوں کے ساتھ ہمارے
 دوستانہ تعلقات تھے۔ اور اسی سبب سے ہمارے بزرگوں اور راجوں کے ملاقاتیں
 ہوتی رہتی تھیں۔ جس وقت دونوں ملتے اس وقت دو مسدیں ہوتیں، جس میں سے
 ایک پر راجہ اور ساتھ ہی دوسرے پر ہمارے بزرگ بیٹھتے۔ ۸۵ سال تک یہ صدر
 مقام رہا۔ ۱۱۵ھ میں انھوں نے اپنی سکونت اجین کو منتقل کر دی۔ اور وہاں ۲۳
 سال تک مقیم رہے۔ اس مقام پر مہاراجہ ہولکر اور سندھیوں سے تعلقات پیدا ہوئے

جو نہایت تعظیم سے پیش آتے تھے۔ ہمارے بزرگ ہمارا جہ سندھیا کے ساتھ ایک ہی سند پر بیٹھا کرتے تھے۔ سندھیا سے نہایت دوستانہ تعلقات قائم رہے اسی دوران میں شاہ عالم بادشاہ دہلی نے عہدت الامراء کا خطاب مرحمت کرتے ہوئے، ایک سند دی، اور اس جگہ کی قضاوت کے ساتھ ایک پیش قیمت خلعت بھی مرحمت فرمایا۔ اس قضاۃ نامہ کی ایک نقل آپ کے دفتر میں اور اصل میرے پاس ہے۔ مذکورہ بالا زمانہ کے بعد وہ لوگ اجین سے برہانپور چلے گئے۔ اور چند دنوں تک وہاں مقیم رہے۔ برہانپور سے پونہ ہوتے ہوئے وہ سورت کو آئے۔ جب پیشوا مادھوراؤ اور اس کے وزیر نانا فرانس نے سنا تو دونوں ایک بڑی جماعت کے ساتھ استقبال کے لئے آئے، اور پونہ کو لے گئے۔ پیشوانے اپنی مہمان نوازی کی اور موضع گنزی بیاؤ جو قریب احمد نگر کے ہے اندر پیش کیا۔ میرے بزرگوں نے انکار کیا۔ پیشوانے انکار کو خلاف اخلاق بتا کر قبول کرنے پر مجبور کیا۔ چار دن کے بعد انہوں نے پیشوا کے وزیر کو مدعو کیا، جو برہمن ہونے کے سبب ہمارے ہاتھ کا پکایا ہوا نہیں کھا سکتا تھا۔ اس بہانہ سے ہمارے بزرگوں نے موضع مذکور کو نوبت خانہ وغیرہ کے اخراجات کے لئے نذر کر دیا۔ پونہ کے پٹھان لوگوں نے ہمارے فرقہ کے خلاف فساد کیا۔ منشی محمد حنیف اور مشرک مست جی سوڈی نے لارڈ افسٹن کو جس وقت بمبئی کا گورنر تھا اس امر سے مطلع کیا۔ گورنر مذکور نے پیشوا باجی راؤ کو ایک خط لکھا، اور اس میں امر کی تاکید کی کہ پونہ کے پٹھان کسی طرح سے بوہرہ جماعت کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اور ہر طرح سے ان کی حفاظت کی جائے۔ پیشوا اس حکم کے مطابق وزیر ترمبک ٹامیکا

کو حکم دیا کہ فوراً دور جنت لے کر ملا صاحب کے یہاں پہنچو، فوج کی کمان نائب سر
 موصافٹ کے ہاتھ میں تھی۔ یہ لوگ دو روز تک جب تک کہ فساد جاری رہا موجود
 رہے۔ ۱۳۰۰ھ میں جب لارڈ افسٹن کے بنگلہ میں چوری ہو گئی، تو اس میں
 کچھ جائداد اور کچھ سرکاری کاغذات بھی تھے، گورنر مذکور نے پشوار اعظم کے نائب کو
 طلب کیا، جو فوراً گورنر کے پاس پہنچے۔ اس نے نائب مذکور سے کاغذات کے
 چوری جانے کا حال بیان کیا۔ اور درخواست کی کہ وہ کاغذات کی سرغرمانی میں
 گورنر کا ہاتھ بٹائیں۔ گورنر نے یہ بھی کہا کہ جو شخص پتہ لگائے گا۔ گورنمنٹ اس کی بہت
 ممنون ہوگی۔ اور جو قسم کاغذات کے بدلے میں طلب کی جائے گی گورنمنٹ دینے
 کو تیار ہے۔ نائب مذکور نے فوراً اپنے آدمی چہار جانب روانہ کئے، کہ گتہ کاغذات
 کا پتہ لگائیں۔ سخت دقت کے بعد کچھ کاغذات وغیرہ دستیاب ہوئے، جو کاغذات
 دستاویزیں، کتابیں، جمل کی گینیں وہ چار گاڑیوں میں سما سکیں۔ وہ سب گورنر
 مذکور کے پاس ارسال کر دی گئیں، وہ بہت شکر گزار ہوئے۔ دو مہرے دن گورنر
 مع دیگر افسران و ارکان نائب کے پاس تشریف لائے، جنہوں نے سب کی
 اچھی طرح خاطر مدارات کی۔ شکر یہ کہ بعد گورنر نے ان اخراجات کی تفصیل مانگی
 جو سرغرمانی میں ہوئے تھے۔ نائب نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ ایسے اہم
 کاغذات کی سرغرمانی میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن کچھ خسرت آجخاب سے نہیں
 لینا چاہتا۔ گورنر نے خدمات کے عوض ایک موقع بطور انعامی جاگیر کے پیش کیا۔
 اور سیدنا کا نام سرداروں کی فہرست میں داخل کرنا چاہا۔ نائب نے ہر دو کو
 لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم لوگوں کا سلسلہ مذہبی ہے۔ اور کسی سے کچھ لینے

کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی خواہشات کے تابع ہو جائیں۔ ہم اسی پر قانع ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے درمیان تعلقات دوستانہ قائم رہیں۔ ہمیں مال یا جاگیر درکار نہیں ہے۔ واقعہ مذکورہ کے بعد سے جس قدر افسر گورنمنٹ کے آئے، خواہ تبدیل آب دہو یا کسی سرکاری کام سے، وہ سیدنا سے ضرور ملاقات کرتے، سردار اور ہندوستانی شرفاء بھی ملنے آئے لگے۔ اس وقت سے اب تک گورنمنٹ سے ہمارے تعلقات خوشگوار رہے ہیں۔ مسٹر او مز سے لے کر جتنے ایجنٹ ہوئے ہیں، وہ جب کبھی اس شہر میں آتے، تو ہمارے یہاں ضرور تشریف لائے، سر جان مالکم صاحب جب سورت آئے، تو انھوں نے بھی میرے مکان پر آکر ملاقات کی۔ اور کہا کہ اگر آپ کی کوئی خواہش گورنمنٹ سے ہو تو فرمائیے، لیکن ہمارے طرف سے جواب دیا گیا کہ کچھ نہیں۔ ہم جاگیر دار ہو کر گورنمنٹ کے دست نگر نہیں ہونا چاہتے ہیں۔ ہم کو صرف اس قدر چاہیے کہ سرکار اس وقت تک جو ہربانی ہم پر کرتی آئی ہے۔ اسی طرح آئندہ قائم رہے۔ ۱۲۲۳ء میں میرے والد ماجد مالوہ تشریف لے گئے تھے، اس وقت "منڈسور" میں فساد ہو گیا گورنمنٹ کے جانب سے میرے والد کی اس وقت حفاظت کی گئی۔ اس کے تفصیلی حالات گورنمنٹ کے کاغذات میں موجود ہیں۔ ایک دستہ فوج کا زیر کمان کمپن بونٹھوک 'اندور' کے رزیدنٹ نے دے کر میرے والد کی حفاظت کی، اسی طرح فوج نے اپنی حفاظت میں اُجین تک پہنچا دیا۔ اتفاق سے یہاں بھی فساد ہو گیا اور رزیدنٹ اندور نے رجمنٹ اور توپ خانہ مدد کے لئے روانہ کیا۔ جب میرے والد سورت آئے لگے تو اندور کے افسروں نے پچاس سوار اور رسالہ پیدل کا ان کے

ساتھ کر دیا۔ ہمارے خاندان کو اس قسم کی امداد خواہ سفر میں ہو یا کسی جگہ میں ہمیشہ دی گئی ہے۔ جب کسی غیر ملک یا غیر جگہ کو جانے لگے ہیں تو گورنمنٹ نے اپنی جانب سے خطوط ہم لوگوں کو عنایت کئے ہیں۔ جس سے برطانوی قونصل ہماری حفاظت کرتے تھے، راستوں میں مختلف مقامات کے افسر ہیں ہمیشہ آسانیاں ہم پہنچاتے ہیں، ۱۸۵۶ء کے ابتدائی زمانہ میں ہنر ہاٹھیس راجہ گماٹیکو اور بھیجے جاتے ہوئے۔ سورت آئے انھوں نے مجھ سے ملنا چاہا۔ میں نے قبول کیا۔ اور وہ میرے مکان پر مجھ سے ملے اور میں نے بھی حسب شان راجہ صاحب کی خاطر مدارات کی، ہم دونوں ایک ہی سب پر بیٹھے، یہ سورت میں سب لوگوں کو معلوم ہے۔ اس وقت تک جو دوستی قائم رہی ہے، اور ایٹ انڈیا کمپنی سے لے کر آج تک جو ہر بائیاں ہم پر کی ہیں۔ امید ہے آئندہ بھی ویسی ہی جاری رہیں گی۔ ان کی ہر یہ ہے، الخ

داعی الی اللہ
ابو طیب بن
داعی اجل زین الدین

سیدہ وزیرہ آئی صاحبہ کو حدیث کا درجہ عطا ہوا۔ اور سیدی عبدالحسین حسام الدین رام بنائے گئے۔ سیدی حسام الدین ماڈون۔ اور سیدی بدر الدین مکارم ہوئے۔ سیدی ہسین جمال الدین آپ کے عہد تک ماڈون کے عہدہ پر مقرر فرما رہے۔ اور مولانا عبدعلی عماد الدین مکارم تھے۔ اور قلمدان وزارت میاں صاحب عبدالقیوم کے سپرد رہا۔ پھر ۱۸۶۱ء میں آپ کے وزیر

بان الدین تھے، جو موجودہ داعی سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین کے پدربزرگوار ہیں۔ اور
 میر کے نائب "داؤد بھائی" تھے۔ ۱۳۵۶ھ میں بعد سیدنا بدر الدین جب سورت میں آگ
 لگی تو آپ نے سب مال اسباب چھوڑ کر اپنے کو خطرہ میں ڈال کر کتب دعوت کے بچانے میں
 جدوجہد کی۔ آپ کے ساتھ طلبہ کی ایک جماعت بھی مددگار تھی۔ سب سے زیادہ مدد آپ کو
 امر زمان میان صاحب ولی محرم صاحب نے دی۔ اگر آپ نے اس وقت کرمیت نہ باندھی
 تھی تو دعوت ہادیہ کی بے مثل کتابیں آج دنیا سے ناپید ہوتیں۔

آپ کی توصیف میں علماء نے عربی، فارسی اور اردو میں بے شمار قصائد لکھے ہیں
 جن قصائد کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

جان لو کہ وہ آل محمد کا داعی ہے اور ایسا
 چراغ ہے کہ دین کا فخر اس سے روشن ہے۔
 اما کی طرف سے بذریعہ نفس وہ داعی ہے جیسا
 کہ ظاہر ہے۔ ن ارق سے کہ پانچ اور دس
 والا ہے (نجم الدین قادر)
 ہر داعی کی حد اس تک ختم ہو جاتی ہے اور نظم
 کئے ہوئے نصوص (ہوتیوں کی طرح) بکھیرے
 گئے ہیں۔

نجم الحق الدین کے فضائل میرے قلم در زبان
 کے احاطہ سے باہر ہیں۔ بدر الدین بن زین الدین
 کا خلیفہ ہے جس کو فخر اور بزرگی گھیرے ہوئے ہے۔

۱۰۹۰ داعی آل محمد
 سراج بہ قضا من دینہ قہر
 النفس داعی من امام کا بدنی
 بان وق فہو خمس و ذراع عشر
 یہ انتھی من کل داع و مرشد
 نصوص کنظم قدس دارہ الہ نشر
 ماہل نجم الدین الحق ما حوی
 مقالی فلا عدا تھا ولا حصر
 یفتہ بدر الدین نجبتہ زینہ
 یحیط بہ مجد یحفا بہ فخر

۱۳۹۶ء میں ایک مجلس شوریٰ قائم ہوئی تاکہ امور دعوت مشورہ سے انجام پائے
 سیدنا کی اطلاع بغیر قائم ہوئی تھی۔ اس لئے اس کا قیام ہو کر رہ گیا۔ آپ سے پہلے
 کے کھانے کے لئے کسی خاص مکان کا انتظام نہ تھا۔ آپ نے اس کا معقول انتظام فرمایا
 کے لئے جماعت خانے تعمیر کرائے۔ سب سے پہلے غالباً راپنورہ میں بنایا گیا۔ آپ
 میں مسجدیں بھی بہت تعمیر ہوئیں۔ کراچی بلکہ کل سندھ کے مومنین کی اصلاح ملاحظہ
 کے توسط سے آپ ہی کے ہمد میں ہوئی۔ فقہی و تاریخی کتب کے تراجم گجراتی زبان میں
 جس سے عوام نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ دعاۃ ہند میں پہلے داعی ہیں کہ مکہ معظمہ کی زیارت
 مشرف اور فریضہ حج سے فارغ ہوئے۔ واپسی پر مولائی عبد علی عماد الدین نے مندرجہ
 آپ کے توصیف میں فرمائے۔

حویت با بچم مالک یحویہ ارم

داعیوں میں اگرچہ اعلیٰ مرتبہ کے لوگ

من الدعایۃ وان جلو وان کہ مو

مگر تیرے سوا کسی کو حج کا شرف حاصل

ان الملکادم دارانت سناکنہا

تیرا گھر بزرگیاں ہیں جس میں تو رہتا ہے

وما الغیورک فی دھلیزہا قدم

تیرا غیر اس کے دھلیز میں بھی قدم نہیں

سکتا ہے۔

مکا مرد دعوت مولائی عبد علی عماد الدین صاحب نے ایک قصیدہ اردو زبان میں
 فرمایا ہے۔ یہ قصیدہ اس لئے بھی قابل نقل ہے کہ داؤدیہ بھروں میں جو شعرا گزرے
 ان میں سے یہ ایک تیرھویں صدی کے آخر کا نمونہ ہے، یعنی اس سے کم از کم یہ
 ہو جاتا ہے کہ اس قوم میں سے بعض نے اردو زبان پر کسی قدر قدرت حاصل کی تھی

(شعر)

دنی عجیب زور کی ہے تیری یہ جادو بینی
 برے دندان کی حقیقت ہو یہ تمبشیل نمود
 نت الخلد کے پھل پھول سے دیتی ہے خبر
 چشم مارے ہے تو لب زندہ کرے ہر جان کو
 ہیں معلوم کہ آفت ہے بلا ہے کیا ہے
 تیری ہیکل مہوش کی صفت ہے بس ہے
 ولت حسن کا گل رو ہے خداوند عظیم
 ہے ثریا کے اور شہ کی بزرگی کا مقام
 ست میں ابر کے ہے تیری کرم افشانی
 ل عالم ہے تیرے چہرہ گلگوں پہ فدا
 یں دو عالم کے شہنشاہ امام طیب
 ہے نت مرے او پر شاہ کا احسان عمیم
 آپ کے ابتدائی عہد میں ایک بات قابل ذکر ہے، یعنی بعض لوگوں نے یہ سوال اٹھایا کہ
 پ منصور نہ تھے، حالانکہ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ سیدنا
 برالدین نے منصور کو فرمایا تھا۔ لیکن خیال یہ تھا کہ رجب کی بہتر تاریخوں میں اس کا اعلان
 سب دستور دعا کر دیا جائے گا۔ لیکن اچانک موت سے اس دستور پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔

جان شیدا یہ تیرے آہ رے کیا ان سے ہی
 اس لئے در ہوا پیدا، نبی میرے کی کنی
 یہ تیری گل دہنی، اور تفاح ز قنی
 واہ یہ کشتنی، اسے واہ سے یہ زندہ کنی
 یہ تیری گردشی آنکھیں یہ تیری ملک زنی؟
 ہم نے ایسی تو تیرے غیر میں دیکھی ز سنی
 دولت حلم کا بیون نجم الدین مولا ہے دھنی
 پئے تعظیم ہے خم پشت، یہ چرخ کہنی
 یہ جبین ماہ کے چمکے ہے تیرا نور سنی
 جس طرح گل پہ فدا ہوتا ہے مرغ چینی
 ان کی ہے آج باطلاق تمین کار کنی
 میں بھی ایک عبد علی، شاہ کا ہوں عبد دنی

سہ غالباً "پلک زنی" ہوگا۔

لیکن کسی دستور یا رسم کے ترک سے دینی امور میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور نہ دینی امور کئے جاسکتے ہیں۔ اسی عہد جدید میں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنے سے اصل مسئلہ روشن آئے گا۔

(۱) ہمیشہ دعا کا دستور رہا کہ اپنے منصوص کا ذکر مختلف طریق سے مختلف اوقات رہتے تھے۔ اسی اصول پر سیدنا بدرالدین بڑے توصیف کے ساتھ اپنے مواعظ اور خاص ملاقاتوں میں برابر فرماتے رہے جس سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ آپ منصوص ہیں۔

(۲) آخری دنوں میں جو حدود عبادت کو آتے اور کوئی منصوص کو دریافت کرتا سیدنا عبدالقادر کو فرماتے۔

(۳) میاں صاحب عبدالقیوم صاحب جو سیدنا بدرالدین کے وزیر تھے انہوں نے یکم رجب ۱۲۵۶ھ کا جو روز نامہ (بھی کھاتہ میں) تحریر فرمایا ہے، اس میں سیدنا نجم الدین کا اسم گرامی اسی طرح تحریر کیا ہے۔ جیسا کہ ہمیشہ دعا کرام کا نام تحریر ہوتا آیا ہے۔ حالانکہ نجم الدین کے عہد کا یہ پہلا دن تھا۔ معاملہ اگر غیر مشکوک اور روشن (یقینی) نہ ہوتا تو اسم گرامی تحریر نہ کیا جاتا۔

(۴) مولیٰ علامہ میاں صاحب دہلی محمد صاحب اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں

”وان یوکد ما سبق من امری فی الجمع المشہود الخ اس سے صاف ظاہر

کہ پہلے ایک امر طے پا چکا تھا اور منصوص سیدنا نجم الدین مقرر کئے جاسکے تھے، فقط لوگوں کے سامنے اس کی تشریح فرض تاکید یا رسم جاریہ کی تقلید باقی تھی۔

(۵) شیخ فاضل میاں صاحب عبداللہ بھائی اور شیخ فاضل عبدالعلی صاحب

عبادت کے لئے تشریف لائے اور منصوص کو دریافت فرمایا۔ تو سیدنا نجم الدین کو منصوص

۶) سیدنا عبدالحمین حمام الدین ۲۹ کی رات کو تشریف لائے تو سیدنا بدر الدین نے اس بھلایا۔ نصائح کے بعد اپنا منصوص سیدنا نجم الدین کو اس وقت بتلایا۔

۷) سیدنا جلال نے اپنے بعد سیدنا داؤد بن عجب شاہ اور پھر سیدنا داؤد بن قطب شاہ بنایا۔ چنانچہ سیدنا داؤد بن قطب نے جب اس کا اظہار کیا تو کچھ لوگ معترض ہوئے سابق (نص جلال) کا حوالہ دیا گیا جس سے وہ مطمئن ہو گئے۔ یہی حال سیدنا زین الدین کا سیدنا بدر الدین کے بعد سیدنا نجم الدین کو منصوص بنایا۔ جیسا کہ سیدنا زین الدین کے حق کے بعد لاحق سے معلوم ہوتا ہے۔

۸) شیخ فاضل عبدالعلی صاحب، شیخ فاضل ولی بھائی، شیخ فاضل عبداللہ بھائی اور عبدالعلی عماد الدین یہ اراکین دعوت تھے اور ان میں سے دو یعنی شاہد بھی تھے۔ کے فتوے اسی زمانہ میں شائع ہو چکے تھے کیونکہ رسم دعاۃ کے مطابق اعلان عام نہ ہے بعض لوگ معترض ہوئے تھے۔ پس ان لوگوں نے فتویٰ دے کر اس بات کا اظہار کیا کہ ہم پابندی اصل مسئلہ (قیام منصوص) غلط نہیں ہو سکتا۔ اس فتویٰ کا اصل منشأ عوام کی تغلیط اور تبعیج تھی اور منصوصیت سیدنا نجم الدین کی تائید۔

۹) طریق نص کے متعلق سیدنا حمید الدین کرمانی نے اپنے رسالہ "وضیہ" میں تحریر فرمایا اگر اللہ "او امر الرسول" او اشار، او فعل فکل طریق من النص "اس اصول سیدنا نجم الدین کے منصوص ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ کیونکہ سیدنا زین الدین میں بارہا اشارہ منصوص کے طرح آپ کی توصیف کی۔ اور متعدد حدود کے سامنے منصوص کا اظہار کر کے اطاعت کا امر کیا۔ میرا ذاتی خیال تو ایسا ہے کہ اصل چیز نص ہے بلکہ تقسیم بعد کی پیداوار ہے کیونکہ متقدمین کے کتب اور عمل میں یہ بات بالکل نظر نہیں

آئی۔ خصوصاً ائمہ مستورین سابقین کے عہد میں اور اسی طرح ائمہ مصر کے ابتدائی دور میں اس قسم کی تقسیم کا کہیں پتہ نہیں چلتا جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی تقسیم متاخرین نے کی۔ اور یہ بھی کوئی اصولی طور پر نہیں۔ بلکہ یہی اور رواجی طور پر۔ تاکہ منصوص کی شہرت بیک وقت عام و خاص میں ہو جایا کرے۔

سیدنا موصوف ہی کے عہد میں داؤدی بوہروں کی مشہور تاریخ "موسم بہار" لکھی گئی۔ جناب سیدنا موصوف نے ۱۳۰۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ سورت میں آپ مزار شریف ہے۔ لارڈ ڈالنگ براؤن ۱۲۵۸ھ، لارڈ ہارڈنگ اول ۱۲۶۰ھ، لارڈ ڈالنگ ۱۲۶۵ھ لارڈ کی نینگ ۱۲۷۳ھ، آپ کے معاصرین۔ آپ ہی کے عہد میں (۱۲۶۴ھ) ایسٹ انڈیا کمپنی نے کہ برٹش گورنمنٹ نے خود ہند کا انتظام کرنا شروع کیا۔ اور عثمان حکومت ملکہ علیہ و کسور کے ہاتھوں میں آئی۔ ملکہ کے عہد میں مندرجہ دائرے آئے، لارڈ ڈالنگ ۱۲۶۹ھ۔ سر جان لارنس ۱۲۸۱ھ۔ لارڈ میو ۱۲۹۹ھ۔

داعی (۴۸) سیدنا عبدالحسین حسام الدین ۱۸۸۵ء ۱۸۹۱ء

عبدالحسین نام، حسام الدین لقب، بن سیدنا طیب زین الدین۔ آپ سیدنا نجم الدین، داعی کے برادر صغیر ہیں۔ اور ۵۰ داعی سیدنا عبداللہ بدر الدین کے والد ماجد ۱۳۰۲ھ میں اس عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ دُعاۃ سابقین الاولین کی طرح آپ کے بھی تعلقات گورنمنٹ کے ساتھ بہت اچھے رہے۔ چنانچہ ڈیوک آف کاناٹ اور لارڈ اسے، وغیرہ کے ساتھ بڑے خوشگوار تعلقات قائم رہے۔ اور متعدد بار ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ علمی لیاقت بڑے اعلیٰ پائے کی تھی۔ اپنے اخلاق، علمیت، اور بہترین معاشرتی طور طریقے کے بدولت بہت جلد لوگوں میں محبوب ہو گئے۔

ین مقرر تھے، اور فن خطابت کے ماہر، خصوصاً علمی طریقے میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۸۸۶ء
 ملکہ وکٹوریہ کی جوہلی منائی گئی تو آپ نے بھی حصہ لیا۔ اور دعا کی۔ آپ کے سکریٹری (وزیر)
 بن عبد العلیٰ مون چھلانے ایک عسری قصیدہ لکھ کر ڈیلوک آف کناٹ کے ذریعہ ارسال
 کا خطاب سرمنہری پرائیوٹ سکریٹری کے توسط سے دیا گیا۔ اور تکلیف فرمائی کا شکریہ
 در قصیدہ کی بڑی تعریف کی۔ آپ عیالات کی حالت میں احمد آباد ۱۳۰۸ھ میں تشریف
 برامی جگہ وفات پائی۔ آپ کی قبر شریف میدان قاسم جی زمین الدین کے پہلو میں مشرق کے
 ہے۔ آپ کے عہد میں داؤدی بوہروں کی ایک تاریخ موسم بہار جو داعی سابق کے عہد میں
 شائع کی گئی۔ آپ ہی کے عہد میں راجپوتانہ کا ایک مومن وفات پا گیا۔ اور چونکہ
 تھا، اس لئے آپ کے عامل نے حسب قانون دعوت اس کے تمام مال پر قبضہ کر لیا
 حکام نے ان کو دھمکایا کہ اگر یہ تمام مال گورنمنٹ (ریاست) کے سپرد نہ کر دو گے
 باضابطہ دائر کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ کے عامل کے اطلاع دی پر فوراً اپنے ایجنٹ
 بھائی کے معرفت ہاں کے پولیٹیکل افسر کو اس طرف توجہ دلائی۔ اس نے جو خط اعلیٰ
 ہے اس کی نقل مندرجہ ذیل ہے

پولیٹیکل افسر نمبر ۶۰ ۱۸۸۳ء

از جانب اسی، جی، کنڈی اسکوائر۔ ایجنٹ برائے سردارانِ دکن،
 مقام پونا۔ بخدمت پولیٹیکل ایجنٹ جھاراپاٹن، راجپوتانہ۔

۲۲ مارچ ۱۸۸۳ء

سیدنا عبدالحسین حسام الدین پیشوا سے بواہر بندریو اپنے ایجنٹ حفیظ اللہ
 بھائی اطلاع دیتے ہیں کہ جھاراپاٹن میں ایک لاوارث بوہرہ کے انتقال کے

پر ملا صاحب کے ایجنٹ کو دھمکی دے رہے ہیں اور اس پر فوجداری میں
مقدمہ چلانے کا خوف دلا رہے ہیں۔ ملا صاحب سردارانِ دکن میں اول
درجہ کے سردار ہیں۔ اور برطانی افسران ان کے عمال کی مناسب عزت
کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور مناسب
تحقیقات کا حکم صادر فرمائیں گے۔

میں ہوں آپ کا ناچینہ خادم

”اے، جی، کنڈی، ایجنٹ“

لاڈ ڈو فرین ۱۳۰۳ھ کے سر اے آپ کے ہم عصر ہیں۔

داعی (۴۹) سیدنا محمد برہان الدین ۱۸۹۱ء

۱۸۹۴ء

محمد نام، برہان الدین لقب۔ بن سیدنا عبدالقادر نجم الدین ۱۲۵۶ھ میں آپ کی
ولادت ہوئی۔ بعد تکمیل تعلیم ۱۲۷۵ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۲۲ برس کی تھی عامل بنائے گئے۔
۱۳۰۰ھ میں دعوت کے ایک بڑے علاقہ کے ”صاحب علاقہ“ (جس کے ماتحت غالباً عامل
رہتے ہیں) بنائے گئے۔ ۱۳۰۵ھ میں آپ اس عہدہ جلیلہ پر مرفراز ہوئے۔ اوصاف
حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کے باعث بہت جلد محبوب ہو گئے۔ آپ میں انتظامی قابلیت بہت
اچھی تھی۔ اور بڑے کفایت شعار تھے۔ مالی محکمہ پر اپنا پورا اقتدار رکھتے تھے۔ اسی باعث آپ
اس قابل ہو گئے کہ خستہ خانہ دعوت پر جو قرض چلا آتا تھا اس کو ادا کر سکیں۔ اور کچھ دنوں کے
بعد تو اس میں بڑی کمی آگئی۔ لوگوں نے بھی اس معاملہ میں بڑی مستعدی سے امداد کی۔ خاص قرض
کی ادائیگی کے لئے سورت میں ایک کنٹی قائم کی۔ اور کامیاب طریقہ سے چلایا۔ یہی بہت

تھی۔ جو ترقی میں حائل تھی۔ اس کے بعد سے ترقی کے راستے کھل گئے۔ گورنمنٹ سے بھی آپ
 تعلقات بہت اچھے تھے۔ راجاؤں میں بھی آپ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ بین سے
 میں دعوت مرکز تبدیل ہونے کے بعد بے اسوقت تک اکثر داعی کو مکہ جانے کا اتفاق نہیں ہوا
 دوسرے داعی ہیں جو اپنے خاندان کے ساتھ مکہ، مدینہ اور کربلا سے معطلی کی زیارت سے
 فہرست ہوئے۔ ہر جگہ آپ کا شاندار استقبال ہوا، سید عیون، شریف مکہ نے آپ کی بڑی عزت
 عید کے دن جو دربار ہوا تھا اس میں سید موصوف نے کھڑے ہو کر سیدنا کا استقبال کیا
 پی جگہ بٹھلایا، اور اس کے بعد بھی متعدد بار آپ سے ملاقات کی۔ ۱۳۲۳ھ میں بعمر ۶
 آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور بمقام سورت قبہ عزیزہ میں آپ کی قبر شریف زیارت گاہ
 ہے۔ کل ۱۵ برس آپ نے مومنین موقنین کو ہدایت فرمائی۔ آپ کے آخری عہد ۱۹۰۱ء
 (بھٹی) چرنی روڈ کا قبرستان بھر گیا تھا۔ اس لئے آدم جی پیر بھائی نے آپ سے اجازت لیکر
 دوسری زمین خرید کر قبرستان بنایا جو آج کل (ناریل واڑ) بھگاؤں کا قبرستان کہلاتا
 ہے۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کے وزیر "طیب بھائی" صاحب تھے جو موجودہ شمس الدعاۃ سیدنا ابو محمد
 ہر سیف الدین صاحب کے برادر تھے۔ آپ ہی کے عہد ۱۸۹۶ء میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جن
 مہدی باغ والے کہتے ہیں، یہ لوگ ناگپور میں ہیں۔ اس فرقہ کے بانی عبدالحسین صاحب ایک
 جرتھے، جن کا دعویٰ تھا کہ امام وقت کے ساتھ ان کی خط و کتابت ہے اور وہ امام کے
 بستہ ہیں۔ کچھ لوگ مقلد ہوئے کچھ پھر واپس ہو گئے، یہ فرقہ آج تک ناگپور میں موجود ہے۔
 سرائے لارڈ کرزن ۱۳۱۵ء میں آپ کے ہم عصر تھے۔ ۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہو گیا
 وراڈ ورڈ، مفتہم قیصر مندر ہوئے۔

داعی (۵۰) سیدنا عبداللہ بدالدین ۱۹۰۶ء

ابوالفضل کنیت، عبداللہ نام، بدرالدین لقب، ابن سیدنا عبدالرحمن حسام
 آپ نے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حقیقت کا درس اپنے عم محترم
 برہان الدین سے لیا۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ جانشین ہوئے۔ آپ کی انتظامی قابلیت بڑی
 ہر چیز کو بڑی گہری نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ پاک طینت اور صاف دل تھے۔ اخلاق
 اعلیٰ تعلیم سے مزین۔ گورنمنٹ اور دیوبند کے باغ و پیش آتے تھے۔ اعلیٰ سے
 ادنیٰ تک جو ایک ذمہ آپ سے ملاقات کر لیتا وہ آپ کی طرف مائل ہو جاتا۔ آپ نے اپنی قوم
 بہت سی اصلاحیں کیں۔ اخراجات میں بھی ہر ممکن طریقہ سے اصلاح کی۔ خود ذاتی طور پر ماتحتوں
 کام جانچتے تھے۔ ملک میں انتظامی دور سے بھی کئے۔ مسجد بنی مدرسہ کی عمارت کی تجدید کی
 کی بھی اصلاح کی۔ اور انتظامی امور میں بھی اصلاحی احکام جاری کئے۔ جس کے سبب سے مقام
 میں بے حد نامور ہو چکا۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ میں نبرہ ۶ سال وفات پائی اور بمقام
 قبہ عزیز میں مزار شریف ہے۔ آپ نے دس برس دعوت و ارشاد کا کام کیا۔ آپ ہی کے پاس
 میں گو دھرہ کے ایک قدیم مسجد کی مرمت کرائی گئی جو بہت شکستہ ہو گئی تھی۔ یہ مسجد گو دھرہ کے
 محلہ میں ندی سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے۔ مسجد کی عمارت بڑی شاندار ہے۔ قبہ میں سیدی
 جی شہید، ابن موسیٰ کلیم الدین مدفون ہیں جو مسجد کے ایک جانب بہت شاندار بنا ہوا ہے۔
 مسجد قدیم پر روسائے گو دھرہ نے زر کثیر صرف کر کے تجدید عمارت کی ہے جو شاندار اور خوب
 ہے۔ آپ نے بغرض امداد معطی بھائی ملا عیسیٰ بھائی کو چاکس ہزار روپیہ زمین پر دیا تھا
 ان کے دیوالیہ ہو جانے پر آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ تنظیمی دور سے بھی فرما

چنانچہ ۱۹۱۱ء (یا ۱۹۱۰ء) میں کھنیاٹ تشریف لے گئے۔ پندرہ دن قیام فرما کر لوگوں
 میں پھونچایا۔ آپ کے عہد میں بھی وزارت کی باگ عرصہ تک "طیب بھائی" کے ہاتھ میں رہی
 اور منڈو ۱۳۲۲ھ اور لاڈ مارڈینگ دوم ۱۳۲۵ھ دائرہ منڈاپ کے ہم عصر ہیں۔ ۱۹۱۰ء
 ایڈورڈ ہفتم قیصر منڈ کا انتقال ہوا۔ اور جناب جارج پنجم قیصر منڈ تخت نشین ہوئے ۱۹۱۱ء
 تخت نشینی کی مبارکباد چاندی کی کشتی میں قیصر منڈ کے خدمت میں ارسال فرمایا۔

داعی ۱۵ سیدنا طاہر سیف الدین ۱۹۱۰ء

موجودہ داعی تار میل وزیر کے لڑکے سیدی فخر الدین گلیا کوٹ کے خاندان سے ہیں۔
 اس سلسلہ کے ساتویں داعی ہیں۔ آپ کے اجداد اورنگ آباد کے باشندے ہیں، ابو محمد
 بت نام طاہر سیف الدین لقب ابن سیدنا محمد بہان الدین۔ ۲۷ رذوالقعد ۱۳۰۵ھ
 طابق ۱۸۸۵ء بمقام سورت پیدا ہوئے۔ خرافت مقلدس تاریخ دلاوت ہے۔
 بچہ سات برس کی عمر تک اپنے بہر بان والدین کی آغوش میں تربیت پاتے رہے۔ سات
 برس کی عمر میں پہلی مرتبہ آپ کو کھنیاٹ جانا ہوا۔ اور دوسری دفعہ نو برس کی عمر ہوگی جب
 آپ اپنے عم محترم کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تقریباً پندرہ دن آپ کا قیام رہا۔ وہاں کے
 سربراہ اور وہ لوگوں سے ملے۔ اور مغلومات کا ذخیرہ ساتھ لائے۔ آپ کی عمر نو برس کی ہوگی جبکہ
 آپ نے ابتدائی تعلیم شروع کی۔ اور اسی ایام میں اپنے عم محترم کے ساتھ ایک دفعہ چاند بھائی
 کے عرس میں شریک ہوئے۔ دعا کے خاندانی بچے عموں گھروں میں جید استادوں سے تعلیم پاتے ہیں
 عام لوگوں کی طرح مدارس میں تعلیم نہیں پاتے۔ چنانچہ آپ کی بھی تعلیم خاندانی طور پر ایک جید عالم
 سیدی عبد علی سے ہوئی۔ آپ بڑے طباع اور ذہین واقع ہوئے ہیں، چنانچہ جب آپ کی بارہ برس

کی تھی تو اسی وقت سے آپ خیال رکھتے کہ جو فالو وقت ہو وہ زیادہ تر اپنے والد ماجد کی
میں صرف ہو۔ اور امور دعوت کے سرانجام دینے کو بغور دیکھتے رہتے۔ ۱۹۰۶ء میں جبکہ آپ
اٹھارہ برس کے تھے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ شریف مکہ کی طرف سے آپ

داعی عہد سیدنا طاہر سیف الدین کا تعلیمی سلسلہ

قطب خاں

نجم خاں

خان جی بھائی بن پیر جی

صفی الدین

عبد القادر حکیم الدین

حبیب الدین آدم بن ملا خان

رحمت الدین حسن جی

سیدنا سیف الدین

لقمان جی بن ملا حبیب اللہ

ہبیبہ اللہ بن ملا ولی محمد بن لقمان جی

سیدنا طاہر سیف الدین

(مروج البحرین يلتقیان)

قیام کا پورا بندوبست کیا گیا تھا۔ آپ کے قیام کے لئے خاص سرکاری مکان کا بندوبست ہوا۔

مکہ کے بعد ۱۳۲۳ھ میں بمقام صورت جامع مسجد کی ایک مجلس میں حدیثہ کا رتبہ ملا۔ آپ
 مال کے تھے جبکہ آپ کے والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ اور اس وقت آپ نے اعلیٰ تعلیم
 ظاہر و علم تادیل حاصل کر لی تھی۔ یہ تمام علوم آپ نے دس سال کی مدت میں حاصل کئے
 اپنے والد کے وقت ہی سے دعوت کے کام کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ اور جس چیز میں
 ید کی نظر آتی تو دریافت فرمالتے۔ اپنے والد ماجد کے وفات پا جانے پر سیدنا عبداللہ
 دین کے عہد میں بھی امور دعوت انجام دیتے رہے۔ جس سے اس معاملہ میں نہ صرف تجربہ کار
 علمی و جزئی اور ہر چیز کی ماہیت و حقیقت سے کما حقہ آگاہی ہو گئی۔ ۱۹ سال سے لے کر
 سال تک یعنی کامل دس برس آپ نے اپنے والد ماجد سے (کچھ حصہ اور بقیہ) سیدنا
 اللہ بدر الدین سے علم حقیقت کے معرفت میں صرف کئے۔ اور مذہبی اعلیٰ صداقتوں کا مطالعہ
 اتے رہے۔ آخری دفعہ ۴ ربیع الاول ۱۹۱۳ء میں میثاق (حلف و فاداری) آیا۔
 میں خوبیوں کے بدولت اپنے برادر معظم و محترم "طیب بھائی" کے بعد ۱۹۱۱ء سے
 اہل کے عہدہ پر مقرر فرمائے گئے۔ ۱۹۱۵ء تک اس خوش اسلوبی سے تمام امور انجام دینے
 قابلیت، لیاقت، ذہانت، معاملہ فہمی کا اتنا اچھا نمونہ پیش فرمایا کہ دائمی وقت نے اپنے
 دجائیشنی کے لئے آپ ہی کو انتخاب فرما کر "منصوص" فرمایا۔ چنانچہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ
 طابق ۲۶ جنوری ۱۹۱۵ء میں اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۱۵ء کو باقاعدہ
 ری نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ اور "ذو عرش مجید" اس کی تاریخ ہے۔ اس وقت سے
 پ کی ذات با برکات مومنین کے لئے باعث رحمت ثابت ہو رہی ہے، چونکہ آپ بہت
 باوقیف و رسد واقف ہوئے ہیں۔ اس لئے ہر امر میں اصلاح کو مد نظر رکھ کر کار فرمائی کرتے
 ہیں۔ آپ نے اپنے عہدہ کے حیثیت سے ہر جگہ کا دورہ فرمایا ہے۔ گورنمنٹ سے بھی آپ کے

تعلقات پیشہ اچھے رہے۔ اور وہ تمام امتیازات جو آپ کے پیش رو داعیوں کو حاصل تھے
 آنجناب بھی بوجہ اتم اس سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ جون ۱۹۱۵ء میں تمام سرداران و کون
 اول نمبر آپ کا تسلیم کیا گیا۔ اس جنگ عظیم میں بھی آپ نے نہایت دیانتداری اور مال
 کے ساتھ گورنمنٹ کی ہر قسم کی ممکن امداد کی۔ چندہ اور قرض کے طور پر بھی بہت بڑی مالی تسری
 آپ کے ہم عصر داسرائے مندرجہ ذیل ہوئے۔ لارڈ چیس فورڈ ۱۳۳۲ھ لارڈ ریڈنگ ۱۳۳۹ھ
 لارڈ ارون ۱۳۳۲ھ اور لارڈ ولنگٹن ۱۳۵۰ھ۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۵ء کو محمد بھائی صاحب
 کے صاحبزادے کا تولد ہوا۔ ۵ ارب ذوالقعدہ ۱۳۴۵ھ میں بمقام سورت آپ نے اپنی دخترین کی
 اسماء بانی کا نکاح فخر المذاذین فضل بھائی صاحب کے صاحبزادہ بلند اختر عبدالقادر
 صاحب سے کر دیا۔ تمام ہند کے مہمان اس تقریب سے جمع ہو گئے تھے۔ ہر مہمان کی خاطر
 اس خوبی سے کی گئی کہ کسی کو عام طور پر کوئی شکایت کا موقع نہ ملا۔ اور ہر شخص بجائے خود
 تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ خاندان سیدنا نجم الدین و سیدنا حسام الدین کے دس افراد کا
 شادی خانہ آبادی بھی ہوئی۔ ۱۱ اگست ۱۹۱۳ء کو سر آدم جی پیر بھائی کا بمبئی میں انتقال ہو
 اس وقت سیدنا بمبئی میں نہ تھے اس لئے جنازہ کی شرکت نہ کر سکے۔ البتہ چالیسویں میں
 تھے۔ فاتحہ خوانی کی مجلس میں سر آدم جی کا مرثیہ جو لکھا گیا تھا یہ دین داعی کی اجازت نہ ملنے
 سبب پڑھنا نہ جا سکا۔ پس ۵۰ ویں داعی کے وفات کے بعد ۵ داعی کو سر آدم جی کے لڑکوں
 نے داعی مطلق تسلیم نہیں کیا۔ اتفاقاً بھوپال میں مسلمانوں سے ایک تنازعہ ہو گیا۔ اس کو
 کرنے کے لئے وہاں کے وزیر آئے اور تمام معاملات طے ہو گئے۔ اس لئے سیدنا نے حکم دیا
 اس تنازعہ کے سبب سے جو بھوپال سے چلا آیا ہو واپس چلا جائے۔ مخالفوں نے
 کے حکم کی تعمیل نہ ہونے دی اور علانیہ مخالفت کا اظہار یہاں سے شروع ہوا۔ اس کے بعد

کے برخلاف اخبارات میں جب جیون جی کے نام سے مضامین شروع ہوئے تو
 مومنین نے سیدنا سے استدعا کی کہ اس کا تدارک کریں، سیدنا نے صبر کی تلقین کی۔
 دوسرے دن پھر مضمون شائع ہونے سے سات ہزار کا مجمع مسجد میں موجود ہو گیا اور
 اسے ان لوگوں کو جماعت سے خارج کر دینے کا مطالبہ کیا۔ سیدنا نے ہر ایک کے یہاں
 ایک وفد ارسال فرمایا کہ شام تک آکر اس کا فیصلہ کر لیں۔ (۱) آدم جی پیر بھائی (۲) جیون
 (۳) عبدالکریم (۴) شرف علی مامونجی، مگر کسی نے کوئی معقول جواب نہ دیا اس لئے دوسرا وفد
 آدم جی پیر بھائی کے پاس بھیجا، مگر ملاقات نہ کی۔ ۲۸ جولائی ۱۹۱۶ء کے پانچ بجے شام کو ۹ ہزار
 جمع ہوئے، شام تک کوئی جواب نہ آنے پر مذکور لوگوں سے قطع تعلقات کا اعلان کر دیا گیا۔
 اگست ۱۹۱۶ء کو بمبئی کی عدالت میں آپ کے برخلاف ایک مقدمہ دائر کیا گیا۔ بظاہر مدعی ایڈووکیٹ
 بمبئی تھے۔ مگر درحقیقت سیٹھ سردار آدم جی پیر بھائی کے لڑکوں کی طرف سے یہ معاملہ اٹھایا
 تھا۔ مطالبات مندرجہ ذیل ہیں، جو خلاصہ کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں۔

چاند بھائی کا مقبرہ، مسجد غلہ اور اس سے خرید کردہ جائدادیں رفاہ عام اور
 خیراتی امور کے لئے وقف ہیں، ان کا مصرت مذہبی اصولوں پر ہو (سیدنا)
 ملا صاحب جائز طور پر مقرر شدہ ٹرسٹی نہیں ہیں۔ حسابات شائع کئے
 جائیں اور نقائص کی تلافی کی جائے۔ ٹرسٹیوں کا تقرر کیا جائے۔ اور ایک
 رسیور محافظ احکام کی طرف سے مقرر کیا جائے۔

ان سب امور کا ایک ہی جواب میں اختصار کے خیال سے تحریر کرتا ہوں۔ جو معمولی طور پر ملامت
 کی طرف سے دیا گیا۔

جناب سیدنا اپنے ہمہدہ کے لحاظ سے امام مستور کے نائب اور داعی

مطلق ہیں۔ یعنی اپنے معتقدین کے روحانی اور دنیوی معاملات پر حکومت کرتے ہیں۔ بوہرہ جماعت کا ہر فرد ہر کلمی و جزئی امر میں اطاعت کرتا ہے۔ پس ایسی طرح ہر داعی بحیثیت اپنے عہدے کے تمام املاک، مساجد، مقابر، مدارس وغیرہ پر مالکانہ حیثیت سے قابض ہوتا ہے۔ اور اس کو کلی اختیار حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اس کو تصرف میں لائے۔ اور اس لئے نہ تو وہ سوائے امام کے جس کے نائب ہیں کسی کو حساب فقہی کا حق حاصل ہے اور نہ کسی قسم کی مداخلت کا۔

۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو ایس کا فیصلہ جسٹس مارٹن کی عدالت سے مندرجہ ذیل ہوا: کہ قومی املاک ہر قسم کے خیراتی وقف ہیں گو عدالت ملاحظہ کو کسی قسم کا ٹرسٹی نہیں بناتی ہے، بلکہ محض یہ اعلان کرتی ہے کہ ان کے اور ان کے اسلاف کے اعمال خود قانونی زبان میں ان کو ٹرسٹی بنا دیتے ہیں۔ جناب ملاحظہ اور ان کے اسلاف نے مختلف تصنیفات میں خود کو ٹرسٹی بیان کیا ہے۔ وہی قانون میں صحیح ہے۔

آپ کے عہد میں مختلف قسم کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ مثلاً مساجد میں سونا دارا کی مسجد، دوہ کی مسجد، جو ناگڑھ کی مسجد اور بمبئی کی خصوصاً غزوة المساجد ۶-۷ لاکھ اپنے جیب سے خرچ کر کے تعمیر کرائی۔ جو نہایت عالیشان کئی منزلی عمارت ہے۔ نہایت خوشنما اور شاندار مسجد ہے۔ اور مدھپور کی جامع یوسفی کو ۱۳۳۸ھ میں دوبارہ درست کرایا ہے۔ ریح الاول کو دونوں بیناروں پر جدید کلس نصب کئے گئے، جن پر ایک ہزار روپیہ کا خرچہ ہوا ہے۔ کراچی کی عالیشان مسجد ابھی حال ہی میں تیار ہوئی ہے۔ سیدی حسن پیر شہر

قبر بھی آپ کے عہد میں جدید تعمیر کیا گیا ہے۔ جام نگر میں مدرسہ طاہرہ یہ اور سی سی انٹینیٹیوٹ
 عمارتیں بھی آپ ہی کے عہد کی یادگار ہیں۔ اور بمبئی کا سی سی محل جو اپنی بلندی سے سمندر کا بہترین
 لادہ پیش کر دیتا ہے۔ وہ آپ ہی کا مبارک قیام گاہ ہے۔ مکہ معظمہ میں محل سی سی (یا بوہرہ
 مافر جانہ) لاکھوں کے خرچ سے نہایت عالیشان تعمیر کرایا ہے۔ آپ کے خطوط نویسی
 طریقہ یہ ہے کہ پہلے صفحہ کی پیشانی پر کچھ جگہ چھوڑ کر لکھنا شروع کرتے ہیں۔ اور حیب ضرورت
 آتے صفحے تک لکھتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کے خطوط عموماً عربی زبان میں ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۵ء
 لدھ اور پنجاب کا دورہ کیا۔ خیر پور اسٹیٹ نے سکھر جاتے ہوئے آپ کی مہمانی کی۔ ۱۳۳۴ھ
 ربیع الاول کو سیدنا عبداللہ بدر الدین کی برسی ہوئی۔ بھرتیج میں آپ کے دادا ملا حبیب اللہ
 صاحب کی قبر پر چھتری بنانے کا حکم دیا۔ رادھنپور میں پانی کا انتظام فرمایا۔ سدھپور میں سی سی مسجد
 افتتاح کیا۔ جس کو سیٹھ محمد علی ہڑٹ والا نے تیار کیا تھا۔ بمبئی آکر آپ نے سرکار کی وفاداری
 پر اذرا مدد جنگ کے لئے بڑوں کو تاکید کی، اور فتح کے لئے آپ نے دعا فرمائی جس کو خدا
 نے قبول کر لیا۔ ۱۹۱۵ء میں ماہ محرم سورت میں گزارا، اور عشرہ تک مواعظ حسنہ سے
 مستفید فرمایا۔ اور پھر درس سی سی کے طلبہ کا امتحان لے کر جدید ترتیب دینے کا حکم صادر فرمایا
 اور جدید طریقہ سے اس مدرسہ کا کورس تیار کیا۔ صفر ۱۹۱۶ء میں کاٹھیا واڑ امریلی گئے۔
 تقریباً (۸۰) برس سے اس مقام پر کوئی دائمی نہیں گیا تھا۔ اس لئے بڑی خوشی منائی گئی۔ اس وقت
 خوب لطیفہ یہ ہوا کہ اس مقام میں سخت آگ لگ گئی۔ اس پاس کے تمام مکانات جل گئے۔ لوگ
 گھبرائے اور چاہا کہ اس مکان کو سیدنا خالی کر دیں، مگر آپ نے پانی منگوا کر پڑھ کر بھونکا اور پانی
 ہر جگہ ڈالا جس سے آگ قابو میں آگئی، اور بجا دی گئی، مکانات صحیح و سلامت بچ گئے۔ اس
 اعجاز سے ہر قوم کے لوگ خوش ہوئے۔ اور شاعروں نے تہنیت نامے ہرزبان میں پیش کئے

اور مصیبت زدوں کی کافی طور سے مالی امداد کی۔ اس دورہ میں اکثر جگہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر رکھی۔ ۴ ماہ کی مدت میں (۹۰) گاؤں کا دورہ فرمایا، اور لڑکیوں کے دام لینے دینے کی سخت کوشش فرمائی۔ اور پھر بھاؤنگر پونچر جماعت خانہ کا افتتاح فرمایا۔ ۴ ربیع الثانی کو سیدنا نے در قانم کیا۔ اس میں ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے موافق انعام اور خطابات عطا کئے۔ دھرانہ میں مسجد، مسافر خانہ، جماعت خانہ وغیرہ کا افتتاح کیا جس کو سیٹھ اکبر علی ملار سول جی بمبئی نے تیار کرایا تھا۔ حلود، موربی وغیرہ سے چل کر کچھ ماندوی میں آئے۔ ماندوی سے بمبئی تشریف لاکر نور مسجد کا افتتاح کیا جس کو سیٹھ عبد علی سیٹھ آدم جی نے بڑی رقم خرچ کر کے تیار کر دیا تھا۔ رجب، شعبان، رمضان میں بمبئی میں رہے۔ ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء بدری محل میں تیسرا سالہ جنگی میموریل کے لئے جلسہ کر کے پونہ ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء کو تشریف لے گئے۔ کیونکہ (۱۳۰) برس سے کوئی داعی یہاں نہیں گیا تھا۔ گورنر صوبہ کے طرف سے استقبال کیا گیا۔ اور ۱۱ نومبر ۱۹۱۶ء کا بینڈ اسٹیشن پر حاضر تھا۔ گورنر کی موٹر میں تشریف لے گئے۔ ۱۳ اگست کو گورنر نے بہ معیت ابراہیم جعفر ہارون ملاقات کی اور، تاریخ کو ملاقات بازوید کے لئے گورنر آپ کے بنگلہ پر آیا۔ صدر پونہ میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۱۸ء کی ابتدا میں ڈونگر پور اسٹیٹ برائے زیارت مسجد نحر الدین گئے، جمادی الاول ۱۳۳۶ھ میں بھائی صاحب داد بھائی صاحب شہاب الدین وفات پا گئے۔ آپ ماڈون کے عہدہ پر تھے۔ اپریل ماہ میں کپڑوں کے برائے شرکت شادی سیٹھ عبد علی قادر بھائی کے یہاں تشریف لے گئے۔ جون ماہ میں ایک فرمان اس بات کے لئے نکالا کہ سرکاری قرضہ بغیر سود کے خرید لیا جائے اسورت کے بوجھوں نے ایک لاکھ ۳۲ ہزار پونہ خریدا، اور بمبئی میں پانچ سات لاکھ کا خریدا (جولائی ۱۹۱۸ء میں گورنر جب اسورت آیا تو آپ کے طرف سے سردار نحر الدین بخش بھائی صاحب وغیرہ استقبال کے لئے اسٹیشن پر آئے۔ اور جلسہ عا

آپ کے طرف سے وفاداری بتلائی گئی، اس ماہ میں برہانپور میں مخالفوں نے عامل اور دیگر لوگوں پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر عدالت کیا۔ مگر منصف نے سب کو بری کر دیا۔ نومبر ۱۹۱۵ء میں صلح کے وقت اس قوم نے بڑا حصہ لیا۔ اور ایک تازہ مبارکباد کا دائرہ کو وفاداری کا بنا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ، سورت میں منعقد ہوئی جس میں پانے بڑی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ اور کامیاب بنانے میں حصہ لیا اور اراکین عظام کی دعوت جولائی ۱۹۱۹ء میں آپ نے دیولالی تشریف لاکر ایک مسجد کا افتتاح کیا۔ سنہ ۱۹۱۹ء کے لئے بن خیریدی۔ اور اگست میں بمقام بمبئی سینٹر یوسف علی بندوق والے نے قہر حینی اور یوسف کے نام سے بڑا دیوان خانہ اور جماعت خانہ ۳ لاکھ روپے سے تیار کرایا تھا جس میں ۱۵۰۱ ہزار روپیہ فنڈ سے دیا گیا۔ اس کا افتتاح کیا۔ وہاں سے اودے پور گئے وہاں ایک ماہ مقیم رہے۔ واقعہ ۲۷ کو ملا صاحب کی سالگرہ کی وجہ سے بڑی دھوم دھام ہوئی۔ اسی دن سیدی بھائی صاحب قطب الدین فضل بھائی صاحب بن سیدنا عبداللہ بدر الدین کو مازون مقرر کیا۔ اور بھائی صاحب اسحاق جمال الدین صاحب مکاسر کی جگہ مقرر ہوئے۔ وہاں سے سورت محرم میں شریف لائے عشرہ میں وعظ فرمایا۔ فروری ۱۹۱۹ء (جمادی الاول ۱۳۳۷ء) جام نگر جاتے ہوئے (ونٹھلی) میں ایک مسافر خانہ عام اور دو بھرا بھرا مسافر خانہ کا افتتاح کیا۔ جام نگر میں استقبال دھوم دھام سے ہوا اور وہاں بوبہرہ دو خانہ کھولا۔ ۲ فروری کو جام نگر ندی کے پل کا پایہ رکھا۔ وہاں سے راجکوٹ آئے اور ایک مسافر خانہ کا افتتاح کیا۔ پھر گوڈل، جیت پور، جیتل سر، دھوراجی وغیرہ میں جماعت خانوں کا افتتاح کیا۔ اس وقت قحط کے سبب ہر جگہ سستے اناج کی دوکانیں کھلوئیں سورت میں دیوڑھی پر بھی ایک دوکان کھلوانی۔ مارچ مہینہ میں شیخ قمر الدین ملاندر علی کے یہاں شادی کی شرکت کے غرض سے پالن پور پہنچے جہاں نواب صاحب کے طرف سے نہ صرف

استقبال شاندار ہوا بلکہ خلعت بھی عنایت ہوا۔ اور پھر میدانے بھی پوشاک نواب صاحب

خدمت میں ارسال کی۔ انجمن اسلام نے بھی ان کو سپاس نامہ دیا آپ نے اس کے فائدے کے

معقول رقم دی۔ سدھپور میں غلام علی اور قربان حسین مدر اس دانے کی درخواست پر ایوان نجی

پایہ رکھا۔ اور دو لاکھ روپے خرچ کر کے محل تیار کرایا۔ پھر تلام پونچر باہمی تنازعہ قدیم کا

کر کے لوگوں کو ملا دیا۔ پھر پنج مجال ہو کر سنیل گاؤں میں پونچے جہاں ۵۵ برس کے بوجہ دیں

تشریف فرما ہوئے اس خوشی میں سارے گاؤں کو دعوت دی گئی۔ یہاں سے جھار پان گئے

راج کے طرف سے بڑا استقبال ہوا اور شہر بچایا گیا۔ بھانپور ہو کر رامپور پہنچے۔ جہاں علیل ہو کر

مالوہ کی گرمی اور مسافرت کی تھکان نے پریشان کر ڈالا۔ وہاں سے سورت آکر سیٹھ رجب علی یوسف

کے اشرف باغ میں ایک ماہ بغرض صحت مقیم رہے۔ تمام قوم آپ کی صحت کے لئے دعا گو

جولائی ماہ میں صحت کی خوشی میں عیسیٰ بھائی موٹا بھائی اور سیٹھ یوسف علی اشرف علی نے تمام جماعت

کو ضیافت دی۔ انہی کے ساتھ ضلع جنگ پورپ کی بھی خوشی منائی گئی۔ اس علالت کے وقت

ماہ رمضان میں مومنین کے لئے ایک کتاب "ثمرات الہدیٰ" تصنیف کی۔ اگست میں کپڑوں

ٹیکرہ پر ہزاروں کے خرچ سے ایک مسافر خانہ کا افتتاح کیا۔ وہاں سے بھئی پونچے جہاں چاس

خرچ کر کے مسافر خانہ جو بنایا گیا تھا اس کا افتتاح کیا۔ ۱۳۳۵ھ کے محرم میں سدھپور بغرض

وہاں دو ماہ رہے، اور بہت اصلاح کی۔ ۲۴ ربیع الآخر کے دن فیض سیفی اور فیض ظہبی نام کے

دو مشہور کھاتے کھوئے گئے جس کا نشانہ زیب بہروں کی تجارت میں امداد۔ سود کے لین دین سے

پچانا چھوٹی رقم سے اچھی آمدنی پیدا کرنے کا راستہ بتانا تھا۔ اس سے بہت لوگوں نے فائدہ اٹھایا

دہلی میں ایک مسافر خانہ بھولا۔ سیدی حسن پیر میں (۶۰ ہزار) خرچ کر کے مسافر خانہ بنوانے

کی اجازت دی اور پایہ رکھا۔ رادھن پور کاغذ کے تاجر سٹری علی بھائی اکبر علی نے ایک لاکھ کے صرف

قدیم کے بجائے جدید قبر کی بنیاد رکھوائی۔ اور وہاں پانی کا انتظام کیا۔ وہاں سے انکائیر
اور وہاں سیٹھ طیب علی ڈراوالا نے ۲۵ ہزار خرچ کر کے ایک بوہرہ مسافر خانہ جو بنایا تھا،
ن کا افتتاح کرایا، وہاں سے موربی گئے جہاں روضہ کے مسجد کا پایہ رکھا۔ وہاں سے جیت پور
مسجد کا افتتاح کیا۔ پھر سدھپور ہو کر اندور پہنچے جہاں راجہ نے مہمان نوازی کی۔ جنوری ۱۹۲۲ء
ام اندور مدرسہ جماعت خانہ وغیرہ کا افتتاح کیا۔ اُجین پہنچے جہاں راجہ کے طرف سے بڑا
مقبال ہوا کیمپ میں ایجنٹ ٹوڈی گورنر سے ملاقات کی۔ اور اُجین میں سیدنا عبدالقادر رحمہ الدین
مقبرہ کا افتتاح فرمایا جس کو خان بہادر نذر علی اللہ بخش نے چار لاکھ روپے خرچ سنگ مرمر
تعمیر کرایا تھا۔ اور وہاں سے بمبئی برائے شرکت شادی سیٹھ صالح بھائی بروڈھ والا تشریف
لے۔ مارچ ۱۹۲۲ء میں کپڑو بیج برائے شرکت شادی سیٹھ عبداللہ بھائی فیض اللہ بھائی
ڈوڈ تشریف لائے۔ اسی تاریخ میں سیدنا کے فرزند ارجمند حسین بھائی صاحب کا تولد ہوا۔
۱۳۳۳ھ) یہاں پہلے تو تنازعہ باہمی کا فیصلہ کیا، اور متحد کر کے پنے لاکھ سے مدرسہ محمدیہ کا افتتاح
یا۔ یہاں ہی آپ نے اپنی کرامت سے مخلوق کو ناندہ پہنچایا۔ یعنی ایک بوہرہ کے گھر میں جب آگ لگی
امریلی کی طرح دعائیں پڑھ کر پانی پر دم کر کے جب آگ پر ڈالا تو قابو میں آگئی۔ اور آج تک لوگ
اس کو یاد کرتے ہیں۔ اپریل میں سمرنا فنڈ میں شہید ترکوں کے بچوں کے لئے ایک لاکھ فرانک عطا
رما کر مسلمانوں سے ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد جام نگر اُس پل کا افتتاح کرنے کے لئے
تشریف لے گئے جس کا پایہ اس سے قبل رکھا تھا۔ اور ایک مدرسہ طاہریہ اور سیفی انسٹی ٹیوشن کی
بنیاد رکھی۔ جس کو سیٹھ داؤد بھائی بھارل جام نگری اور سیٹھ محمد علی تباروالا نے دو لاکھ روپے سے
بنوانے کی اجازت طلب کی تھی جو عطا کی گئی۔ اور شالیں بطور خلعت عنایت کیں۔ سیفی انسٹی ٹیوشن
کی بنیاد جام صاحب نے رکھی اور پھر جدید محل میں ایک شاندار پارٹی دی گئی۔ شیخ حید علی دیوان

نے شکرہ ادا کیا اور دونوں کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔ اور ذراع کے لئے اسٹیشن پر جا کر آئے۔ ماہ مئی میں وہاں سے سورت آئے۔ بیگم پورہ کی بڑی مسجد ایک لاکھ سے زیادہ مسافر کو جمع کر کے جدید طرز پر تعمیر کرانے کی اجازت مومنین نے مانگی۔ وہاں سے ڈوس ہونچکر رمضان میں مقیم رہے۔ ۲۶ مئی کو نواب حسن نے واپسی پورہ کے بعد ایک پارٹی دی۔ جس میں سورت کے اکابرین شریک تھے۔ نواب صاحب نے دو پلاٹ زمین عنایت کی اور کچھاب کی تھیلی میں کی سند پیش کی گئی۔ جس طرح اس سے قبل سیدنا نجم الدین کو وہ زمین عطا کی گئی تھی جو آج ملا باڑی کے نام سے مشہور ہے۔ جولائی میں بمقام سورت ملا صاحب کے طرف سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ جہاں دینی اور دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔ اور محکمہ تعلیم دعوت کے ماتحت جاری ہے۔ (۳۵۰) طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ اور لڑکیوں کے سوزن کاری کی تعلیم بھی دیکھائی ہے۔ اور اس کی تین شاخیں ہیں۔ گوپی پورہ، رحمت پورہ۔ اور کپڑو بنی ٹیکرہ پر کھولی گئی ہیں۔ ان کا ماہواری صرفہ (۱۲۰۰) ہے۔ اور ان کے یہاں سے بیٹی پونچے۔ جہاں حاجیوں کے آرام کا بندوبست کیا۔ اسی درمیان دیو اس کے نے بدری محل میں ملاقات کی۔ ۲۶ اگست کو ایک پورہ کی شادی میں پونہ تشریف لے گئے جہاں مسلمانوں کی طرف سے استقبال کیا گیا۔ اور ۲۱ اگست کو سرجارج لائڈ سے اپنی شاندار ڈیوڑھی میں ملاقات کی اور سربلی میں دونوں کی باتیں ہوئیں۔ اور چائے کی دعوت کی گئی۔ وہاں پہنچے آئے۔ اور چانڈا بھائی غلہ کیس کے وجہ سے عرصہ تک مقیم رہے۔ ۱۹۲۱ء جنوری میں عبدالصاحب بھائی صاحب متولد ہوئے۔ فروری ۱۹۲۱ء میں سورت کے سیٹھ عیسیٰ بھائی اور صاحب صاحب فتح علی عبدالعلی نے کلکتہ آنے کی دعوت دی۔ جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ کے آخری دن دکن سے دکنوریر اسٹیشن سے دو سو آدمیوں کے ساتھ اسپیشل میں روانہ ہوئے۔ بھاول، ملکہ پور، جبکہ اکوڑ وغیرہ پر شاندار استقبال ہوا۔ اور سرجگہ سیدنا کے دیدار کے لئے لوگ آئے۔ ناگپور

مسلمانوں کی طرف سے استقبال ہوا۔ سیٹھ ملا فدا علی، ملا سلطان علی کے استدعا سے شہر میں
 آئے۔ راتے پورے پونچے جہاں اسٹیشن پر استقبال ہوا۔ اور شہر میں گئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر پھر
 ڈیرہ پونچے۔ جہاں بڑا شاندار استقبال ہوا۔ چوکڑی پر سوار ہو کر سیٹھ عیسیٰ بھائی موٹا بھائی
 ملا فتح علی کی بنائی ہوئی مسجد کا افتتاح کیا۔ مسجد، مسافر خانہ، مدرسہ، عامل کا قیام گاہ تین
 لاکھ سے مذکور لوگوں نے تیار کیا تھا، اس کو بطور وقف آپ کے حوالہ کیا (۲۰) دن قیام رہا۔
 ہاں ہر طرح سے آپ کی حفاظت کی گئی۔ ڈاکٹر کمار ناتھ۔ راجہ بھوپندر ناتھ سنہا وغیرہ
 نامے ہنگامی سے ملاقات کی۔ سر جگدیش چندر بوس کے انسٹی ٹیوٹ کا معائنہ کر کے کافی امداد دی۔
 ملتے سے جبل پلہ آئے، جہاں کافی طور سے استقبال کیا گیا۔ اور انجن اسلامیہ کے طرف سے
 پیرس ویا گیا اور آپ نے یتیم خانہ فنڈ میں معقول رقم دی۔ مسجد اور عامل کے رہنے کی جگہ کا
 افتتاح کیا اور وہاں سے کھنڈوہ تشریف لائے اور بوہرہ مسافر خانہ کا افتتاح کیا۔ اور پھر
 برہانپور تشریف لے گئے جہاں پانچ ہزار بوہروں نے اسٹیشن پر ملاقات کی اور آپ سیدی
 حکیم الدین کی درگاہ پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔ سیٹھ ملا یوسف علی کو تھا ڈالانے یہ سب انتظام
 لیا اور ایک بڑی رقم نذرانہ کی دی اور وہاں سے عیسیٰ پونچے۔ آر سی کمپنی کی طرف سے جماعت کو
 اس آمد کی خوشی میں ضیافت دی۔ پھر کھنڈوہ جاتے ہوئے کھیرا کے کلکٹر مسٹر گریٹ صاحب
 آند کے اسٹیشن پر ملے۔ مسٹر جام جوشی دیوان اور خان صاحب محمد علی خاں اسٹنٹ دیوان مسٹر
 موتی بھائی نے استقبال کیا۔ ۱۴ دن آپ کا قیام ہوا۔ مسجد اور جماعت خانہ کا پایہ ڈالا۔ مولائی
 عبداللہ کی قبر پر جا کر زیارت کی اور جدید گنبد کی تعمیر کا حکم فرمایا اور سنہ ۱۹۲۱ء (صحت گاہ) بنانے
 کی اجازت دی۔ پھر یہاں سے سیٹھ عیسیٰ بھائی موٹا بھائی کے یہاں بہ تقریب شادی سورت
 تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۹ھ ۲۱ رجب (مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء) کا دن بوہرہ قوم کے لئے

ایک سنہری یادگار کے طور پر منایا گیا۔ کیونکہ ان دنوں چاندہ بھائی کے غلہ کا مقدمہ جسے خواہش بومرہ قوم فیصل ہوا۔ ملا صاحب کو داعی مطلق تسلیم کیا، اور کل اختیارات بحالہ قائم رکھا۔ درس کے طلبہ نے بھی پارٹی دے کر خوشی منائی اور مجلس کر کے تمام قوم کو مبارکباد دی۔ اس مجلس خود ملا صاحب نے بھائی صاحب کو حدیث کا عہدہ عنایت فرمایا۔ اور صفی الدین کا خطاب اس خوشی میں بمبئی کے عامل بھائی صاحب نعمان بھائی صاحب نور الدین اور متعدد دیگر معززین اور بمبئی کے جلوں میں شرکت کی استدعا کی۔ یکم اپریل کو بمبئی پہنچے، گرانٹ روڈ پر دس بومروں نے استقبال کیا۔ اور وہاں سے قہر حینی یوسفی باغ میں پہنچے۔ جس کو خوب بجایا تھا۔ میں خوب جشن منایا، اور قوم نے چار لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد دیوان میاں صاحب عبد علی نے سیدنا کا پیغام سنایا جس میں بومروں کی وفاداری کا شکریہ ادا کیا گیا اور اعلان کیا کہ نذرانہ میں سے دس ہزار روپیہ سمرنا کے غریب مسلمانوں کے لئے دئے گئے۔ اور دو لاکھ مقدمہ کے اخراجات میں داخل کئے گئے۔ اس کے بعد نائب عامل طیب بھائی کوکب نے مدح میں چند غزلیں سنائی اور پھر دیوان جی حیدر علی نے مدح پڑھی۔ مسٹر صالح بھائی بڑودھ والا۔ سیٹھ یوسف علی بندوق سیٹھ راج الدین۔ محمد علی جے پی۔ سیٹھ ابراہیم عبدالقادر جے پی۔ سیٹھ محمد علی الدبش جے پی۔ ملا علی شیخ عبدالحسین کو قہمی انگلشی ملا صاحب کے طرف سے دی گئی۔ بمبئی سے سورت آتے ہوئے نوساری میں سنے ٹوریم کا پناہ رکھا۔ سورت میں آپ کے خاندان میں شادی تھی تو ڈیوڑھی اور سیٹھ مدرسہ کی بڑی آرائش کی گئی۔ ملتان، راولپنڈی، کراچی، سندھ، حیدرآباد دکن، اودھے، بدھپور، اجین، اندور، سترپ پورا، دودھ گودھڑ، لونا واڑ وغیرہ سے بہان تشریف لائے تھے، مدرسہ سیفی میں ایک ہی مجلس میں ۱۹ نکاح ہوئے۔ تمام اعمال جمع تھے۔ ملا صاحب بھائی۔ صالح بھائی شیخ الدین۔ ابراہیم بھائی صاحب کی اصلی شادی تھی۔ سیفی درس میں ایک

موم دیا تھا۔ معزز شہریوں اور حکاموں کی دعوت دی تھی۔ نواب آف سچین۔ سٹرکابراجی کلکٹر مسودت
 ڈار میر نظر حسن خاں۔ سردار میر مقصود عالم خاں۔ نواب زادہ نصر اللہ۔ طالع یار خاں ڈسٹرکٹ جج۔
 ڈارج ناڈون پھاتھک جی۔ راؤ بہادر رنجیت کالا بھائی وغیرہ آئے۔ اسی وقت غلہ کیس کی
 بجائے بہت خوشی منائی گئی اور مختلف پارٹیاں دی گئیں۔ اس کے بعد احمد آباد تشریف لائے
 دم میاں بھائی وزیر صاحب اور جماعت کے سفیر کی دعوت پر عزت بخشنے کے لئے
 کے گھر تشریف لائے۔ انجمن سلام نے بھی پھولوں کا ہار اور ایڈریس دیا، تاجپور میں مجلس منعقد
 کی اور قوم نے نذرانہ دیا۔ اور انجمن اسلام۔ ننگ مین مسلم ایسوسی ایشن کے طرف سے تان بہادر
 سید محبوب میاں جج۔ اسٹنٹ جج امام بخش قادری۔ س خاں۔ دھنے خاں فرسٹ کلاس
 ٹریٹ۔ سابق ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات۔ خان بہادر جان محمد۔ مسٹر نظیر محمد شیخ وکیل وغیرہ
 نے ملاقات کی، دو دن کے بعد بمبئی پہنچے، رمضان وہیں گزارا۔ پھر سٹیج عبدالحمید
 راجی، مدراس دالے کے لڑکوں نے دو لاکھ کی عمارت تیار کر کے ہال کے افتتاح کے لئے سدھپور
 پہنچا۔ اس خوشی میں گلیا کوٹ میں ۲۵ کمرے مسافروں کے لئے تعمیر کی اجازت مانگی۔ جو دی
 گیا۔ سدھپور میں مکان کی تنگی کے سبب ایک نیا محلہ طیب پورہ کا آپ کے ہاتھوں بنیاد رکھا، عدن
 میں ایک مسجد جامع کی تعمیر کا باجواز کام شروع ہوا۔ سدھپور میں بہت سی قومی اصلاحیں کیں۔
 سدھپور میں مدرسہ یوسفیہ کو محکمہ تعلیم دعوت سے ملحق کر دیا گیا۔ وہاں سے پالن پور آئے جہاں نواب
 صاحب ملاقات کو تشریف لائے۔ پالن پور سے ڈیسر، دھنیرا، مدار، وغیرہ گاؤں میں تشریف لے
 گئے پھر سدھپور واپس آئے۔ کارخانہ برق (بجلی) جو ہندو بوبہرہ نے تیار کیا تھا اس کا افتتاح کیا۔ اور
 برہانی محلہ کا پایہ رکھا، سدھپور سے دھنیرا آئے۔ بوبہرہ مسافر خاند کا افتتاح کیا اور جماعتی نزاع کا
 فیصلہ کیا۔ وہاں سے دیپال حسن پیری کی زیارت کے لئے گئے، وہاں دو مسافر خاندوں کا افتتاح کیا۔

احمد آباد ہوتے ہوئے بڑوہ پہنچے۔ ایک مدرسہ جو تیس ہزار (۱۳۰) میں تیار ہوا تھا۔ اس کا افتتاح کیا۔ ۲۰ مئی ۱۹۲۲ء میں شاہزادہ صاحب بھائی صاحب محمد بھائی صاحب کی سالگرہ تاج کے پاس زینی بنگلہ میں دعوتِ طعام جماعت کو دی۔ مدرسہ طیبہ کے اندر لڑکے لڑکیوں کو ۱۹۲۲ء میں انعام دیا۔ فروری میں سورت سے جام نگر تشریف لے گئے۔ راستہ میں راجکوٹ بومرہ مسافر خانہ کھولا۔ ریاست کے طرف سے آپ کا استقبال ہوا۔ سیٹھ محمد علی علی صاحب کا بیچ والے نے پونے لاکھ کے خرچ سے روضہ میں جوٹا اور بنایا اس کو جام صاحب کے افتتاح کیا۔ اور اس کا نام سیفی ٹاؤر رکھا۔ وہاں سے کچھ ماہ ڈوی پہنچے۔ جہاں درگاہ کا افتتاح کیا۔ خیر پور بندے پہنچے جہاں مسافر خانہ اور مسجد جماعت خانہ وغیرہ کا افتتاح کیا۔ عمال ریاست نے اور اس پاس گاؤں والوں نے ملاقات کی۔ وہاں سے راجکوٹ پہنچے۔ انور علیہ خانہ کے بچوں کو بلا کر اچھی رقم ملیم خانہ کو دی۔ راجکوٹ سے موربی ہوتے ہوئے آپ نے داؤد بھائی ملا میٹھا والا کے استدعا پر داہود پہنچے۔ یہاں بھی آپ نے مذہبی اصلاح کی۔ وہاں سے گودھرہ ہوتے ہوئے علی پہنچے جہاں رمضان کا مبارک مہینہ گزارا۔ سخت گرمی کے سبب لوگ روزہ افطار نہ کریں مگر برداشت کریں ایسا فرمان جاری کیا۔ چاند بھائی سیٹھ پر ایک دوسرا صندوق نذرانہ آپ کی طرف سے باستدعا مومنین رکھا گیا۔ اس مقدس ماہ میں زبان میں ایک کتاب شرب کوثری تالیف فرما کر شائع کی۔ جون میں برہانپور کی عدالت میں بہادر خزاہین کے طرف سے عامل اور جماعت پر جو بڑی رقم کے لئے مقدمہ بتک عزت کا چل رہا تھا اس کو جج نے خارج کر دیا۔ اس ماہ میں احمد نگر تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے اورنگ آباد جو آپ کا آبائی وطن تھا۔ نظام ریاست کے عمال نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ دو روزہ کام مولانا نور الدین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے نظام نے معقول بندوبست کیا۔ جہاں سے بمبئی

اور محرم ۱۳۳۲ھ میں آپ نے وعظ فرمایا۔ پھر سورت آئے، سینٹھ غلام حسین عیسیٰ جی
 بھائی کے استاد پربھتی پونچے۔ باندرہ میں مقیم ہوئے۔ نومبر میں بتقام ستارہ بھائی بیٹھ
 بھائی رنگ والا کے طرف سے چار لاکھ صرفہ سے بنائی ہوئی مسجد کا افتتاح کیا۔ اُجین میں
 بہادر نعمان جی کے یہاں شادی میں ان کی استاد پرتشرف لے گئے۔ ہر جگہ ریاست کے
 شہر کے معززین نے آپ کا استقبال کیا۔ اُجین کے قبر میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں ۹ فٹ
 سنہری کلس نصب کی گئی۔ اُجین میں تقریباً دو ماہ مقیم رہے۔ پھر اندور آئے، عمال نے
 نبال کیا، اور دارالعمارت تک لوگ گئے۔ اور یہاں دربار لگایا جہاں دیوان صاحب
 عطا فرمایا۔ اندور چھاؤنی میں ایجنٹ صاحب سے ملاقات کی۔ وہاں سے ہونہ پونچے
 تون کے طرف سے دروازے بنائے گئے اور مسلم اُجین کے طرف سے ایڈریس دیا گیا۔ وہاں ایک
 تھاجس کا پانی نیچے اتر آیا تھا۔ ٹکانت کرنے پر آپ نے اس کا پانی منگوا کر دم کر کے اسی میں
 دیا اور آٹھ دن کے بعد جب کھولا گیا تو ۲۵ فٹ پانی اس میں بلندی پر آگیا تھا۔ آپ کی اس
 ت سے مومنین کے ایمان تازہ ہو گئے۔ یہاں سے دھار، دس دن کے بعد پڑوانی اسٹیٹ
 ۔ راجہ نے شاہی میزبانی کی درخواست کی جو قبول کی گئی اور رسالہ کی حفاظت میں راج محل میں
 م ہوئے۔ راجہ نے ملاقات کر کے استاد عالی گروہرہ تاجروں کو یہاں آباد ہونے کی ترغیب دیں۔
 مات باز دید کے لئے ساگر دلاس محل میں راجہ کے گئے۔ ہمارا راجہ کے محل میں گاڑڈن پارٹی دی گئی
 سے رتلام آئے۔ اگرچہ آپ کے لئے دوسرے مقامات سے طلبی آئی تھی لیکن شیخ حیدر علی دیوان
 جو سیدنا برہان الدین کے وقت سے اس اہدہ پر رہ کر خدمت انجام دے رہے تھے۔ ان کی
 استاد پربھتی وطن میں پد بزرگوار کی عزت افزائی کے لئے اپیشل ٹرین میں سوار ہو کر سیدنا تشریف
 گئے۔ ریاست کے حکام نے استقبال کیا۔ میاں صاحب حیدر علی کے گھر چوڑی پر سوار ہو کر تشریف

نے گئے۔ حیدر علی نے روپے نثار کر کے غریبوں میں تقسیم کئے۔ دیوان صاحب کے یہاں شادی
 کے مبارک ہاتھوں انجام پائی۔ کونوئے کا پانی خراب تھا اس سبب سے سخت تکلیف تھی
 کے عرض کرنے پر آپ نے ایک گھڑا پانی دعا پڑھ کر اس کو کونوئیں میں ڈلوادیا۔ اور آٹھ دن بند
 کھولا، تو وہ استعمال کے لائق ہو گیا۔ اور آج بوہروں کا بڑا حصہ اسی سے سیراب ہوتا ہے۔
 نے وہاں مسافر خانہ کے لئے ایک رقم عنایت کی، وہاں سے احمد آباد ہوتے ہوئے بمبئی تشریف
 لے گئے، اور رمعضان تشریف وہاں گزارا۔ اور وہاں وڈھوان کے ٹھاگر صاحب نے ملاقات
 کی، پھر کپڑو نچ تشریف لے گئے اور ۸ دن قیام کیا۔ سیٹھ حسین بھائی مورس والا اور سیٹھ آدم جی
 سیٹھ جیون جی کے استعدا پر شادی کے موقع پر کراچی تشریف لے گئے۔ راولپنڈی، لاہور
 کوٹہ وغیرہ کے لوگ حاضر ہو کر دیدار سے مشرف ہوئے۔ تمام کراچی کے لوگوں نے آپ
 معقول استقبال کیا۔ وہاں ۲۶ ماہ تشریف فرما رہے۔ ۲۷ ذوالفقہ کو آپ کی سالگرہ تھی
 میں کمپ کی مسجد میں سلام کا دربار منعقد ہوا۔ اس دفعہ آپ نے مذہبی اور معاشرتی اصلاح
 کیں۔ اور متعدد وقف کے ذریعہ غیر منقولہ جائدادیں آپ کے نام کی گئیں۔ مدرسہ حسینیہ کا
 دعوت کے تعلیمی محکمہ سے ہوا۔ اور فیض حسینی کا کاروبار دعوت کے کاروباری محکمہ کے سپرد
 گیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کا انتظام درست کیا گیا۔ اور سستے مکانات غریبوں کے
 مہیا کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ محرم ۱۳۲۵ھ کا وعظ آپ نے وہاں فرمایا۔ سدھپور، پالن
 جبل پور، بمبئی وغیرہ کے لوگ وعظ سننے کے لئے تشریف لائے تھے۔ شیخ اسماعیل علی
 راولپنڈی والے جو کشمیر کے بڑے تاجر ہیں۔ ان کی استعدا پر کشمیر ماہ ستمبر میں پہنچے۔
 کے قیام میں ایران کے کونسل نے آپ سے ملاقات کی، اور تربت حیدری خند میں معقول رقم
 کی۔ ۲۵ محرم کو اسٹیشن پر وداع کے لئے تمام بوہرے جمع ہوئے۔ سندھ، حیدر آباد، لاہور

ہوتے ہوئے راولپنڈی پہنچے۔ جہاں آپ کا شاندار استقبال ہر قوم کی طرف سے کیا گیا۔
 شیخ آدم ماموں جی خان بہادر کے ہنگامہ میں قیام کیا۔ یہاں سے مری کے راستہ بذریعہ موٹر کشمیر
 - مری میں سیفی محل میں قیام کیا۔ اور پھر کشمیر پہنچے اور مہاراجہ ٹھکری کے ہنگامہ میں ٹہرے،
 ست کے طرف سے مہمان نوازی کی گئی اور معقول رقم نذر دی گئی۔ آپ نے قدیم عمارت اکبر
 جہانگیری ملاحظہ کیں۔ گلابگ بلندترین پہاڑی پر رسالہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور یہاں
 بج ہراڈنٹ سطح سمندر سے بلند ہے، جہاں بادل اور کھڑکے سبب داپسی کی استعداد کی
 آپ نے کہا کہ دو دن تک یہ کھڑکے گا اور آگے بڑھتا جائے گا واپس نہ ہوگا۔ اس کے بعد
 نے دعا کی کھڑکے ٹہر جائے۔ چنانچہ فوراً سورج نکل آیا اور کھڑکے غائب ہو گیا۔ آپ اسلام آباد
 سے ہو کر بنیڈی پہنچے۔ ۳۰ = ۲۰ رسالہ موٹر اور ۱۵ = ۲۰ ہوس موٹر کا قافلہ آپ کے ساتھ
 ما، جہاں مقیم ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی گاؤں آباد ہے۔ آج سے تین سو برس پہلے بھدرکبر
 سینا داؤد بن قطب شاہ ۲۷ دیں داعی شاہی رسالہ کے ساتھ کشمیر گئے تھے جس کے بعد آج آپ
 ۵، داعی تشریف لائے، ایبٹ آباد سے راولپنڈی خان بہادر شیخ آدم جی ماموں جی کے
 استعداد پر آپ پانچ دن مقیم رہ کر سیٹھ آدم علی بدرالدین کی استدعا پر پشاور پہنچے۔ جہاں
 مہان خانہ سرکاری میں مقیم ہوئے۔ اور پھر خیبر پاس آپ پہنچے۔ جہاں حکام کے طرف سے
 پار کی دعوت دی گئی۔ اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ موٹر میں ساتھ تھا۔ دہرا سے پنڈی اور لاہور ہو کر
 لہان پہنچے۔ جہاں انجن اسلامیر نے آپ کا استقبال کیا اور ایڈریس دیا آپ نے اچھی رقم
 دی۔ پھر آپ سندھ پہنچے۔ جہاں خیرپور اسٹیٹ نے خیر خدم کیا۔ اور مہانداری آپ کی کی۔
 ایم کے شیخ سورتی وزیر ریاست میرپور خاص ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ سکھریل کی تجویز آپ
 نے ملاحظہ فرمائی۔ پھر سندھ حیدرآباد آئے۔ بمبئی والے سیٹھ اسماعیل جی کریم جی لاٹھی والا کی

استدعا پر ۲۴ ربیع الاول کو بمبئی پہنچے۔ اور آپ کی طرف سے جماعت کا کھانا ہوا، جانے
 لائڈ گورنر بمبئی نے جاتے وقت آپ سے ملاقات کی اور جدید گورنر سلی سن سے ملاقات کی۔
 داؤد بھائی شمس الدین بھارمل و سیٹھ بہتہ اللہ ابراہیم تو والا کے استدعا پر ۲۴ جنوری کو
 کو جا مگر پہنچے، حکام نے استقبال کیا۔ ہارپھوں سے تواضع کی۔ یکم فروری کو مدرسہ طاہریہ
 سینٹی انسٹی ٹیوشن کا افتتاح کیا۔ موربی، وڈھوان کیمپ، بردھہ وغیرہ ہوتے ہوئے مسافر خانوں
 کا افتتاح کرتے ہوئے سیٹھ عبدالعلی حیدر علی ملا باری کے یہاں شادی میں شرکت کے لئے سورج
 پہنچے اور پھر وہاں سے بمبئی گئے۔ فی الحال آپ کے روزانہ مشاغل مندرجہ ذیل ہیں۔
 بعد نماز صبح داؤد و ڈھانڈے ناشتہ تناول فرماتے ہیں۔ پھر دس بجے تک اپنے
 صاحبزادوں اور عزیزوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اس کے بعد ظہر تک عام طلبہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ پھر طعام
 تناول فرما کر عصر تک قیلولہ فرماتے ہیں۔ مغرب تک امور دعوت اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرماتے
 ہیں۔ بعد مغرب مشائخوں کو تعلیم دیکھائی ہے۔ اور صلوٰۃ الیل کے بعد استراحت فرماتے ہیں۔ آج
 فطر تہائے فیاض واقع ہیں۔ شادی کوئی بندھن نہیں آپ کے در دولت پر جانا ہو اور خالی
 واپس آنا ہو۔ ہندوستان کے طول و عرض میں ہر جگہ آپ سے لوگ فیض یاب ہوئے ہیں۔
 بلکہ ہند سے باہر بھی آپ نے فیاضی کا نمونہ دکھلایا۔ چنانچہ سمرنا فنڈ میں مظلوم ترکوں کے لئے ایک
 لاکھ بیس ہزار فرانک عنایت فرمایا۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ کی مرمت کے لئے ۱۰ لاکھ روپے مرحمت
 فرمائے۔ ۱۹۳۲ء میں جب آپ دہلی تشریف لے گئے تھے، تو دہلی کے تمام مسلمانوں نے بڑے
 تپاک سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ مختلف فرقوں کے مسلمانوں نے آپ کو ایڈریس دیا۔ آپ

سہ عزت الاخبار مطبوعہ ناوری جلیپور

ایک کی دلجوئی اور عزت افزائی فرمائی۔ دہلی کے عربک کالج کو ایک ہزار نقد اور دس سو
 از عنایت فرمایا۔ پیر کالج کو پندرہ سو دئے گئے، سورت کے یتیم خانے کے لئے پچاس ہزار
 ایت ہوا۔ لکھنؤ میں شیوہ کالج کی مسجد کے لئے دس ہزار دئے گئے۔ اور شیوہ یتیم خانہ کا
 واہ باب سیفی کے نام سے تعمیر کرایا۔ شملہ کے شیوہ مسجد کی تعمیر میں سات سو کی رقم سے امداد
 ۔ انجمن اسلامیہ شملہ کو ۸۰۰ روپے مرحمت فرمائے۔ آپ نے شاردابل کے خلاف بھی پُر زور
 برائے احتجاج بلند کی اور معقول رقم صرف فرمائی۔ آل انڈیا انٹیلیجنس کانسفرنس کا اہتمام آپ ہی
 فرمایا تھا۔ اور اس کے تمام اخراجات کا بار آپ نے اٹھایا۔ سیدنا کو بد و طغولیت سے
 اور اہل علم کی صحبت سے عشق رہا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ اس وقت علم کے بحر بیکراں
 میں موعظ میں آپ ایسی درفشانی فرماتے ہیں کہ اہل علم انگشت بندناں رہ جاتے ہیں۔
 پانگریزی سمجھ لیتے ہیں۔ اردو بولتے بھی ہیں۔ گجراتی مادری زبان ہے، فارسی جانتے ہیں
 و سربانی کمال حاصل ہے۔ حرم سرا کی عورتیں گجراتی اور اردو بولتی ہیں۔ آپ کی عمر
 سنہ ہجری کے لحاظ سے ۴۶ سال اور سنہ (شمسی) کے حساب سے ۴۴ سال کی ہے۔ آپ کا
 پیر مندرجہ ذیل ہے۔

دُبلے پتلے، متوسط قد، روشن چہرہ، سفید رنگ، ریاضت و عبادت آپ کے
 شرمے عیاں، داڑھی متوسط، لباس سادہ، آواز باریک نہ اشد کہ سننے کے لئے
 بہت توجہ کی ضرورت ہو، نہ بہت بلند۔ متانت سنجیدگی ہر عضو سے ظاہر۔ اس وقت
 آپ کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ آپ کا اسٹاف ۳۰-۳۵ آدمیوں پر مشتمل ہوتا ہے
 اس وقت آپ کے تعلیمی سکریٹری شیخ علی بھائی ہیں (شیخ علی محمد بن ملا عیسیٰ بھائی) دیوان
 ہیں۔ اور پرائیوٹ سکریٹری شیخ ابراہیم بھائی یعنی 'اور ملا حسن قادر بھائی کاروباری سکریٹری

(یا منجر) ہیں۔ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ میں صاحبزادہ عالی وقار محمد بھائی صاحب برہان اللہ کو وزارت کے رتبہ جلیلہ پر مرفراز فرمایا۔ دربار میں آپ کا ایک نقیب بھی ہوتا ہے جو بانی بلند یہ کہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الہی عمر و دولت زیادہ، آقائے نامدار سلام
شان تو فرزون باد، واقبال دوبالا، اسے سیف مدنی سلمکم اللہ تعالیٰ
تراباد اقبال یا اور مدام بحق محمد علیہ السلام

آپ کی تصنیفات میں سے صنو، نور الحق المبین، مشہور کتاب ہے۔ ابتداء میں جب کتاب شائع ہوئی تو مخالفوں نے بڑا شور مچایا۔ مگر آپ نے یہ تشریح فرما کر لوگوں کو خاموش کر دیا کہ یہ کتاب میں نے صرف اپنی قوم کے لئے مخصوص طور پر لکھی ہے۔ ۱۳۲۸ھ میں ایک مرتبہ بھی عربی زبان میں لکھا ہے۔ بحر بہت ہی چھوٹی اس لئے منتخب فرمائی ہے کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی ادا کر سکیں۔ زبان صاف اور شستہ ہے۔ مظلومیت، شہادت، جور و غلش، عورتوں کے بین، بچوں کی ضد، بیمار کا آہ و بکا اس کے اصل مضامین ہیں۔ اس مصیبت پر رونے کی ترغیب دلا کر دعا اور درود و سلام پر یہ مرتبہ ختم ہو جاتا ہے۔ ۱۳۳۸ھ میں ارزاں اناج کی دوکان احمد آباد، امریٹ، گودھرہ۔ داہود، رتلام میں زراعت سے کھلوائیں۔ تاکہ غریب بوہرے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان سے دوسرے لوگ ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ ۱۳۳۹ھ میں کفارہ صوم کے لئے نصف صاع (۱/۲) ۱۳۴۰ء کا ایک پیمانہ پتیل کا تیار کر کے تمام عمال کے پاس ارسال کر دیا لوگوں کو آسانی ہو۔ آپ تقریباً ہر رمضان میں ایک نیا کتاب تصنیف فرماتے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں آپ نے بزبان عربی اس صفت کے ساتھ ایک کتاب تحریر فرمائی کہ کتاب کے نصف میں کہیں حرف "الف" نہیں لائے۔ علوم شرعیہ

شرب کوثری - زہرا ریاض الازلیہ - درر اسرار آل کرار - قصیدہ غیر منقوٹ آپکی تصنیفات میں۔

(آخری نصیحت دنی کے مسلمانوں کو)

مسلمان ایک دوسرے سے محبت کریں۔ اخلاص بڑھائیں۔ عیب بنیوں کو بالائے طاق رکھیں۔ اتحاد و اتفاق ہی دینی اور دنیوی ترقی کی مسلم شاہراہ ہے۔ اگر کوئی گھریا ملک نا اتفاقی میں پھنس جائے۔ اس کا ترقی کرتا تو درکنار۔ ہستی سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ باہمی اختلافات اور نا اتفاقیوں سے انسان نہ دنیا کے کام کر کے فارغ البال ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی یکسوئی طمانیت قلب حاصل کر کے عبادت الہی میں مصروف ہو سکتا ہے۔ لہذا باہمی مروت رواداری کرم و احسان اخلاص و یگانیت ہی ایسے ذریعہ ہوں ہیں جن پر عالم ہونے سے اسلام کی شوکت دو بالا ہوتی ہے۔ اے خدا مسلمانوں کو متحد اور متفق ہونے کی توفیق عطا کر۔

سلسلہ اورنگ آبادی

داعی عہد سیدنا طاہر سیف الدین کانسب نامہ

ملاحسام خان

ملائجم خان

شیخ داؤد بھائی

شیخ بیون جی

سیدنا محمد عز الدین (۴۲)

سیدنا طیب زین الدین (۴۵)

سیدنا عبدالحسین حاکم الدین ^{۱۳۰۶ھ} (۴۸)

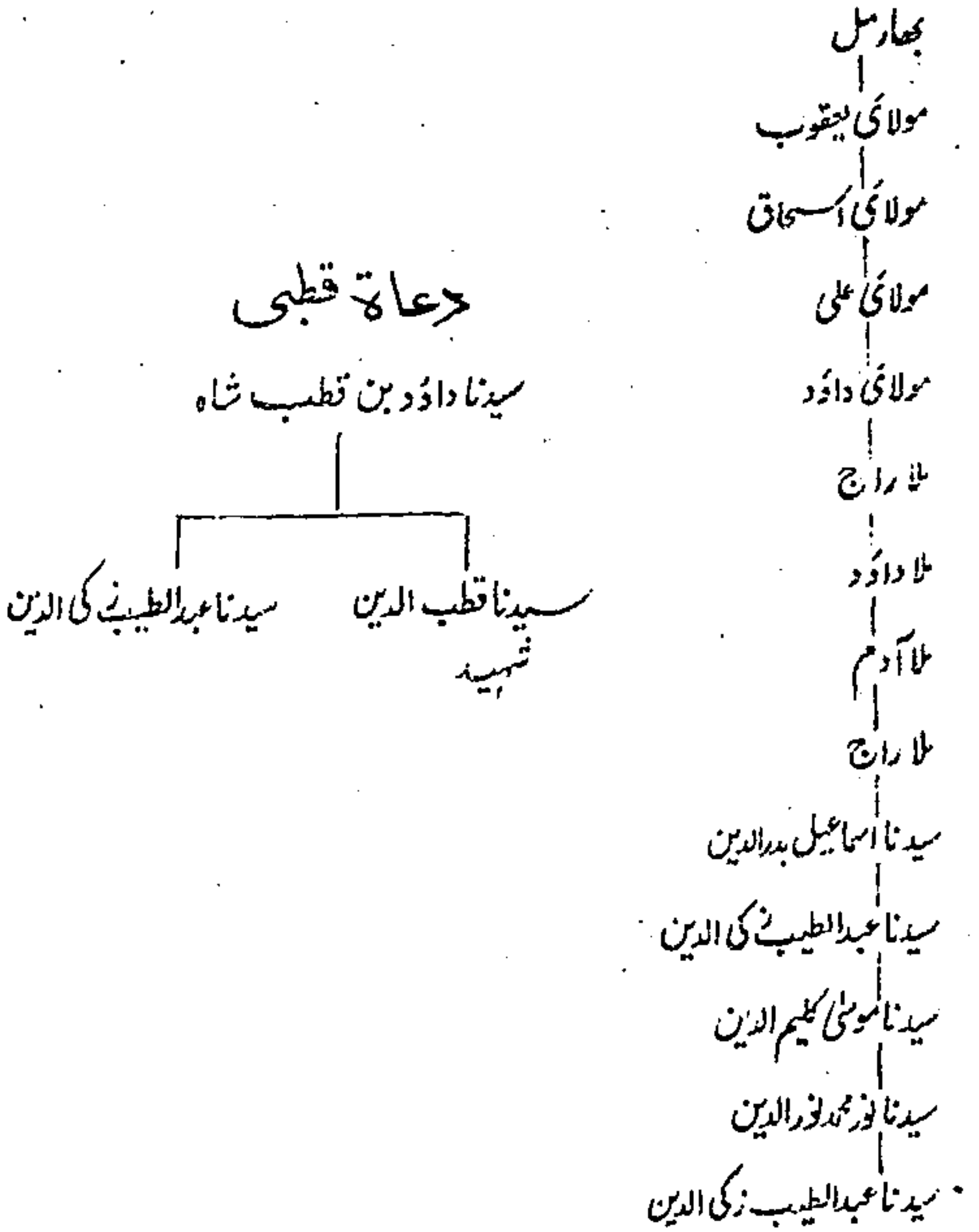
سیدنا عبد القادر نجم الدین ^{۱۲۵۶ھ} (۴۷)

سیدنا محمد پیمان الدین (۴۹)

سیدنا عبد اللہ بدر الدین (۵۰)

سیدنا طاہر سیف الدین (۵۱)

سلسلہ نسب و عاۃ جام نگری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حصہ دوم تاریخ بوہرہ

مذہبی القاب | ائمہ = امام مطلق - امام مستودع - امام مستقر - امام حافر

ام غائب - امام زماں -

مام - نائب رسول ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں بالہام الہی اس کے احکامات
مخلوق تک پہنچانے والا -

باب الابواب - وزیر اعظم

ب - مذہب کا اعلیٰ خطاب جو امام کے بعد ہوتا ہے، اور مثل وزیر کے کام کرتا ہے، اور

امام مستور ہونے کے وقت معتقدوں اور امام کے درمیان سفارت کا کام کرتا ہو -

بیت - باب کے بعد اس کا درجہ ہے، امام سے حاصل کر کے دوسروں تک پہنچاتا ہے،

حُجّت و دطرح کے ہوتے ہیں، حجت لیلیٰ، اور حجت نہاری -

و مصد - حجت سے حاصل کرتا ہے -

علی الدعاۃ - اس کو داعی البلاغ اور داعی اکبر بھی کہتے ہیں۔ مومنین کے درجات کو ترقی دیتا

ہے، حجت اور امام تک پہنچاتا ہے -

راعی - لوگوں سے عہدہ پیمان لے کر سلسلہ بیعت میں داخل کرتا ہے، اور لوگوں کو علم و معرفت

کی تعلیم دیتا ہے -

کلف - پہرہ عہدہ دار اگرچہ بڑا صاحب علم ہوتا ہے، لیکن بیعت اس کا کام نہیں۔ اس کا

اصلی کام یہ ہے کہ غیر مذاہب کے عقائد میں حجت اور دلائل سے شکوک پیدا کرنے اور متذنب ہو جائے اور شبہات دور کرنے کا خواہشمند ہو، تو اس کو داعی تک پہنچا
 مومن۔ اسماعیلی عقیدہ کا عام مسلمان۔ پس مکلف داعی تک پہنچاتا ہے، عدم تسلی پر
 الدعا کے پاس بھیجا جاتا ہے، اور زیادہ ذہین ہونے پر اس کو حجت کے نزدیک
 جاتے ہیں۔ او پھر حجت باب یا امام تک رسائی کر دیتا ہے، جہاں تسلی کے ساتھ خط
 اور انعام سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

ستر ائمہ کے بعد سے مندرجہ ذیل طریقہ پر القاب مقرر ہوئے۔

داعی مطلق۔ اپنے معتقدوں کے روحانی و دنیاوی معاملات پر حکومت کرنے والا
 جس کی اس کی جماعت کا ہر فرد، ہر چیز و کئی امر میں اطاعت کرے، اور کئی
 عہدہ کے تمام قومی املاک پر مالکانہ تصرف کرے، اور کسی کو مداخلت کا حق نہ ہو
 ملاخون۔ جماعت میں دوسرے نمبر کا اعلیٰ عہدہ ہے، داعی کی عدم موجودگی میں تمام
 کام انجام دیتا ہے، اس کو وزیر اعظم کا عہدہ سمجھو۔

مکاسر۔ جماعت میں یہ تیسرے درجہ کا عہدہ ہے۔ عہد قدیم میں تو اس کو وزیر جنگ
 چاہیے، لیکن آج کل غیر جنگی ہوتے ہیں۔

حاضر۔ جو موافق شرع کے فتویٰ دیتے ہیں (یعنی مفتی)

قائمین۔ قاضی، مقدمہ فیصلہ کرنے والا۔

فہرست عہدہ داران ملکی درینی خطاباً عہدہ موجودہ

داعی مطلق۔ نائب امام مستور

صوفی - ولی عہد داعی

زون - وزیر اعظم

کاسی - وزیر جنگ

ساحر الحد - مجتہد مفتی اعظم

سوح - بڑا ملا

لر (حد) مفتی (دینی مسائل اصول سے استخراج کر کے لوگوں کو بتاتے ہیں۔

نسخ صاحب | جو دینی تعلیم پر عبور رکھتا ہو اور سند کے ساتھ عمامہ بھی داعی کے طرف
یا صاحب | سے مرحمت ہوا ہو۔ درس اور امامت نماز کی اجازت حاصل ہوتی ہے
شہروں میں عامل اکثر بھی لوگ ہوتے ہیں۔

ی صاحب - جو معمولی دینی تعلیم حاصل کر کے سند لیتے ہیں، صرف امامت نماز باجماعت
کی اجازت ہوتی ہے۔ اکثر گاؤں میں نائب عامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سب
لوگوں کو ماہانہ دعوت فنڈ سے وظائف ملتے ہیں۔

پتھر صاحب - معزز دولت مند خیر خواہ داعی کو یہ خطاب ملتا ہے اور ان کی نشست
داعی یا عامل کے بائیں جانب ہوتی ہے۔

مائی صاحب - فاندان داعی کے فردوں کے لئے یہ لفظ مستعمل ہے۔

ئی صاحبہ - داعی کی عورتوں کے بولتے ہیں۔

ملا الدین عماد الدین | عموماً مشائخ، صاحب علم، اور صاحبزادوں (بھائی صاحب)
وغیرہ | کو اس قسم کے خطابات ملتے ہیں۔

دعوتِ فتنہ کو منظم رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل عہدہ دار فی الحال ہیں

داعی مطلق - وزیر - نائب وزیر - کاتب السر (پرائیویٹ سکرٹری)

تعلیم کا وزیر - سیاسی سکرٹری - ناظرِ اعمال (چیف عامل) شاید یہ عہدہ

اب توڑ دیا گیا - نائب ناظرِ اعمال - والی (یا صاحبِ علاقہ) نائب علاقہ دار

دیوانِ عامل - نائب عامل - نقیبِ دربار -

جب داعی کا دربار ہوتا ہے، تو خطابات اور عہدے ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض

کے موقع پر بھی خطابات عطا ہوتے ہیں۔ ان دینی عہدوں پر کبھی کبھی عورتیں بھی سر فراز ہوتی

جیکہ ان کی تعلیم کافی ہوتی ہو۔ اور اعلیٰ لیاقت رکھنے پر ان کے عہدوں میں بھی ترقی ہوتی

ہے۔ جیسے سستی (سیدی)، بو بنت سیدنا داؤد، یازہرا، بی بی بنت سیدنا یوسف

(قبل نقض میثاق) اسی طرح سستی فاطمہ بنت غورا (گورا) بھائی عہدہ مشیخت پر ممتاز

ان کی قابلیت اور علمیت کی کتابوں میں بڑی تعریف لکھی ہے۔ کپڑوں میں مندرجہ ذیل

عورتیں بچہ سیدنا داؤد بن قطب شاہ ملا اور مشائخ میں شمار کی جاتی تھیں۔ رانی

فاطمہ بی بی بنت محمد - ناہنی بی بی - مریم بی بی - جیون بی بی - چاند بی بی - فاطمہ بی

بنت ملا طیب - حوا بی بی - اسی طرح کڑی میں بھی ملا کے عہدے پر چاند بی بی تھیں

ذمیرہ بی بی بھی درجہ حدیث پر فائز تھیں۔

مندرجہ ذیل اشیاء پر ایمان لانا فرض ہے :-

ایمان

توحید، رسالت اور قرآن۔ باقی دلائل، طہارت نماز، روزہ

زکوٰۃ - جہاد کو فرض سب سے کہتے ہیں۔

میں۔ مومنین خداوند تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں۔ اس کی ذات و صفات کے متعلق
یاد ہی عقائد رکھتے ہیں جو عام مسلمان حکما میں رائج ہیں۔ چنانچہ سیدنا محمد طاہر سیف الدین
رضی اللہ عنہ کی ایک دعا سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ دعا کا کچھ حصہ مندرجہ ذیل ہے۔

اللھم انی اسئلتک یاھو۔ یا من لا یعلم ماھو الاھو۔ یا من
ھو کماھو۔ و اتوسل الیک اللھم بالعقل الاول، و بتالیہ
و بالسبعۃ العقول اللتی تلیہ۔ و بعاشرھم القائم المقام
الاول۔ وغیرہ الخ

اس دعا کا مکمل اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

اے خدائیں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ اے وہ ذات کہ کوئی نہیں جانتا کہ
وہ کیا ہے مگر وہ خود۔ اے خدا جو اب بھی موجود اسی طرح ہے جیسے پہلے تھا
اور میں وسیلہ اختیار کرتا ہوں عقل اول کے ساتھ اور ان سات عقلوں کے
ساتھ جو دوسری عقل کے بعد ہیں۔ اور دسویں عقل کے ساتھ جو پہلی کی قائم مقام ہے
اس شخص کے لئے جو اس کے کناروں کے نیچے رہتا ہے۔ اور جو احاطہ کرنے والی
ہے اپنے جاری مادے کے ذریعہ۔ اور زندگی میں سبقت لے جانے والی ہے۔
اور وسیلہ تلاش کرتا ہوں ان روحانی قوتوں اور پاک صورتوں کے ذریعہ جو ہر
ایک عقل میں موجود ہیں۔ اور وسیلہ چاہتا ہوں اے اللہ اس صاحب مرتبہ

کہ ممکن ہے کہ اس کے اصلی معانی دوسرے ہوں اور ان سے مراد ائمہ، دعا اور اولیا ہوں۔

کہ شاید اس سے مراد داعی ہوں۔

عالی، بزرگ ترین کے ذریعہ جو غیر مادی ہے اور آسمانوں اور عناصر کی حرکت
 اسی کے بدولت ہے۔ اور عقول جبروتی اور انوار ملکوتی کے چکنے کی جگہ اسی کے سبب
 سے ہے۔ اور وسیلہ مانگتا ہوں ان (۲۶) کے ساتھ جو اس کے حکم کے فرمانبردار
 ہیں۔ اور تعمیل میں عجلت سے کام لیتے ہیں۔ اور وسیلہ طلب کرتا ہوں ان لوگوں
 کی دساطت سے جو ان کے بعد انوار کے ساتھ آخری مدت تک مبعوث ہوں۔
 اور وسیلہ چاہتا ہوں ان مبروں کے ذریعہ جو ان دوروں (مراد دوران
 فلک) کا خاتمہ کرنے والے ہیں۔ آخری دن کی آخری گھڑی تک۔

رسالت

حضرت محمد صلعم کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ اور قرآنی آیت خاتم النبیین اس
 کا ترجمہ نبیوں کے مہر کرتے ہیں۔ دنیا میں چھ ناطق ہوئے، (۱) حضرت آدم (۲) حضرت نوح
 (۳) حضرت ابراہیم (۴) حضرت موسیٰ (۵) حضرت عیسیٰ (۶) حضرت محمد صلعم۔ اور ہر ناطق (رسول) ہر ناطق
 کے لئے ایک مقیم اور ایک وصی ہوتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا ناطقوں کے ذیل کے وصی اور مقیم
 ہوئے۔

حضرت آدم کے مقیم ہونبند اور وصی ہابیل۔ حضرت نوح کے ہیود اور وصی سام
 حضرت ابراہیم کے مقیم صالح اور وصی حضرت اسمعیل۔ حضرت موسیٰ کے ادا اور وصی حضرت
 ہارون۔ حضرت عیسیٰ کے مقیم خزیمہ اور وصی شمعون۔ حضرت محمد صلعم کے (۱۰) اور وصی سیدنا علی

سہ سرمایہ نشاط صد مسلمانوں میں دونوں روایتیں ہیں خاتم بمعنی مہر۔ اور خاتم بکسر التاء بمع
 آخری نبی۔ اسے کتابوں میں مقیم کی جگہ خالی نظر آئی۔ اس لئے میں نے بھی خالی چھوڑ دیا۔

مومنین میں یہ بات مسلم ہے کہ حضرت محمد صلعم جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو غدیر خم (تالاب کا نام ہے) کے مقام پر چڑھ کر اور مدینہ کے

آیت

یاں ہے، یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان تم

تفعل فما بلغت رسالتہ۔ واللہ یعصمک من الناس

ترجمہ۔ اے رسول تیرے رب کے طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل ہوا،

اس کی تبلیغ کر۔ اور اگر نہ کیا تو تبلیغ رسالت کی ہی نہیں۔ اور اللہ تم کو

لوگوں سے بچائے گا۔

اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے تمام لوگوں کو جمع فرمایا۔ اور سیدنا علی کا دست

رک اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اے خدا! میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے

خداوند جو علی کو دوست رکھتا ہو اس کو تو بھی دوست رکھ۔ اور جو علی سے دشمنی رکھے اس سے

بھی دشمنی رکھ۔

پس اس آیت میں تبلیغ رسالت سے مراد تبلیغ دلائل تھی، جو اس مقام پر تمام

لوگوں کے سامنے کی گئی۔ اور اسی لئے آنحضرت کے اختتام خطبہ پر فوراً مندرجہ ذیل آیت

ازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ

یعنی آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں تم پر تمام

کر دیں۔

اس طرح بذریعہ رسالت، تبلیغ دلائل کے معنی تکمیل دین کے ہوا۔ اور سیدنا حضرت امیر کا

ولایت کے مرتبہ پر سرفراز ہونا یہ مومنین کے لئے اتمام نعمت خداوندی ہے۔ اس
 اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت صلعم کی وفات پر بحیثیت ولی اور وصی کے قائم مقام رسول
 (خلیفہ) آپ ہی کو ہونا چاہیے تھا۔ اگرچہ عام مسلمانوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ مگر جب تک
 آپ اس دارفانی میں زندہ رہے فی الحقیقت آپ ہی نائب رسول تھے۔ اور آپ نے
 وفات کے بعد حضرت امام حسنؑ کو جانشین بنایا۔ (یعنی نص کر گئے)

جیسا کہ ابتدائے کتاب میں بہ تشریح میں نے تحریر کیا ہے کہ کس طرف
امامت | خلافت اور امامت مسلمانوں میں دو علیحدہ شے ہو گئی۔ ایک طرف

عام مسلمان خلیفہ کو امیر المومنین (یعنی حاکم) تسلیم کرتے تھے، اور دوسری جانب امام
 اثنا عشر (۱۳) میں سے ہر مقدس ذات کو اپنا مقتدی اور امام مانتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ
 ایسے تھے جنہوں نے حضرت جعفر صادق کے بڑے صاحبزادہ سیدنا اسمعیل اور ان
 خاندان کے صرف منصوص اولاد کو امام مانتے رہے، ان کو اسمعیلی کہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد
 ہے کہ امامت نہ تو کسی امام کی اولاد ہونے سے حاصل ہوتی ہے، اور نہ علم و فضل اور تقویٰ
 کے سبب اور نہ ہی عوام یا خواص کے کسی کو امام مان لینے سے امام بنتا ہے، بلکہ امام کے مرتب
 پر اسی وقت فائز ہو سکتا ہے جبکہ پیش رو امام اپنے مابعد کے لئے نص (وصیت) کر جائے
 پس چونکہ یہ دینی امور میں جانب اللہ ہیں اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی امام بغیر نص کے
 وفات پا جائے۔ اور تمام ائمہ بحالت امامت ہر دینی و دنیاوی معاملات میں معصوم
 ہیں۔ ان سے کسی قسم کی غلطی اور خطانا ممکن ہے۔ امام جب تک ہر شخص سے ملتا جلتا
 ہے، تو براہ راست مخلوق کی ہدایت کرتا ہے، اور اس کو عام اصطلاح میں امام ظاہر کہتے
 اور جب مصالح دینی یا دنیاوی کے سبب عوام کے نظروں سے پوشیدہ ہو جائے تو ان

مستور کہتے ہیں۔ اور اس حالت کا نام ستر ہے، گو عام طور پر ستر یا مستور کے
 یہی لئے جاتے ہیں۔ کہ اپنے دشمنوں کے سبب پوشیدہ ہو گئے ہیں، مگر خواص کے نزدیک
 مستور کے معنی ستر فی ذات اللہ کے ہیں۔ یعنی روحانی طور پر مخلوق سے الگ ہو کر خدا کی ذات
 چھپ گئے ہیں۔ امام جب کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو اس کو "خسوف" کہتے ہیں۔ جیسا کہ
 ہویں امام کی حالت ابتدا میں تھی۔ ہر امام کے ساتھ ایک عملہ ہوتا ہے، جو امام کی ہدایت کے
 بقی کام انجام دیتا ہے، ظاہر امام کے عہد میں ایک تو وہ عملہ ہوتا ہے جو ملکی انتظام سرانجام
 ہے، اور دوسرا وہ جو فقط لوگوں کو اطاعت امام کی دعوت دیتا ہے۔ یہ لوگ عموماً پوشیدہ
 کرتے ہیں۔ اور خاموشی کے ساتھ کام میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن ائمہ مستور کے ساتھ صرف ایک
 عملہ ہوتا ہے۔ اس عملہ میں (۲۶) آدمی ہوتے ہیں۔ اول باب جو سب کا سردار اور افسر اعلیٰ
 ہے۔ دوسرا داعی الدعوات (داعی البلاغ) جو باب کے ماتحت ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ (۲۳)
 سرے اشخاص ہوتے ہیں۔ جن کو حجت کہتے ہیں۔ ان میں سے (۱۳) تو امام کے ساتھ رہتے ہیں
 (۱۲) مختلف ممالک میں امور دعوت انجام دیتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ سے سیدنا محمد بن اسماعیل
 تو ظاہر امام تھے، اس کے بعد سے مندرجہ ذیل ائمہ کا شمار ائمہ مستورین میں ہوتا ہے۔

سیدنا عبداللہ - سیدنا احمد مصنف رسائل اخوان الصفا (۳) سیدنا حسین (۴) سیدنا
 بن اسماعیل مذکور پس سات (۵) امام ظاہر، اور چار (۶) امام مستور کل گیارہ (۱۱) امام ہوئے
 کے پاس دنیوی حکومت نہ تھی۔ پھر بارہویں امام سے ظاہری امامت کے ساتھ ظاہری
 دوی حکومت کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کے پہلی زریں کڑی سیدنا ابو محمد
 اللہ تھے۔ جن کو عام مورخین عبید اللہ المہدی کہتے ہیں۔ سلطنت فاطمیہ کے آپ ہی بانی ہیں۔

اور اسی لئے عام مورخین اس سلسلہ کو خانقائے فاطمین کہتے ہیں۔ اس سلسلۃ الذہب میں
منصوص دس امام ہوئے جن کے ہاتھوں میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی حکومتیں تھیں
کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) سیدنا امام عبداللہ المہدی (۲) سیدنا امام القائم بامر اللہ (۳) سیدنا امام
- باللہ (۴) سیدنا امام المعز لدین اللہ (۵) سیدنا امام نزار عزیز باللہ (۶) سیدنا امام
- بامر اللہ (۷) سیدنا امام الظاہر لا عزاز دین اللہ (۸) سیدنا امام مستنصر باللہ (۹) سیدنا
- امام المستغلی باللہ (۱۰) سیدنا امام الامر باحکام اللہ (۱۱) سیدنا امام ابو القاسم محمد
- پس یہ سب ملا کر اکیس امام ہوئے۔ اس کے بعد القاسم سے پھرائمہ مستورین کا س
- شروع ہوتا ہے۔ لیکن ۸ - ۹ - ۱۰ اماموں کی مستوری اس طرح تھی کہ دعاۃ ان سے ہدایا
- حاصل کرتے تھے۔ اور عہد موجودہ میں اماموں کی مستوری اس طرح ہے کہ کسی کو کوئی ہدایت
- نہیں ملتی۔ البتہ بعض بزرگوں کو خواب میں امام زماں کی زیارت ہو جاتی ہے۔ اس طرح
- امام ہیں جن کے نام ہم تک پہنچے ہیں۔ مابعدائمہ مستورین کے نام بھی عام لوگوں کو معلوم
- ہیں۔ لیکن اعتقاد یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ خدا کا ایک نائب رہتا ہے، جس کو امام کہتے
- تاکہ ذات و صفاتِ الہی کی شناخت کرائے۔ حق اللہ کے وجود اور جائز کو بتلائے۔
- کو سمجھائے۔ اور معرفت الہی کرائے۔ کیونکہ بغیر معلم کے تعلیم ناممکن ہے۔ پس امام طیب کے
- ان کے خاندان سے بطریق منصوص ہر عہد میں امام ہوتا چلا آیا ہے۔ اور جب وقت مناسب
- گا تو امام کا ظہور ہو جائے گا۔ ایک کتاب میں میری نظر سے یہ عبارت گزری کہ (۱۹) سیدنا
- سیدنا ادریس عماد الدین کے عہد تک مستورائمہ سے خط و کتابت جاری رہی۔ اس سے
- ہوا کہ فقط داعی مطلق کو اس کا علم ہوتا ہے۔ کہ امام مستور کون ہے اور کہاں ہے۔ آری

ہر سے یعنی دعوت چونکہ کمزور ہو گئی، اس لئے اس کے بعد سے خط و کتابت مسدود ہو گئی۔
 ردعاۃ اناک وقت کے نام اور مقام سے ناواقف رہنے لگے۔ یہ میری اپنی رائے ہے،
 فوق ذی کل علم علیہم۔

داعی کے صد مقام یعنی مرکز دعوت (پایہ تخت) کی فہرست

سیر	نام	سنہ	کیفیت
۱	کھنابت	۵۳۴ھ	مستقل
۲	پین انہل واڑا	۵۶۶ھ	"
۳	سدھ پور	—	عارضی
۴	احمد آباد	۵۸۲۵ھ	مستقل
۵	جاانگر	۱۰۶۵ھ	مستقل
۶	موربی	—	عارضی
۷	مانڈوی کچھ	۱۱۲۲ھ	مستقل
۸	اجین	۱۱۲۵ھ	"
۹	رام پورہ	۱۱۵۰ھ	"
۱۰	برہان پور	۱۱۹۳ھ	عارضی
۱۱	پونہ	۱۲۵۳ھ	"
۱۲	سورت	۱۲۰۰ھ	مستقل
۱۳	ممبئی		عارضی کیونکہ اکثر داعی کا قیام اسی جگہ رہتا ہے

داعی

چونکہ امام مستور ہو گیا ہے اس لئے اس کا قائم مقام داعی مطلق سمجھا جاتا ہے اور ایک داعی کے بعد دوسرا داعی بذریعہ نص اس جگہ آتا ہے۔ اور جس طرح ایک امام نص کے دنیا سے رحلت نہیں کرتا، اسی طرح ایک داعی بھی بغیر نص کے ہوئے وفات نہیں پاتا ہے۔ اور چونکہ وہ نائب امام ہے، اس لئے وہ امام ہی کی طرح معصوم بھی ہے یعنی وہ امور دینی میں کسی طرح کی غلطی نہیں کرتا۔ اس طرح سیدنا ذویب سے آج تک اکاون (۱۵) داعی ہوئے، عہد موجودہ میں داعی مطلق سیدنا و مولانا شمس الدین ابو محمد طاہر سیف الدین و امام الدین فیوضہم، ہیں جن کی فطری ذہانت اور کسی جدوجہد مومنین کو بے حد فیض پہنچ رہا ہے۔ ہر قسم کے انتظامات کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا ہے۔

داعی مطلق کا "دارالدعوت" گو کہ مستقل طور پر دارالہجرت سورت ہے۔ فی الحال مبنی میں زیادہ قیام رہتا ہے۔ محکمہ دعوت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔ جس میں عمال، علماء، شیوخ، حدود، وغیرہ کے بیعت کا حال درج ہوتا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب جدید داعی تحت دعوت پر رونق افروز ہوتا ہے تو مثل خلفاء و نظائر کے ایک دربار کرتا ہے، جس میں تمام عہدہ دار و وظیفہ دار نیز احرار و غیرہ حاضر دربار ہوتے ہیں۔ اور حلف و فاداری (بیعت یا میثاق) لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام نذرانے دعوت فہمڈ میں جاتے ہیں۔ یہ دربار مختلف اوقات میں مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ "سلام کا دربار" ہوتا ہے۔ اور اس میں جو کچھ نذرانہ ملتا ہے داعی کا ذاتی ہوتا ہے، اس طرح سے داعی کی پوزیشن (حیثیت) دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول سرکاری (یعنی بحیثیت داعی) اس صورت میں ہر قسم کی قومی ملکیت پر تاجیاب

لکانہ قبضہ ہوتا ہے۔ اور ایک داعی کی وفات پر دوسرا منصوص داعی اسی طرح قابض ہو جائے جیسا کہ پہلا تھا۔ اس کی اولاد کا اس پر کوئی حق نہیں۔

دوم "ذاتی حیثیت" اس حالت میں تحفہ، ہدیہ، سلام وغیرہ کی آمدنی اس کی اتنی ملکیت ہوتی ہے، اور ان آمدنیوں سے جو جائداد غیر منقولہ خریدی ہو وہ سب بعد وفات داعی ان کے اقربا کو ورثہ کے طور پر مل جائے گی۔ دعوت فنڈ کا اس پر کوئی حق نہیں۔ داعی واسطے داعی اگر ذاتی طور پر کسی سے قرض لے۔ یا کسی دوسرے کا قرض اپنے ذمہ لے، اس کی ادائیگی دعوت فنڈ سے نہیں ہو سکتی، جیسا کہ میاں صاحب عبداللطیف کا معاملہ وقت میں پیش آیا تھا۔ یا (۲۷) داعی کے صاحبزادے طاہر بھائی کا قرض (۲۸) داعی نے جس کمال مروت و بلند جوصلگی سے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

داعی کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ باپ کے بعد بیٹا ہی کو اس کی جگہ دی جائے۔ بلکہ اس کی بھی پابندی نہیں ہے کہ ایک ہی خاندان سے ہو۔ چنانچہ بین میں پانچ خاندانوں میں دعوت منتقل ہوتی رہی۔ ان میں سے خاندان حامدی اور حنظللی نے دو دو پشت تک اس منصبِ جلیلہ رہ کر امور دعوت انجام دیا۔ خاندان ولیدی (۱۸) پشتیں اس کام میں سرگرم رہیں۔ اس کے بعد مرکز دعوت ہند میں آگیا۔ اور سیدنا یوسف نجم الدین سدھ پوری ہند کے پہلے داعی ہوئے برقی خاندان ہوا، جس کے تین فرزندوں کو یہ شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد بھارل کا جام نگر، خاندان آتا ہے، جس کی آٹھ اولادیں اس عزت سے ممتاز ہوئیں۔ درمیان میں وافرادی حکمی خاندان کے بھی داعی ہوئے۔ خاندان بھارل کے بعد موجودہ داعی کا تامل خاندان ہے، جو اس وقت تک بے سمر اقتدار ہے۔ اور اس کا ساتواں فرزند محمد حاضر کا داعی وقت ہے۔ میری اس تشریح سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا، کہ نص دعوت کے لئے ہمیشہ ایک

خاندان مقرر نہیں کر لیا گیا ہے۔

نص | سیدنا حمید الدین کرمانی نے اپنی کتاب رسالہ وفتیہ میں نص کی یہ تعریف
شرعی کی ہے کہ

” ما امر اللہ او امر الرسول او اشار او فعل “ یعنی جس بات کا حکم خدایا رسول نے
ہو، یا رسول نے اشارہ سے یا خود کر کے بتایا ہو۔ اس مسئلہ تعریف میں کسی قسم کی قید نہیں
ہے چونکہ امام نائب رسول اور داعی مطلق نائب امام ہوتا ہے اس لئے اس کا امر
اور فعل بھی نص میں شمار ہوگا۔ آج کل نص کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تو منصوص کے متعلق
خاص لوگوں کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ پھر جب حالت یاس کی ہوتی ہے تو داعی ایک مختصر دربار
ہے۔ اس میں ایک خطبہ دیتا ہے اور پھر منصوص کا اظہار کرتا ہے۔ دعوت کے خزانے کی کچھ
اور دیگر سامان جدید داعی کے سپرد کر کے خود سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ کے رائج
سے متاخرین نے نص کی دو قسمیں کر دی ہیں۔ پہلے نص خفی اور دوسرے کو نص ظہری کہتے ہیں
ورنہ شرعی طور پر فقط نص مطلق کافی ہے۔ کیونکہ ائمہ کے ساتھ ہر قسم کے واقعات پیش آئے
کسی نے فقط نص خفی پر اکتفا کیا۔ کسی نے نص ظہری ہی کیا۔ اور کسی نے دونوں پر عمل کیا۔

اصل یہ ہے کہ جس کو جیسا وقت اور موقع ملا۔ مثلاً کبھی دو گواہوں کے سامنے
اقرار کر لیا جاتا ہے جیسا کہ سیدنا قطب الدین شہید کے واقف سے ظاہر ہے۔ اور کبھی منصوص
کی غیبت میں بوقت موت خود داعی لوگوں پر اظہار کر دیتا ہے، جس طرح کہ سیدنا یوسف نجم
سردھپوری اور سیدنا اسماعیل بدر الدین جام نگرہی کے ساتھ گذرا۔ حالت امن میں داعی نے
موت سے پہلے بھی کسی وقت میں منصوص بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا نجم الدین عبدالقادر
ساتھ ہوا۔ کبھی کبھی بیک وقت دو منصوص یکے بعد دیگرے بھی کر لیتا ہے، اور یہ سیدنا داؤد

عجب شاہ اور سیدنا داؤد بن قطب شاہ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ امام زماں یا داعی کسی کو منصوص بنا کر پھر اس کو منسوخ بھی کر سکتا ہے، جیسا کہ امام مستغلی کے ساتھ پیش آیا۔ تجدید نص بھی کبھی کبھی کرتے ہیں۔ چنانچہ (۱۶) داعی نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔

داعی، دعوت کے انتظامی امور کے لئے اپنی عمر میں ایک دفعہ اپنے تمام علاقوں کا دورہ کرتا ہے، لیکن کبھی کبھی دور

امور دعوت کا انتظام

دراز علاقے رہ بھی جاتے ہیں۔ یہ علاقے مشرق میں سنگاپور اور مغرب میں عرب (مین) اور افریقہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہندوستان میں کشمیر اور سندھ سے لے کر لنکا تک ہیں۔

ساری دنیا میں کل مومنین (داؤدی بوہرے) کی تعداد تین لاکھ ہے۔ اور کل علاقہ بمبئی میں ایک لاکھ تیس ہزار (۱۳۰۰۰۰) ہے۔ اور پانیہ تخت سورت

آبادی

میں سات ہزار ہے۔ یہ لوگ جہاں بھی رہتے ہیں ایک ہی محلہ میں قیام کرتے ہیں۔ اور تمام ضروریات اسی جگہ ہم پہنچاتے ہیں۔

داعی اپنے متبعین سے جو بیعت یا میثاق لیتا ہے اس کے رو سے اس کے اختیارات بے حد وسیع ہیں۔ وہ اپنے مقلدین کے

داعی کے اختیارات

جان و مال پر ہر وقت انکا نہ اختیارات رکھتا ہے یعنی ہر مرد و عورت کی جان اور مال پر اور اسی طرح ہر شے مملوک، منقولہ وغیر منقولہ کو جب اور جس وقت ضرورت ہو تو دعوت کے فوائد کے لئے بلا تکلف قبضہ اور استعمال کر سکتا ہے۔ اور کسی کو مجال انکار نہیں۔ گو کہ آج تک اس نے ایسا کیا ہو۔ ایسا کرنے کے لئے دینی طور پر بہت دلائل ہیں مگر فقط تشفی کے لئے ناظرین کو دوائیوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة (توبہ ۱۱)

النبی اولى بالمؤمنین من انفسهم (احزاب آیت ۶)

یعنی - اللہ نے جنت کے معاوضہ میں مؤمنین سے ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے -

نبی، مؤمنین کی اپنی جانوں سے زیادہ ادلی ہے -

اصل منشاء یہ ہے کہ نبی کا نائب جو امام ہوتا ہے اس کا قائم مقام داعی ہے۔ پس جو اختیارات بتوسط نبی، امام وقت کو حاصل ہیں۔ وہی بتوسط امام داعی مطلق کو حاصل ہیں کیا تم دنیا میں اس کی مثال نہیں دیکھتے کہ ایک جج جب رخصت پر جاتا ہے اور اس کا قائم اگرچہ صرف چند ماہ کے لئے آتا ہے، تاہم ایک خونخوار مجرم کو پھانسی دینے کا اسی طرح سے اس کو قانونی اختیار حاصل ہے جیسا کہ جج اول کو تھا۔ اسی واسطے کتب دعوت میں تحریر کیا گیا ہے -

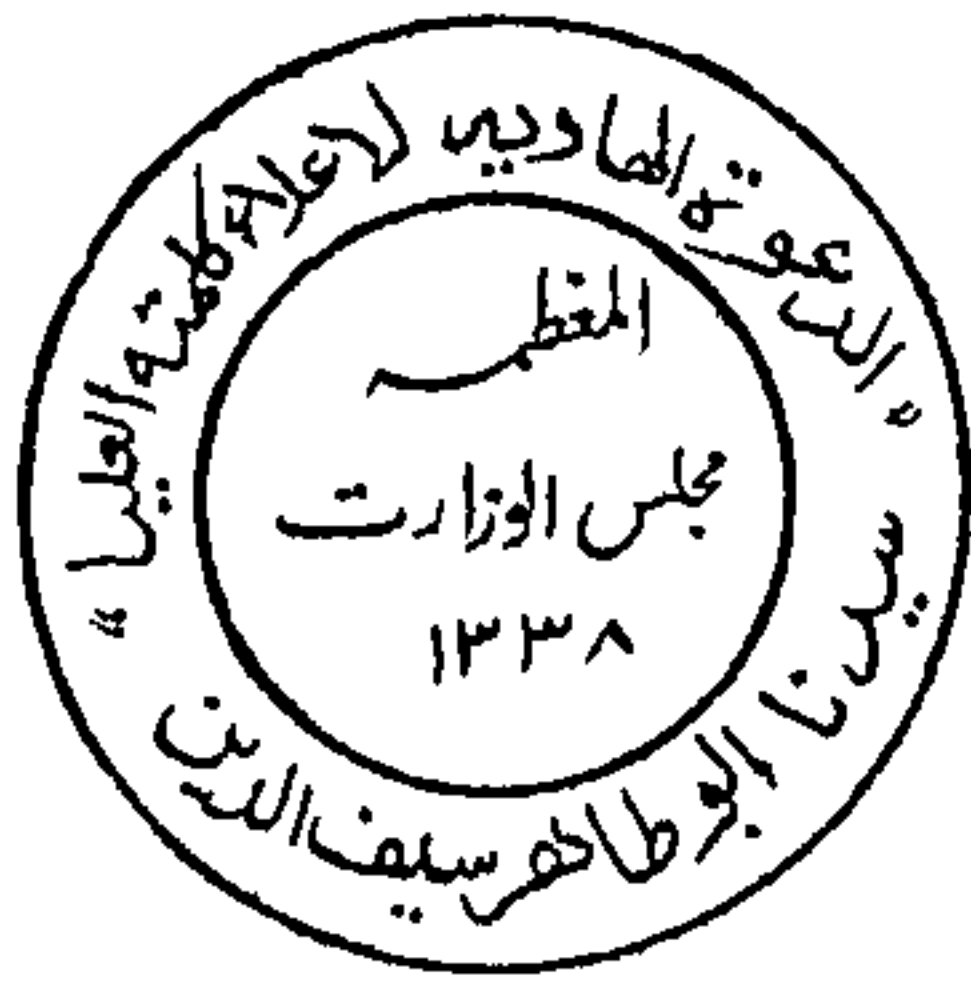
کہ داعی میں ۹۵ صفات کے علاوہ حج کے بھی تمام اوصاف ہونے چاہئیں تاکہ اپنے وسیع اختیارات کو صحیح طور پر استعمال کر سکے -

۱۰ تحفۃ القلوب بحدیث داعی

داعی کی مہر

مملوک آل محمد الطاہرین
 الملتمس من مولاه النصر
 العزیز و انفع البین طاہر
 سیف الدین بن الداعی اجل
 محمد برہان الدین
 ۱۳۳۳ھ

مہر وزارت دعوت ہادیہ سورت



راقم الحروف کہتا ہے، کہ داعی کا اس قدر وسیع اختیار رکھنا یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی مہذب گورنمنٹ آج بھی اپنے محکومین پر اسی قسم کے وسیع اختیارات کی نہ صرف مدعی ہے بلکہ عامل بھی ہے، چنانچہ جب کبھی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو جبری فوجی بھرتی کر کے محکومین کے جان پر قبضہ کیا کرتی ہے۔ اسی طرح جب غیر منقولہ جائداد کی ہوتی ہے تو نہ صرف لوگوں کے مکانات بلکہ گاؤں کے گاؤں فوجی اغراض کے لئے خالی کر لئے جاتے ہیں۔ روپے کے احتیاج پر نہ صرف لوگوں کے قرضہ کی اٹھائیگی بند کر دی جاتی ہے بلکہ بینک تک بند کر کے لوگوں کو اپنے ذاتی روپے کے حامل کرنے سے بھی روک دیا جاتا ہے، لیکن اس قسم کے روزانہ کوئی گورنمنٹ نہیں کہتی بلکہ جب ضرورت اس کو مجبور کرتی ہے تو پبلک فائدے یا تحفظ سلطنت کے لئے ایسا کرتی ہے۔ یہی حال داعی کا ہے، کہ وہ اپنے وسیع اختیارات محض ضرورت کے وقت استعمال کرتا ہے نہ کہ روزانہ۔ پس میرے خیال میں انتظامی امور کے لئے ایسے اختیارات کا ہونا ضروری ہے اور کوئی غیر معمولی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ داعی حسب ضرورت فرامات جاری کرتا ہے جس کی تعمیل ہر مومن پر فرض ہے، بحکم آیت کریمہ (قرآن)

اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول واولی الامر منکم۔

یعنی۔ خدا رسول اور مسلمان حاکموں کی اطاعت کرو۔

اور ان فرامات یا خطوط کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ پیشانی چھوڑ کر بسم اللہ لکھتے ہیں۔ ان پر لکھی ہر میں لگی ہوتی ہیں۔ دستخط خط کے درمیانی حصہ میں کرتے ہیں۔ اور داعی کے وفات پر ان میں ہر میں ضائع کر دی جاتی ہیں۔ داعی کے ماتحت ماذون اور مکام سرسوتے ہیں۔ اور یہہ تینوں ایک وقت میں ایک ایک ہی ہو سکتے ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں داعی کی عدم موجودگی میں کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ ۳۳ داعی کے عہد میں نظر آتا ہے۔ کبھی کبھی ماذون منصوص بھی ہو سکتے ہیں۔

جیسا کہ ۳۴ دائی کے ساتھ ہوا۔ لیکن یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے۔ متعدد ماذون ایسے ہوئے ہیں کہ مختلف داعیوں کے عہد میں ماذون رہے مگر منصوص نہ ہوئے، جیسے سیدی خاں سدھ پوری وغیرہ۔ دائی لوگوں کو خطابات بھی عطا کرتا ہے، جیسے سیٹھ صاحب، والدین۔ نجم الدین وغیرہ۔ جب کوئی مجلس ہو تو اس میں نشست کی ترتیب بھی دائی حکم سے رکھی جاتی ہے۔ اور "حدیثہ" کے مرتبہ پر کسی کو سرفراز فرمانا بھی دائی ہی کے اختیارات میں ہے۔ تمام اعمال کا تقرر بھی دائی کی اجازت سے ہوتا ہے۔

زارت | دائی کا ایک ذریعہ اور دوسرا نائب وزیر ہوتا ہے۔ اور ایک کتاب السر (پرائیوٹ سکرپٹری) ایک دیوان بھی ہوتا ہے، کبھی دیوان اور وزیر کے دونوں سے ایک ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ باقی محکمے مثلاً محکمہ تعلیم، وغیرہ سب وزیر کے ماتحت تھے ہیں۔ عام موہنین اپنی درخواستیں بذریعہ عمال ارسال کرتے ہیں۔ اور عامل وزیر کے پاس جاتا ہے۔ وزیر اس کو دیکھ کر جس محکمہ کے متعلق وہ درخواست ہوتی ہے وہاں ارسال کر دیتا ہے۔ اگر نفس سیدنا کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے تو پیش کر کے حکم چال کر لیتا ہے۔ نہ خود ہی جواب دیتا ہے، اگر کوئی عرضی بغیر تو وسط عمال ارسال کی جائے تو واپس کر دی جاتی ہے۔ لیکن اگر عمال کے ذریعہ ارسال کرنے کا نتیجہ نہ نکلا ہو تو پھر براہ راست اپیل کر سکتا ہے۔ وزیر کے پاس بھی دائی کی طرح ایک مہر ہوتی ہے۔ تمام سرکاری کاغذوں پر جو اس کے سطر سے ہو مہر ہونا ضروری ہے۔

دیوان | دعوت کی سرکاری زبان عربی ہے، اس لئے تمام کاغذات عربی ہی میں لکھے جاتے ہیں، اور محبوری سے گجراتی زبان (جو مادری زبان ہے) استعمال میں لاتے ہیں۔

عمال

داعی نے انتظامی سہولت کے لئے تمام علاقوں کو نو (۹) حصے پر تقسیم کر دیا ہے۔ گویا سلطنت دعوت کے یہہ نوصوبے ہیں۔ جہاں ایک والی (گورنر) رہتا ہے۔

داعی کے طرف سے رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل مقامات میں والی رہتا ہے۔

احمدآباد۔ سورت۔ بمبئی۔ کراچی۔ ملتان۔ اُچین۔ رنگون۔ سنگاپور۔ مین۔ زنجبار۔ بمبئی۔ کھنڈت۔ باقی مقامات میں عامل یا نائب عامل کام کرتا ہے۔ یہہ والی اپنی دو سالہ (یا سہ سالہ) مدت میں ایک دفعہ ماتحت علاقہ کا دورہ کرتا ہے۔ ان لوگوں کے قیام کے لئے ہر صدر مقام میں ایک عمارت بنی ہوئی ہے۔ جسے صاحب الدعوت کی عمارت کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا سفر خرچہ، خوراک، اور دیگر ضروری اخراجات، داعی دعوت سے ادا کرتا ہے۔ کل عمال کی تعداد ۲۶۶ ہے ان میں ایک چیف عامل (ناظر العمال) بھی ہوتا ہے جس کا قیام زیادہ تر بمبئی میں رہتا ہے۔ اور داعی کی عدم موجودگی میں صدارت کرتا ہے۔ ناظر العمال کا ایک نائب بھی ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں دعوت کے عمال موجود ہیں۔ جہاں تھوڑی بھی آبادی مومنین کی ہو، ان کا کام پڑھانا، نکاح کرنا، کفن و دفن کرانا۔ باہمی نزاع کا تصفیہ کرانا، اور اسی لئے داؤدی بوہروں کا مقدمہ جو آپس میں ہو کبھی برٹش گورنمنٹ کی عدالت میں نہیں جاتا۔ میثاقِ ربیعت، لینا بھی اسی کا کام ہے۔ ناظر العمال ہر جگہ کا دورہ کر کے عمال کی کارگزاری دیکھتا ہے، اور حسن کارگزاری پر اسے تبادلہ بہتر صورت میں عمل پذیر ہوتا ہے۔ پس یہہ عمال مومنین کے تمام دینی، دنیاوی، اور معاشرتی امور کے نگران ہیں۔ لیکن یہہ نگرانی داعی وقت کے احکام کے ماتحت ہوتی ہے۔ اسی سبب سے بغیر اجازت داعی کسی کو مجلس میں شرکت کی دعوت بھی نہیں دے سکتا۔

عمال ہی کے ذریعہ مساجد، جماعت خانے، مدارس، اوقات کی نگرانی ہوتی ہے، ہر قسم کی آمدنی بھی انہیں کے توسط سے عمل میں آتی ہے۔ جن جن مقامات پر داعی وقت خود نہیں آسکتا یا مجالس میں شریک نہیں ہو سکتا تو اس جگہ کا عامل ہی مع عہدہ دار اور سیٹھوں کے معی کی جگہ مجلس میں بیٹھتا ہے اور مجلس کے تمام امور کو انجام دیتا ہے۔ جن قضایا کو عمال طے کر سکتے، تو اس کی اپیل داعی وقت کے سامنے ہوتی ہے اور آپ کا حکم فیصلہ کن ہوتا ہے۔

دعوت فنڈ کی آمدنی مندرجہ ذیل طریقہ سے ہوتی ہے۔ زکوٰۃ، صدقات، اوقات

مدنی گلہ (صندوق جو مقابر یا مساجد میں ہوں) کمپنیوں کے منافع۔ مکانات کے اے۔ تحف اور ہدایا۔ لاوارث مردہ کا منقولہ اور غیر منقولہ مال۔ نذر (منت) خمس۔ کتاب میں راقم الحروف نے کل رقم کا مجموعہ گیارہ لاکھ لکھا دیکھا (غالباً یہ آمد قدیم زمانہ ہوگا۔ ورنہ اب تو اس میں بہت اضافہ ہو گیا ہے) اور اس کو چار عنوان میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) زکوٰۃ، زکات الفطر چار آذنی کس بخت، خمس زکوٰۃ الصلوٰۃ ۲، فی کس، نذرانہ، نکاح، سلام، زکاۃ الدعوت، اور محصل کا نام صاحب الدعوت رکھا جاتا ہے۔ (۲) خمس لاوارث مال، دینہ (۳) روزہ کا فدیہ، نذر، فطرہ۔ (۴) عدالتی آمد، بعض خاص چنڈہ، (۵) جرمانہ

خراجات جو دعوت فنڈ سے کئے جاتے ہیں ان کی مجموعی رقم پانچ لاکھ ہوتی ہے (موجودہ سپینا کے عہد میں یہ رقم اب بہت زیادہ ہو گئی ہے) کی تفصیل صحیح طور پر بتانا راقم الحروف کے لئے بڑی مشکل ہے، مگر ۲۸ داعی نے دعوت

ڈاکا صرف مندرجہ ذیل بتایا ہے۔

(۱) شریعت کے مطابق غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد، تاکہ گداگری سے محفوظ رہیں۔

(۲) دعوت کے عمال کے اخراجات (۳) قومی و مذہبی ضروریات پورا کرنا، مثلاً مدارس، شفاخانے، مساجد، قبرستان، قومی انجمن وغیرہ۔

عہد موجودہ کے داعی اجل سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین صاحب نے اپنے بیان میں اس سے زیادہ تفصیل سے اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ آپ نے مندرجہ مصارفِ فنڈ کے ارشاد فرمائے ہیں۔ (۱) علماء کے وظائف

عمالوں کے مرکزی مقامات کی فہرست

جیت پور (کاٹھیا واڑ)	۱۳	ملتان	۱
سورت	۱۴	کراچی	۲
بھروچ	۱۵	جام نگر	۳
نوساری	۱۶	جونانگر	۴
بھینی	۱۷	پور بندر	۵
رتلام	۱۸	امرلی (کاٹھیا واڑ)	۶
اجین	۱۹	مہوہ (")	۷
رام پورہ (مالوہ)	۲۰	کھنانت	۸
حیدرآباد دکن	۲۱	احمدآباد	۹
مبارک پور (عظیم گڑھ اودھ)	۲۲	کیرونج	۱۰
پونہ	۲۳	وڑھ وان صدر	۱۱
سنتا کروڑ	۲۴	راج کوٹ	۱۲

اجمیر	۴۴	بھوپال	۲۵
حیدرآباد (سندھ)	۴۵	بڑودھ	۲۶
احمد نگر دکن	۴۶	بانس واڑہ گجرات	۲۷
اورنگ آباد	۴۷	ساگ واڑہ گجرات	۲۸
برہان پور	۴۸	گلیاکوٹ	۲۹
کلکتہ	۴۹	اودھے پور	۳۰
مدراکس	۵۰	چیمالراپٹن بھوپال	۳۱
کولبو (لشکا)	۵۱	دھولکا	۳۲
رنگون	۵۲	پی سا واڑا	۳۳
مباسبہ (افریقہ)	۵۳	دیرم گام	۳۴
مانڈوی (کچھ)	۵۴	پالن پور	۳۵
انجار (کچھ)	۵۵	نیم ٹری اکاٹھیادار	۳۶
بھاؤنگر	۵۶	گودھرا	۳۷
دھرننگ دھرا	۵۷	دوحد	۳۸
موربی	۵۸	سیرھ پور (سیت پور)	۳۹
دالکانیر	۵۹	بالا سنور	۴۰
عدن	۶۰	اندور	۴۱
یمن	۶۱	منو (عدرا اندور)	۴۲
مدار (پالن پور)	۶۲	نیچ	۴۳

دھنچ (پن)	۶۳
کوکر (دھولکا)	۶۴
امریت	۶۵
لونا واڑا	۶۶
بنلوک (سیام)	۶۷
سنگاپور	۶۸
ناتال (افریقہ)	۶۹

۷

(۲) ان کے بیواؤں کے وظائف (۳) مدارس کے اخراجات (۴) ماہ صیام میں
 میں غریبوں کے واسطے عید کے کپڑے، اور اس عطیہ کو "تشریف" کہتے ہیں (۵) ہنڈ
 کرنے والوں کو حسب دستور زمانہ سلف خلعت عطا کرنا (۶) سالگرہ کے موقع پر
 اور کپڑے، اور غریبوں کو نقد دیا جاتا ہے (۷) ہمدہ داروں کی تنخواہ (۸) غریبوں اور
 کی امداد (بعض دفعہ اس مد سے لحاف، گرم کپڑے اور نقد بھی دیے جاتے ہیں) (۹)
 اخراجات جو حکام اور سرکار پر ہوں (۱۰) زائرین میں کی امداد (۱۱) اتفاقی حادثات میں
 مثلاً آتشزدگی، طغیانی، ریلوے حادثات، قحط وغیرہ (۱۲) قرض برائے تجارت (۱۳) عطیہ
 تجارت غریبوں کو (۱۴) نادار کو مکان تک کا خرچ (۱۵) غریبوں کے نکاح اور
 کے اخراجات اور کرنا (۱۶) ہر قسم کی تعمیرات و مرمت مثلاً مساجد، مقابر، سرانے مکانات
 کرایہ، مدارس وغیرہ (۱۷) ہر ہمدہ کے داعی اور اس کے اسٹاف کا خرچ (۱۸) سابق
 عرس (۱۹) حاجیوں کی امداد (۲۰) مکہ میں حاجیوں کی دعوت (۲۱) ملا، عمال اور غریبوں

م فاتحہ خوانی، سوم یا چہلم (۲۲) خلعت جو شادیوں میں لوگوں کو دعوتِ فتنے دینے جاتے
 (۲۳) بہانوں کی میزبانی (۲۴) زائرین کی ضیافت (۲۵) متفرقات۔

مِثَاقِ یٰبِیْعَتِہٖ بِہٖ بِہٖتِہٖ اِہْمِ حَیْزِہٖ لٰمَکَ کُوْنِیْ جَدِیْدِ حَیْزِہٖنِہٖ ہِے۔ دُنْیَا مِیْنِ
ق جَبْہٖ سَلْطَنٰتِیْنَ تَاکُمْ ہُوْنِیْ ہِیْنِ یَا حَسْ قَدْرَ مَذٰہِبِ نَکَلِہٖ، سَبْ نَے اِسْ کَا
 مَعٰلِ کِیَا ہِے۔ اَجْ بَہِیْ گُوْر نَرِیَا حَجَّ یَا مِمْبَرِ کُوْنَسَلْ جَبْ اِنْہِے عَمْدَہٗ کَا چَارِحْ لِیْتَا ہِے تُو پَہِلَے
 (حَلْفِ وِفَادٰرِیْ) لِیْتَا ہِے۔ جَبْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلْ کُو خَدَا نَے فَضِیْلَتِ دَے کَر دِنِیَا مِیْنِ مَمْتَا
 اہا تُو پَہِلَے عَمْدِ لِیَا تَحَا۔ چِنَا نِچَہٗ قُرْآنِ مِیْنِ اِسْ کَا ذِکْرِ اِسْ طَرَحِ ہِے۔

وَ اِذَا خَذْنَا مِثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ
 وَلَا یَشْرَکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔

یاد کرو اس وقت کو کہ ہم نے بنی اسرائیل سے ميثاق لیا۔ کہ خدا
 ہی کی عبادت کریں گے۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔
 تِ صَلَعم سے پہلے بھی تمام انبیاء سے ميثاق لیا گیا، قرآن پاک سورہ احزاب
 ہے۔

وَ اِذَا خَذْنَا مِّنَ الْبَنِيْنَ مِثَاقَہُمْ وَ مَنَکَہُمْ وَ مَنَ نُوْحٍ وَ اِبْرٰہِیْمَ
 وَ مُوسٰی وَ عِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ۔ وَ اِذَا خَذْنَا مِّنْہُمْ مِثَاقًا عَظِیْمًا
 یاد کرو اس وقت کو کہ ہم نے بنیوں سے ميثاق لیا، اور نوح سے، اور لوط
 سے، اور ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ سے غرض کہ ہم نے ان سب سے بڑا آپ
 کا ميثاق لیا۔

تِ صَلَعم نے بھی فتح مکہ کے دن لوگوں سے بیعت لیا، اور قرآن نے اس کی تائید کی

چنانچہ سورہ فتح آیت (۱۰) میں ہے -

ان اللذین ینبایعون انما ینبایعون
اللہ ید اللہ فوق ایدہم - فمن
نکث فانما ینکث علی نفسه - ومن
اورنی بسا عہد علیہ اللہ فسیؤیتہ اجراً
عظیماً -

جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ
بیعت کرتے، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے
سے ہے۔ پس جس نے اس عہد کو توڑ دیا اس
ہی جان سے بے وفائی کی، اور جس نے
تو خدا اس کو اجر عظیم دے گا۔

اس طرح تمام خلفاء اور ائمہ نے بھی اپنے اپنے عہد میں لوگوں سے میثاق لیا
تمام کتب توارخ میں درج ہے، آج بھی ہر جگہ مرشد (پیر) اپنے متبعین (مریدوں) سے
میثاق یا بیعت لیتا ہے اور کوئی مذہب اس سے خالی نہیں۔ بات یہ ہے کہ جہاں قوت
طاقت کا مظاہرہ ہو سکتا ہے وہاں یہ عہد و میثاق قائم اور استوار رہتا ہے۔
جیسا کہ سلطنت اور خلافت کے عہد میں ہوتا رہا۔ اور جس جگہ طاقت کا استعمال نہیں
ہو سکتا ہے، وہاں یہ میثاق یا عہد و پیمانہ بوجہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آج کل عام مرشدوں کے
سے، یعنی مرید اگر نفع عہد کمرے تو مرشد نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ عام مسلمانوں کے مرشد
کی سب سے بڑی ٹکلی یہی ہے، کہ انہوں نے کوئی طریقہ دیا، کا ایسا نہیں رکھا، کہ اگر کوئی
نقض عہد کرے تو اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے، اور اسی لئے عام مسلمانوں میں بجا
تنظیم کے انتشار ہے، اور کوئی تحریک سرسبز نہیں ہوتی۔ دائی پورے قابل ستائش
اور ان کا داعی قابل حد تو صیغہ کہ انہوں نے اس کو خوب سمجھا، اور اس وقت تک
پر عامل ہیں۔ اور ایسی اچھی بندش رکھی ہے کہ کوئی شخص علمی یا مادی حیثیت سے جا
ہی بلند پایہ کیوں ہو مگر میثاق کی خلاف ورزی کرنے پر اس کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

محض نمونہ کے لئے ایک میثاق کی نقل جو انہ کے وقت کا ہے مندرجہ ذیل سطور
 لیتا ہوں۔

میں خدا کا عہد اور رسول اور فرشتوں کے ذمہ سے تجھ سے میثاق لیتا ہوں،
 جس طرح خدا نے رسولوں سے میثاق اور عہد لیا ہے، پس تیرے اوپر فرض ہے
 کہ جو کچھ تم نے مجھ سے یا امام سے من لیا ہے یا جان لیا ہے، یا سکھایا جائے گا اس
 کو پوشیدہ رکھ اور اپنی بیعت کے ساتھ اخلاص رکھ۔ تجھ پر لازم ہے کہ کم یا زیادہ
 کچھ بھی کسی پر ظاہر نہ کر، سوائے ان باتوں کے جس کا میں نے یا امام نے حکم کیا۔
 اور میرے احکام کی تعمیل کر، اور اپنے نفس پر ظلم نہ کر، اور اقوال و اعمال سے
 گواہی دے کہ خدا پاک اور واحد ہے، اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے، بہشت
 اور دوزخ موت اور لعنت حق ہے، اور قیامت آنے والی ہے، وقت
 پر نماز پڑھ، اور ماہ رمضان کے روزے رکھ، زکوٰۃ دے، حج ادا کر، خدا
 اور رسول کے حکم کے مطابق جہاد کر۔ تجھے چاہیے کہ تیرا دل لیا، اللہ سے دوستی
 رکھ، اور دشمنانِ خدا سے دشمنی، فرائضِ خدا، اور سنت رسول کو قائم رکھ اور
 جو کچھ تجھ سے عہد لیا جاتا ہے اس پر قائم رہ، اور اس کا پورا کرنا تیرے نفس پر
 واجب کیا جاتا ہے، اس لئے اس کا نقص نہ کر (ظاہر اور باطن میں) اور نہ
 سُستی اور کاہلی کو اس میں دخل دے، بلکہ مضبوطی سے اس کو پکڑ۔ اور جب
 تک تو زندہ ہے، کسی امر کو ظاہر نہ کر، چاہے تو غصہ میں ہو یا مسرت اور خوشی
 میں۔ ایسی طرح کسی خوف دلانے یا طمع دلانے سے بھی دینی راز کو ظاہر نہ کر اور
 جس شخص کو تو جانتا ہے، کہ یہ ہم میں سے ہے، تو کسی طرح کی مدد سے دریغ

پرستہ

نہ کر۔ اور اگر تم نے خلافت ہمد کیا تو بری ہے تجھ سے وہ خدا جو خالق زمین اور
 آسمان ہے، اور جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے، اور ایمان بخشا ہے، اور بری ہے
 تجھ سے رسول اور فرشتے، مقربین اور کردین اور رومانین، کلمات تامات
 سبع مثانی، قرآن، توریت، انجیل، زبور، اور ہر وہ دین جو پسندیدہ
 خدا ہو، اور تو خارج ہے صاحبان خدا، اور گردہ بان اولیائے، اور عہد شکنی
 کرنے پر خدا تجھے ظاہر و باطن میں شرمندہ کرے، اور تیرا ٹھکانا اس جہنم میں
 ہو جس میں رحمت نہیں۔ اور کوئی مدد اور قوت خدا کی طرف تجھے نہ ملے، اور
 تجھ پر وہ لعنت ہو جو ابلیس پر ہوئی ہے، جس کے باعث جنت اس پر
 حرام کر دی گئی ہے، اور جہنم ہمیشہ کے لئے اس کا قیام گاہ بنا۔ اور اگر
 تو نے نقص میثاق کیا، تو قیامت میں خدا تیرے اوپر غضبناک ہو، اور تو برہنہ
 پائیس زنج بھی کرے تو قبول نہ ہو، اور تیری تمام ملکیت فقرا کے لئے صدقہ ہو۔
 اور تیرے تمام غلام اور لونڈی سب آزاد ہو۔ اور منکوحہ عورتیں تیرے نکاح
 سے باہر ہوں اور تمام حلال تیرے اوپر حرام ہو۔ اور میں امام اور حجت
 کی طرف سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھ کو خوف کرنا لازم ہے۔ اور سوائے
 وفائے ہمد کے اور کوئی دوسری بات تجھ سے قبول نہ کی جائے گی۔ پس تیرا
 فرض ہے کہ جو کچھ تو نے مجھ سے ہمد کیا ہے اس پر قائم رہ۔ الخ

بہر حال، داعی یا اس کا عامل ہر بالغ سے میثاق لیتا ہے، جس میں امام زمانہ کے
 داعی کی اطاعت کا اقرار لیا جاتا ہے۔ پہلے جو میثاق لیا جاتا تھا، اس میں فقط اطاعت امام
 اقدس ہوتا تھا، لیکن ائمہ مستورین کے وقت سے دعاۃ کا ذکر ضروری ہو گیا ہے، اور بعض

داعی کوئی میثاق نہیں ہوتا۔ ائمہ کے میثاق اور موجودہ عہد میں ذرا فرق کر دیا گیا ہے اور ہونا چاہیے، کیونکہ ائمہ صاحب دعوت کے ساتھ صاحب حکومت بھی ہوتے تھے، اس لئے چیز کا عہد لیتے تھے، اس کو بہ جبر منوانے کی طاقت بھی رکھتے تھے۔ بخلاف عہد موجودہ کے۔ اس وقت محکوم ہونے کے باعث قوانین ملکی کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے اور ضرورت زمانہ کے باقی مضامین رکھنے ہوتے ہیں۔ مثلاً عہد ماضی میں لوگ لونڈی غلام رکھتے تھے، اس لئے نفاق میں ہوتا تھا۔ کہ خلاف ورزی کرنے پر تمام باندی غلام آزاد ہو جائیں گے۔ اب اس کی جت نہیں۔ اصل میثاق تو عربی زبان میں ہے، مگر جو لوگ نہیں سمجھتے، وہ اپنی مادری زبان میں ادا کرتے ہیں۔ مختلف عہد کے مختلف میثاق ہیں۔ بعض ائمہ کے مرتب کردہ ہیں۔ بعض دعاہ تین کے۔ اور کچھ دعاہ ہند کے۔ مضامین میثاق یہ ہیں۔ اطاعت امام زمانہ علی مطلق، اور امر شرعیہ پر عمل، نواہی شرعیہ سے پرہیز، بریت، دلائیلت اور بعض خاص مضامین۔ مردوں سے ۱۸ ذوالحجہ عید غدیر میں، اور عورتوں سے ۲۳ رمضان میں میثاق لیتے ہیں۔ عورتوں سے جو میثاق لیا جاتا ہے۔ اس میں ضمیروں کے علاوہ تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خلاف عہد میثاق کروں تو مرد میرے اوپر حرام ہے، یا مردوں کے میثاق میں ہوتا ہے کہ میثاق کے خلاف کرنے سے عورت مطلقہ اور میری تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ "مال غنیمت" ہی جائے، داعی کی عدم موجودگی میں عامل میثاق لیتا ہے، اور اس وقت جو نذرانہ دیا جاتا ہے اس میں سے چوتھائی عامل کا حصہ ہوتا ہے، باقی دعوت فنڈ میں جاتا ہے۔

دنیہا کا کوئی حکمراں "بغاوت" کسی طرح پسند نہیں کرتا، اور اس کی سزا قتل ہے، اسی طرح کوئی مذہبی حاکم بغاوت یا نقض میثاق

ی نقض عہد کا روادار نہیں۔ پس جن مذہبی حکام کے پاس دنیاوی طاقت بھی رہی تو اس کو بہ جبر بھی

مزدیتے رہے۔

انکہ مہر ہمیشہ اس پر عامل رہے۔ چنانچہ گیا رہیں امام نے اسی اصول پر ابو عبد اللہ
 اور اس کے بھائی ابو العباس کو قتل کرایا۔ اسی طرح دیگر انہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ پس جو شخص میدان
 لے کر بدبختی کرتا ہے تو بشرط حکومت یا طاقت اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور اس کا تمام
 مال و اسباب لوٹ کر غریبا پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اپنی حکومت نہیں ہے تو اعتقاداً اس کا مال
 اور اس کی تمام ملکیت اس پر حرام ہوگی۔ اور وہ سب مثل خیرات شرہ مال کے ہوگا۔ اس
 بیوی مطلقہ ہوگی۔ مگر توبہ کرنے سے واپسی بغیر نکاح کے حلال ہوگی۔ اور اگر باوجود نقض میثاق
 اپنے املاک پر قابض ہے تو اس کی ٹھیک مثال یہ ہے، کہ کوئی مومن جانتا ہے کہ شراب
 ہے اور پھر بھی پیتا ہے، جو شخص اس ہمہ میں نقض میثاق کرتا ہے تو اس سے "ترک تعلقات
 کر لیا جاتا ہے، اور جس سے ترک تعلقات کر لیا جائے، تو پھر وہ جماعت میں نہ تو شادی کر سکتا
 ہے، نہ جماعت کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ غمی یا خوشی کی کسی مجلس میں شریک
 نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک میرا ذاتی تجربہ ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں
ظہارت کہ عام مسلمانوں سے زیادہ عام داد دی بونہرے پاکی کا خیال رکھتے ہیں
 بہت ہی معمولی فرق کے ساتھ وضو اور غسل عام مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یعنی وضو میں
 پیر کا مسح کرتے ہیں۔ اور دعا کے طور پر کچھ پڑھتے ہیں۔ حتی الامکان نماز کے لئے الگ کپڑے

سہ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ امام جب کسی سے ترک تعلقات کرے تو مومنین بھی اس سے ترک تعلقات کر لیتے
 اس سے بولنا ملنا، وغیرہ سب ممنوع ہو جاتا ہے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک صحابی کیا کیا سہ مسلمانوں میں بھی وضو کے بعد
 مسنونہ پڑھتے ہیں۔

کہتے ہیں۔ جس کو صرف نماز ہی کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ معمولی استعمال کیڑے جو پاک ہوں ان کو استعمال میں نہیں لاسکتے۔ بلکہ ضرورت کے وقت انہیں مستعمل پاک کیڑوں سے نماز ادا بھی کر لیتے ہیں لیکن علیحدہ نماز کے کیڑوں کا رکھنا یہ ان کا کمال ظہار خیال ہے۔ اور فقط احتیاط مد نظر ہے۔ اور ایسے دھو بی جب کیڑے دھو کر لاتا ہے تو فقط احتیاط کے خیال سے ان کیڑوں کو ایک بار پاک پانی میں غوطہ دے کر خشک کر لیتے ہیں۔ اور یہ عمل صرف ان کیڑوں پر کرتے ہیں جو نماز کے لئے ہوتے ہیں۔ عام مستعمل پوشاکوں کو ایسا نہیں کرتے، اور اکثر مسلمان ہی دھو بی کو کپڑا دیتے ہیں۔ ریشم کے کیڑے نماز درست نہیں۔

اذان دینے میں شہد کے بعد شہادت و لامنت کرتے ہیں۔ یعنی اشہد ان مولانا علیاً ولی اللہ دوبار کہتے ہیں۔ اور حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل، محمد و علی خیر البشر، و عترتہما خیر العترہ دوبار کہتے ہیں۔ پھر ختم اذان کے بعد دعا پڑھتے ہیں۔ اقامت عام مسلمانوں ہی کے مثل پڑھتے ہیں۔ نماز کے لئے جب کھڑے ہوتے ہیں تو نیت کے بعد تکبیر تحریمیہ کر کے ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ثنا کے بجائے اس طرح پڑھتے ہیں۔

وجہت و جہی الذی نظر السموات والارض حنیفا مسلما و مانا من المشرکین۔ ان صلواتی و نسکی و حیای و حماتی لرب لعالمین لا شریک لہ و ینالک اہرت وانا من المسلمین علی ملئہ ابراہیم و دین محمد و ولایتہ علی و ابرہ الداعی الی الطاہین ۛ

ۛ سینوں میں مالکی بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں ۛ عام مسلمانوں میں یہ آیت تحریمیہ سے پہلے "من المشرکین" تک پڑھتے ہیں۔

پھر تسمیہ کے بعد سورہ فاتحہ اور دیگر آیاتِ قرآنی پڑھتے ہیں۔ اور رکوع اور سجدے کی تسبیح تین تین بار ادا کرتے ہیں، دونوں سجدوں کے درمیان جو قعدہ ہوتا ہے۔ اس میں یہ پڑھتے ہیں۔ اللھم اغفر لی وارحمنی واجرنی وارفعنی۔

دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر جب کھڑے ہوتے ہیں۔ تو کہتے ہیں، اللھم انی بحولک وقوتک اقوم واقعد۔ اس کے بعد مثل سابق دوسری رکعت بھی ادا کرتے ہیں۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد اس طرح پڑھتے ہیں۔ اور اس کا نام چھوٹا تشہد رکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالِاسْمَاءِ الْحُسْنٰی كَلِمَاتُ اللّٰهِ
 شَہِدَانِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَاشْہِدَانِ
 مُحَمَّدًا عَبْدًا وَرَسُولَهُ۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ
 شَفَاعَتِنِيْ اُمَّتِهِ وَصَلِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰہْلِ بَيْتِهِ الطّٰہِرِیْنَ۔

قعدہ اخیرہ میں ایک دوسرا تشہد پڑھتے ہیں جس کو بڑا تشہد کہتے ہیں۔

الْحَيٰتِ الطَّيِّبَاتِ الْقَلَوَاتِ الطَّاهِرَاتِ الْبَرَكَاتِ
 النَّاعِمَاتِ السَّابِعَاتِ الْقَادِيَاتِ الرَّاحَاتِ لِلّٰهِ
 السَّلَامِ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْبَنِي وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ الخ

نماز عام مسلمانوں کی طرح پانچ وقت کی پڑھتے ہیں۔ لیکن بوقتِ سفر یا عیدمِ الفرصت ہونے کی حالت میں (جیسا کہ عام تاجروں کی حالت ہوتی ہے) ظہر اور عصر ملا لیتے ہیں۔ اسی طرح مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور ہر نماز کے ذریعہ تھوڑا وقفہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ

۱۰ مسلمانوں میں بھی الحدیث، شوافع، حنابلہ، شنا، شہد، اور قنوت احناف کے طریقے سے نہیں پڑھتے۔

نماز مغرب کے بعد "بادیسا" کی ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

یہ دو رکعت بطور نفل کے پڑھی جاتی ہے، رکعت اول میں فاتحہ اور سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور

دعا و صلوات پادریسا

کافروں، پڑھتے ہیں۔ سلام کے بعد سیدنا کی دعا پڑھتے ہیں جو پچھلے اوراق میں تحریر کر آیا ہوں۔ اس کے بعد مقررہ قاعدہ کے بموجب نختن کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور سجدہ کرتے جاتے ہیں۔ اور انہ کے نام لے کر ندا کرتے ہیں۔ سب سے آخر میں امام طیب کا نام لے کر کئی بار ندا کرتے ہیں۔ اور کچھ پڑھ کر سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد پھر ایک دعا پڑھتے ہیں جو شخص خلوص کے ساتھ یہ نماز ادا کرتا ہے تو ایسا اعتقاد ہے کہ خدائے بڑے بڑے رحیم و کریم میں سے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

ایسی طرح "نماز و شوق" رمضان میں اس کے نصف آخر کی مخصوص راتوں میں پڑھتے ہیں۔ عید غدیر کے دن بعد زوال دو رکعت شکر یہ کی نماز ادا کرتے ہیں۔ جس میں سورہ اخلاص دس بار اور سورہ قدر دس بار آیتہ الکرسی دس مرتبہ پڑھتے ہیں۔

عام مسلمانوں میں نماز پڑھانے والے کو امام یا پیش امام کہتے ہیں۔

نمازیوں کا امام

بوہروں میں ہر پڑھا لکھا نماز نہیں پڑھا سکتا۔ بلکہ اصلی امام تو خود امام زماں ہوتا ہے۔ اور اس کی عدم موجودگی میں داعی مطلق۔ اور پھر داعی جس کو امامت کی اجازت عطا فرمائے صرف وہی نماز پڑھا سکتا ہے۔ چنانچہ جس قدر عمال ہیں ان کو نماز باجماعت پڑھانے کی اجازت عام ہے، اور عامل کی غیر حاضری میں میاں صاحب یا عامل جس کو اجازت دے جائے نماز باجماعت ادا کرے گا۔ ورنہ سب تنہا ہی نماز پڑھ لیں گے۔ بغیر اجازت کے نماز باجماعت نہیں ہو سکتی اور کوئی پڑھا دے تو ناجائز ہوگی۔ امام اور مقتدی دونوں کو بغیر جماعت تنہا تنہا

صبح کی نماز ادا کرتے۔ قرآن خوانی اور دعاؤں کے بعد سوائیزہ پر سورج طلوع ہو گیا کہ بپنے اپنے گھر واپس جاتے ہیں۔

نماز خسوف و کسوف ہر مومن پر اس وقت واجب ہے جبکہ چاند گرہن اور سورج گرہن وہ خود دیکھے، اور جگہ

نماز خسوف و کسوف

مخصوص نہیں ہے۔ مقیم اور مسافر دونوں یکساں ہیں۔ اگر تنہا ہو تو میدان میں ادا کرے، لیکن اگر جماعت ہو تو پھر مسجد افضل جگہ ہے، اگر گرہن فریضہ کے وقت ہو تو پہلے فریضہ ادا کرے، اگر یہ نماز پڑھے۔ اگر فریضہ سے قبل یہ شروع کر دی تھی، اور اب فریضہ کا وقت تنگ رہا ہو تو اس کو چھوڑ کر پہلے فریضہ نماز ادا کرنا چاہیے، اور بعد اس کے جہاں سے یہ چھوڑی وہاں سے اس کو ختم تک پہنچایا جائے گا۔

قرآن میں ہے، حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ

صلوٰۃ وسطیٰ

عام مسلمان مفسروں کا اس میں اختلاف ہے کہ اس وسطیٰ کی نماز سے دن نماز مراد ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اس سے عصر کی نماز مراد ہے۔ لیکن مومنین مومنین کے نزدیک ظہر کی نماز "صلوٰۃ وسطیٰ" ہے۔ کیونکہ دن کے وسط حصہ میں یہ نماز ادا کی جاتی ہے، اس لئے مومنین اس نماز کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ نماز تہجد بھی رمضان میں بکثرت پڑھتے ہیں۔

جب حج اکبر ہو تو تین روزے پہلے رکھتے ہیں۔ پھر نماز ادا کی

صلوٰۃ اکوٰد

ادا کرتے ہیں۔ اس نماز میں دس سورت پڑھتے ہیں۔ یہ نماز اگرچہ

لے دعائم الاسلام بحث خسوف و کسوف، عام مسلمان بھی بطور سنت اس نماز کو ادا کرتے ہیں۔

یا جماعت بھی ادا کرتے ہیں لیکن تنہا تنہا پڑھنا افضل ہے اور موجب زیادتی ثواب ہے۔
 سمجھا جاتا ہے۔ یہی طرح ایک نماز صلوٰۃ الزوال کی بھی ہوتی ہے، جس کو خدا توفیق دے
 ہے وہ ادا کرتا ہے، مسافرت کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔ اور حد مسافرت دس دن
 اس کے بعد مسافر مقیم شمار کیا جاتا ہے۔

ادعیہ دعاؤں میں زیادہ تر مقبول عام وہ دعائیں ہیں جو سیدنا زین العابدین
 کی طرف منسوب ہیں۔ ۱۳۱۹ھ میں ان کا ایک مجموعہ طبع ہوا تھا۔
 میں دعاؤں اور مناجاتوں کے علاوہ آخر میں ایک قصیدہ لامیہ امام موصوف کے تفسیر
 میں موجود ہے۔

یہ نہ دعائیں مختلف قسم کی ہیں۔ ان میں سے بعض تو محض حمد و ثنا خالق ارض و سما
 میں ہیں۔ اور بعض درود رسول صلعم کے متعلق ہیں۔ میں چند عنوانات منتخب کر کے ذیل
 میں درج کرتا ہوں جس سے صحیح اندازہ ناظرین کو ہوگا۔

- (۱) الدعاء لنفسہ (۲) صبح و شام کی دعاء دس دعاء استغاثہ (۳) اشتیاق اللہ
 - مغفرۃ کی دعاء (۵) خاتمہ خیر کی دعاء (۶) طلب ضروریات کی دعاء (۷) تکلیف کے وقت کی
 - مصیبت کی دعاء (۸) استسقاء کی دعاء (۹) پڑوسیوں اور دوستوں کے لئے دعاء
 - (۱۰) ادائیگی قرض کی دعاء (۱۱) خوفِ خدا کے لئے مناجات (۱۲) شکرِ خدا کی مناجات (۱۳)
 - خدا کی مناجات (۱۴) محبتِ خدا کی مناجات (۱۵) معرفتِ خدا کی مناجات (۱۶) بیزاری دنیا کی
- مناجات۔

دیکھو مسائل میاں شعوں ۱۷ مسلمانوں میں بھی سوائے مغرب کے مسافرت کی نماز دو رکعت ہے۔

ان میں اکثر دعائیں اور مناجاتیں اس قدر موثر ہیں کہ سمجھ کر پڑھنے والے پر ایک عجیب
طاری ہو جاتا ہے، اور اگر دل میں سچی محبت خدا اور رسول کی ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس
دل میں ایسی تڑپ ہو جائے جو اسے بے چین کر دے،

مسجدیں نہ تو بغیر اجازت داعی بنائی جاسکتیں ہیں اور نہ اس میں عبادت کی
ساحد جاسکتی ہے۔ اور مساجد دیگر تمام املاک موقوفہ میں شامل ہیں۔ ان کا اصلی
قوام ہے مگر نائب ہونے کی حیثیت سے داعی مطلق ان پر قابض ہوتا ہے۔ ان
جگہ کا کوئی متولی نہیں ہوتا بلکہ داعی وقت جس کے سپرد کر دے وہی اس کا تمام انتظام کرتا
ہے۔ اور غیر مناسب انتظام ہونے پر داعی کسی دوسرے کے سپرد کر سکتا ہے۔ جس
مسجد کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو بااجازت داعی مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ اور بعد تیاری بڑی
ن سے اس کا افتتاح کیا جاتا ہے، پھر وہ وقف کی جاتی ہے اور داعی بحیثیت داعی اس
فابض ہو جاتا ہے، جو عموماً زیر نگرانی عامل ہوتی ہے۔ اور کبھی ایک جماعت اس کا انتظام
تی ہے۔ مگر یہ جماعت بھی عامل کے ماتحت ہوتی ہے۔ داعی کو اس کا کامل اختیار حاصل
ہے کہ کسی جدید مسجد کی تعمیر رکھ دے۔ یا جدید تیار شدہ مسجد میں نماز ممنوع قرار دے لے
یا کہ سنجولی ضلع پنج محل میں واقع ہوا۔ بوقت ضرورت داعی کی اجازت سے مسجد
ہدم کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ ۲۳ داعی کے وقت میں بمقام سورت ایک مسجد کو ہندم کر کے
صل کی زمین میں جدید مسجد تعمیر کی گئی۔ یا جس طرح بمبئی کی نور مسجد کے ساتھ معاملہ
پن آیا۔ ان مساجد میں عورتوں کے لئے ایک الگ جگہ ہوتی ہے۔ جہاں مومنات نماز

۱۰ آنحضرت صلعم کے وقت میں بھی مسجد خراہ میں نماز کی ممانعت تھی اور قرآن اس پر شاہد ہے۔

ادا کرتی ہیں۔ کبھی کبھی ان مساجد کے ساتھ عامل کے رہنے کا مکان بھی ہوتا ہے۔ ادا
مکاتیب کے لئے بھی اسی سے متصل ایک کمرہ بنایا جاتا ہے۔ کل مساجد کی تعداد (۶۴۸) ہے
دس بارہ مسجدیں تو فقط بمبئی ہی میں ہیں جن میں سے عزة المساجد اپنی شاندار بلند اور خوشنما
میں لاجواب ہے۔ مومنین کی جامع مسجد مہین اٹریٹ بمبئی میں واقع ہے۔

اس کے علاوہ ہر مقام پر جہاں مومنین کی آبادی ہے مسجدیں موجود ہیں۔ اسی سال
کراچی میں ایک تنظیم الشان مسجد بڑے اہتمام کے ساتھ تیار کرائی گئی ہے۔ جس کا افتتاح حال میں
اعلیٰ حضرت شمس الدعا سیدنا مولانا محمد طاہر سیف الدین داعی الزماں نے فرمایا ہے۔

زکوٰۃ نکالنا بھی فرض ہے، جیسا کہ سیدنا قطب الدین شہید نے اپنی
تقریر میں فرمایا ہے، جس کو اوپر تحریر کر آیا ہوں، اسی طرح سید

زکوٰۃ و صدقہ

اسماہیل بر الدین (قس) کے حالات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خسر
یعنی آمدنی کا پانچواں حصہ بھی ہوتا ہے۔ لوگ رمضان کے بعد صدقہ عید الفطر بھی نکالتے ہیں
ہر چھوٹے بڑے کے طرف سے خسر ایک صاع، مویشی ایک صاع، گندم ایک صاع
جو ایک صاع دیا جاتا ہے۔

اگر کسی بدمعاش سے یہ چیزیں میسر نہ آسکیں تو عید کے دن قبل افطار نقد دینے سے
کافارہ نصف صاع دیا جاتا ہے۔ ایک صاع مومنین کے نزدیک تین سیر پینتیس تولہ (۳۵) تولہ
بنگالی (۸۰ تولہ کاسیر) کا ہوتا ہے۔ جس کا نصف ۴۰ تولہ ہوا۔ عام طور پر بھی مومنین حتیٰ التو
خیرات کرتے رہتے ہیں۔ اور بڑی بڑی جائدادیں بھی وقف کرتے ہیں۔ عام غلوں (صدقہ

سہ مجالس شریفہ مجلس

مقابر اور مساجد میں ہوتے ہیں بڑی فیاضی سے خیرات کرتے ہیں۔ جن کی سالانہ آمدنی
 کی مقدار کبھی کبھی (۳۳) ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں
 قوم کس قدر بخیر ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ مومنین کی ذکات صدقات
 ان اوقاف سب چیز منظم ہے، اور تنظیم سے قوم کے فوائد میں بتوسط دائمی زماں خسرت
 ہے، اور اسی سبب سے مومنین میں کوئی سائل نظر نہیں آتا۔

حج حج بھی فرائض میں سے ایک ہے۔ اور حسب توفیق لوگ جاتے ہیں۔ اور
 مراسم حج ادا کرتے ہیں لیکن چونکہ عام مسلمانوں کی تاریخ سے اکثر اختلاف
 ہے، اس سے حج بھی ایک دو دن قبل کر لیتے ہیں۔ اور یہ اس طریقہ سے ہوتا ہے،
 تین مومنین عام مسلمانوں سے قبل چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں غیر ہندی مومنین بھی
 نہیں۔ وہاں امیرالحاج مخصوص مراسم ادا کر دیتا ہے، پھر وہاں سے مزدلفہ جا کر شب بائش
 ہے۔ اور مراسم خاصہ ادا کر کے واپس عرفات ہو جاتے ہیں۔ اور پھر عام مسلمانوں کے
 بل کر بقیہ تمام حج میں شریک رہتے ہیں۔ جب جمعہ کے دن حج ہو تو اس کو حج اکبر کہتے
 ہیں۔ ایسے موقع پر تین روزہ رکھ کر صلوٰۃ ام داؤد پڑھتے ہیں، جیسا کہ اوپر گزرا۔ مگر معظمہ اور
 نورہ میں بھی جہاں جہاں مخصوص زیارت گاہیں ان کی ہیں، مومنین ہر جگہ خاموشی اور امن
 کے ساتھ جا کر زیارت کر لیتے ہیں۔ اور ہر جگہ ادعیہ مانورہ پڑھتے ہیں۔ دائمی زماں کی برکات
 سے ایک یہ ہے کہ مومنین کے لئے ایک بڑا عالیشان مسافر خانہ تعمیر ہوا ہے، جو کہ معظمہ
 ایک ممتاز مقام پر ہے۔ جو عام داؤدی بوہروں کے لئے وقف ہے، اور ان کی عدم موجودگی

سنگ الجواہر ص ۸۳ طہ عام مسلمانوں میں بھی حج اکبر کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔

میں اسماعیلیوں پھر ہاشمیوں پھر عام مسلمانوں کے لئے وقف ہے۔

روزہ بھی فرائض میں داخل ہے، نماز کی طرح ہر مومن اور
روزہ رمضان ہے، رمضان کا مہینہ ہمیشہ (۳۰) دن کا ہوتا ہے۔ کیونکہ

میں چھ ماہ کامل اور چھ ناقص ہوتے ہیں۔ محرم کامل، صفر ناقص، ربیع الاول کامل،
 ربیع الثانی ناقص، جمادی الاول کامل، جمادی الثانی ناقص، رجب کامل، شعبان ناقص،
 رمضان کامل، شوال ناقص، ذوالقعدہ کامل، ذوالحجہ ناقص،

مومنین میں ایک حدیث مشہور ہے کہ شعبان کبھی کامل نہیں ہوتا، اور رمضان
 ناقص نہیں ہوتا۔ اور آیت قرآنی "در تکملوا العداۃ" شاید ہے۔ کامل سے مراد
 تیس (۳۰) دن ہیں۔ اور ناقص سے آتیس (۲۹)۔ اس سبب سے اکثر ایسا ہوتا ہے

عام مسلمانوں سے ایک یا دو دن قبل مومنین کے روزے شروع ہو جاتے ہیں، اور
 اسی طرح عید بھی ایک یا دو دن قبل ہو جاتی ہے۔ عام مسلمانوں کی طرح طلوع فجر
 غروب تک روزہ رکھتے ہیں۔ اور اول وقت روزہ افطار کرتے ہیں۔ فرض کے علاوہ
 روزے بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل دنوں کے روزے مستون ہیں۔

ماہ شعبان کے روزے، ہر ماہ کے اول اور آخر پنجشنبہ کو۔ اور ہر ماہ
 وسط چہار شنبہ میں روزہ رکھتے ہیں۔ ۱۳ - ۱۴ - ۱۵۔ رجب کے مہینہ روزہ رکھتے
 رمضان المبارک کی مقدس راتیں یہ ہیں۔ ۱۶ - ۱۹ - ۲۱ - ۲۳۔

تیس (۲۳) کی رات یلۃ القدر ہے، جو ہزار مہینوں کی رات سے افضل۔

سے ناقص اور کامل مسلمان بھی مانتے ہیں مگر علی الترتیب نہیں۔ مجالس سفیہ مجلس

رات عام مسلمانوں کی طرح شب بیداری کرتے ہیں اور عبادت الہی میں مصروف رہتے ہیں۔ عید غدیر کے بھی روزے رکھتے ہیں۔ حج اکبر میں تین روزے رکھے جاتے ہیں۔

ہدین | مولد البنی ۱۲ ربیع الاول - شب برات ۱۵ شعبان - عید الفطر یکم شوال - مولد داعی عہد - مولد امام طہیبت ۱۴ ربیع الآخر - عید غدیر - مولد حضرت سیدنا نصف ماہ رجب - معراج حضرت سرور عالم صلعم ۲۷ رجب، عید النحر متبرک ایتیں جب کی پہلی رات، نصف ماہ رجب کی شب، ۲۷ رجب کی شب، یکم شعبان کی پہلی شب، ماہ شعبان کی رات، ماہ صیام کی راتیں۔ خصوصاً لیلۃ القدر۔

ایام | ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ رمضان شہادت سیدنا حضرت علیؑ - ۲۸ صفر وفات سیدنا حسنؑ - یکم تا دہم محرم واقعہ کربلا - وفات سیدتی فاطمہؑ - ۱۷ رجب حضرت علیؑ کے سبب ماہ رجب کی خاص وقعت ہے، اور شہادت کے باعث ۱۹ رجب کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔

میر | حضرت سیدنا امام جعفر صادقؑ سے کبیہ کے متعلق جو روایت ہے اس کا تعلق زیادہ تر اجد کے اعداد سے ہے۔

پ	ب	ج	د	ھ	و	ز	ح	ط	ق	ک	ل	م	ن	س	ع	ف
۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
ق	ر	ش	س	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ						
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰							

مندرجہ ذیل سات حروف کو قرن کبیر کہتے ہیں

عیقۃ الصلواة سے ریاض الجنان ص ۳۱۲ حیدری بمبئی میں تفصیل سے اس کا بیان ہے۔

ز - ھ - ج - ا - و - د - ب =
 ۴ ۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳ ۴

مندرجہ ذیل حروف قرن صغیر کہلاتے ہیں جن میں سے ہر ایک حرف ایک برس سمجھا جاتا ہے۔ یہ کل تیس ہیں۔

ھ ب - ز د ا - و ج ز - ھ ب - ز د ا - و ج ز - ھ ب
 د ا - و ج ز - ھ ب و د ا و =

مندرجہ ذیل حروف بارہ ماہ کے مشہور ہیں۔ ایک ایک حرف سے ایک ماہ مراد لیتے ہیں۔

محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی
ز	ب	ج	ھ	ف	ا
شعبان	رمضان	شوال	ذوالقعدہ	ذوالحجہ	
د	ھ	ز	ا	ج	

کیس کا قاعدہ

اب دیکھو کہ قرن صغیر کے کون کون حروف پر سکون ہے، کون کون دیکھو اس حرف کا سال کیسہ کا سال ہوگا۔ اس

کا ذوالحجہ کا مہینہ کامل یعنی تیس دن کا ہوگا۔ اور اس طرح ہر تیس (۳۰) برس میں برس کیسہ کا سال ہوگا۔ مندرجہ ذیل اشارے سے اس کی توضیح ہو جاتی ہے۔

ثلثوں السنوں الدهر تلقی	لحجۃ احمد الزاک الہغار
فثانیئتہ وخامستہ جمیعاً	وثامنۃ وعاشرۃ الکنائس
کذا لکثلث عشر ثم ست	وتع فی القیاس کل قانس
وحدیثہ وراعتہ و سابع	وتسع بعد عشرین الکنائس

ہنی سنہ ہجری کے ہر تیس (۳۰) برس میں مندرجہ ذیل سال کبیرہ کے ہوں گے۔
 ۲۰ - پانچواں - آٹھواں - دسواں - تیرہواں - سوہواں - انیسواں -
 ۲۱ - چوبیسواں - ستائیسواں - اسیسواں - یہ کل گیارہ ہوں گے۔
 پس اگر کوئی شخص ۱۲۹ھ کے محرم کی پہلی معلوم کرنا چاہے تو قرن کبیر کا حرف
 "ذ" ہے اس کے عدد سات ہیں اور قرن صغیر کا حرف "و" ہے جس کے عدد چھ
 ہیں۔ اور محرم کا حرف "ز" ہے جس کے عدد سات ہیں ان کا مجموعہ (۲۰) ہوا۔ ان میں
 سے سات اور پھر سات نکال لئے جائیں۔ تو صرف "چھ" رہ جاتے ہیں۔ ان کو اسی طور
 کے گنو تو بارہ سو نوے ۱۲۹ھ سال کے محرم کی پہلی تاریخ جمع آتا ہے۔ اسی طرح جس ماہ
 پہلی تاریخ نکالنا ہو اس ماہ کے حروف لے کر جمع کریں اور پھر سات سات نکالیں
 جو باقی رہے اس کو اسی طور سے گنیں، جب تک لگن پہنچے، وہی دن مہینہ کی پہلی
 تاریخ ہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی قمری مہینوں کے حساب سے $(\frac{1}{4} + \frac{1}{8} + 30)$ دن سوچوں دن پانچ دقیقہ، چھ ثانیہ ہوتا ہے۔ تو یہ کسر ہر سال بڑھتے بڑھتے دنوں اور مہینوں
 پہنچ جاتی ہے، ہندوؤں نے اس کی ترکیب یہ کی ہے کہ جب ایک ماہ ہو جاتا ہے
 جس سال کے جس ماہ میں یہ زیادتی ہو، تو اس ماہ کو ڈبل کر دیتے ہیں۔ مثلاً
 ۱۹۲۳ء کے ماہ پوس میں ہوا تو اس سال دو پوس ہو جائیں گے۔ اسی طرح کسی سال
 دو ماہ اور کبھی دو چیت، اور کبھی دو بیساکھ آئیں گے۔ مگر اسماعیلیوں نے اس کی

دوسری ترکیب نکالی ہے، یعنی اس کمر کے ماہ تک آنے کی نوبت ہی نہیں آتی کہ
 "چون دن" ہوئے کہ اس ماہ کو کامل یعنی پورے تیس دن کے کر دے۔ اسی
 سے جس سال کیسہ ہو گا اس سال کے دن (۳۵۵) ہو جائیں گے۔ اس طرح جمع ہو
 ہوتے تیس سال میں گیارہ دن بڑھ جاتے ہیں تو اس تیس سال میں ۱۹ برس بغیر کیسہ
 گیارہ برس میں کیسہ پڑے گا۔ اور یہ گیارہ برس وہی ہیں جو اشعار مندرجہ بالا میں
 ظاہر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ مقریزی نے لکھا ہے کہ مومنین نے ذوالحجہ کے ماہ کو کامل یعنی تیس
 دن کا کر دیا۔ حالانکہ اگر کیسہ نہ تو یہ ماہ ہمیشہ ناقص ہوتا ہے۔

وفات

کسی مومین کے وفات پا جانے پر تھوڑے تفریق کے ساتھ عام مسلمانوں کی
 غسل اور کفن و دفن کرتے ہیں۔ کفن پر کلمہ وغیرہ لکھتے ہیں۔ مردے کو
 کرتے ہیں تو قبر میں تختے نہیں ڈالتے، تھوڑی سی مٹی ہاتھوں سے صاف کر کے باریک نکال
 میت پر ڈالتے ہیں۔ اور اسے ہاتھوں سے دباتے ہیں۔ بعد اس کے پھر دوسرے لوگ
 مٹی دیتے ہیں، اور مٹی صرف اسی قبر کی اس میں دیتے ہیں۔ جس قبر میں وہ میت ہے۔
 قبر کی یا باہر کی مٹی نہیں ڈالتے ہیں۔ قبر کو مٹی سے پر کر کے سطح کے برابر کر دیتے ہیں۔
 اور پانی ڈال کر پھول رکھتے ہیں پھر لوگ اس قبر کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور اس کا نام
 ہے۔ اس کے بعد میت کے وارث سے بغلیں سو کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ عامل جنازہ
 کے ساتھ قبرستان نہیں جاتا بلکہ قبل ہی سواری سے پہنچ جاتا ہے۔ ایک نعرہ قائم الحج

۱۔ الخطط والآثار مطبوعہ مصر بچت کیسہ ۱۰ عام مسلمان بھی ایسا خیال رکھتے ہیں

۲۔ ایک روایت مسلم شریف میں ہے کہ قبرستان سواری پر جانا درست ہے۔

کو احمد آباد کے سرس پور بوہرہ قبرستان میں صبح سے عصر تک رہ کر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ چاروں طرف گھوم کر خوب اچھی طرح غور سے دیکھا، قبروں کے کتبات بھی پڑھے یہ قبریں پختہ بالکل اسی طرح تھیں جیسی عام مسلمانوں کی ہوتی ہیں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔

کوئی میت بغیر اجازت داعی یا عاملی دفن نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس وقت کہ کسی اتفاقی حادثہ کا شکار ہولہے۔ اور کوئی ذریعہ نوری اجازت کا نہ ہو۔ نماز جنازہ داعی یا عاملی پڑھانا ہے، اور دفن کے بعد مختصر "صدق اللہ" پڑھتے ہیں۔ اور تیسرے دن صدق اللہ طویل پڑھا جاتا ہے، اور پورے طور پر اس کی پابندی کی جاتی ہے۔ مختصر صدق اللہ اس طرح ہے کہ سورہ اخلاص تین بار، سورہ فلق ایک بار سورہ ناس ایک بار سورہ فاتحہ ایک بار، اور سورہ بقرہ کی پہلی چند آیتیں، یعنی اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ تک، ایک بار پڑھتے ہیں۔ پھر ایک طویل صدق اللہ پڑھتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

صدق اللہ الذی لا تدركه العیون
ولا تمثله الطنون ولا یحشی ریب
المنون وتاه فی بیداء عظیمات الواصفون
وامن من عقوبتہ الخائفون، وتلذذ
بالخدمتہ بین یدیہ الوائفون جعل
الدنیاداراً فیہما تکنون، وعنہما تر
حلون ثم الحار بکم مرجعکم، فیلبکم بما
کنتم تعملون فما بالکم تبنون مالا

تسكنون وتذخرون مالا تاكلون
وتجمعون مالا تستفعون الظنون انكم
مخدرين اهيصات هيصات لما توعدون
ابن العلماء والجاهلون وابن الفقراء
وامتدكرون وابن الاءاء والاجداد
والاهمات والبنات والبنون جرات
والله عليهم رحي امنون - وتوات عليهم
الاشهر والسنون تبدلت حركاتهم بالسكون
فاذا جاء اجالهم لا يتأخرون عنه -
ساعته ولا يتقدمون وبشر انكم
الناصته خالدون فيما يرتعون و
عليها يقتلون ومد يد عنيهم بحري
كالحيون والسناهم بهما لا ينطقون
ولو قدر ورا على المقال تعالوا وانتم
تسمعون هذا ما وعك الرحمن ومدق
المرسلون ومدق نبينا محمد صلى الله
عليه وآله ما ذكره الذاكرون وعقل
عن ذكره الغافلون - افسبتهم انما
خلقناكم عبثا وانكم اليها لا ترجعون

جعلنا الله واياكم من الاضنين الثابتين
 الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون
 اللهم اغنا بالقران العظيم واهدنا
 بالآيات والذكر الحكيم وتقبل منا قرابتنا
 ودرءنا يا ربنا يا مولانا انك انت السميع
 العليم ولا تضرب بهما وجوهنا
 يا الله العالمين يا خير الناس
 اللهم اجعل القرآن ربيع قلوبنا و
 شفاء صدورنا و جلاء اخرنا و ذهاب
 همونا و غمونا تحيماً لذنوبنا و تكفيراً
 لخطايانا سعة و بركة في ارزاقنا لقنا
 و قائدنا و الناصر و دليلنا ايك و ابي
 جناتك جنات النعيم و دارك دار السلام
 مع الذين انعمت عليهم من النبيين
 و الصديقين و الشهداء و الصالحين و
 حسن اولئك رفيقا ذاك الفضل من الله
 و كفى بالله عليماء اللهم ان هدا عبدك
 و ابن عبدك الذي غدرته بدينه و الايمان
 و البسته رياش البتر و الاحسان ثم

نقلته إليك وخترت له ما لديك بئرو
اللهم مضجعه آس وحشته نور
ظلمته، ارحم غيبته، ثبت عندك كرمته
لقنه محبته، صدق روحه - اجزه منك
بالاحسان احسانا وبالسيئات غفرانا،
توسين ميين جهان مذکر کی ضمیر ہے - عورت
ہونے کی حالت میں مونث کی ضمیر دھا، لائیں
گے - اور بچوں کے لئے مختصر ہی دعا الگ ہے
جس کے الفاظ وہی ہیں جو عام مسلمان نماز جنازہ
میں پڑھتے ہیں۔

اللهم واذا ما اتاك بها من حسنة
فتقبلها منه، واذا ما اتاك بها من
سيئة فتجاوز لها عنه، اناك من الحسنات
وغافر السيئات ومحيب الدعوات وراحم
العبرات وكاشف الكربات وناخذ الحكم
والتفصيات اجرا يارب من السلاسل
والدركات وارزقه الجنة والسجدة
بحق محمد وآله السادات اللهم اجمله
عندك في سدر مخضود وطلع منضود وظل

ممدوح و ماء مسكوب و فاكهته كثيرة
 لا مقطوعة ولا ممنوعة و فرش مرفوعة
 اللهم ان اهل هذه القبور من اهل
 ملتنا و اتباع ائمتنا ادخل عليهم الضياء
 و النور و الفسحة و السرور و الكرامة و الجود
 فانك ملك غفور اللهم احينا حياة العلماء
 و امتنا موت الشهداء و احشرنا يوم القيا^{مته}
 في زمرة الاولياء و ادخلنا الجنة مع
 الانبياء اللهم زيننا بزينة الايمان
 و شرفنا بشرف القرآن و اكرمنا بكرامته
 محمد عليه و على آله صلواتك و الرضوان
 اللهم اغفر لنا و ميتنا و شاهدا و غائبنا
 و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا و حرنا
 و عبدنا اشف مرضانا و ارحم موتانا
 الهى و لا تسلط علينا من لا يرحمنا يذوبنا
 و تب علينا قبل الموت و ارحمنا عند الموت
 و لا تعذبنا بعد الموت بصون علينا
 و على جميع المؤمنين و المؤمنات سكرات
 الموت يا خالق الحيوة و الموت يا سامع

کل صوتِ الہی و سیدی و مولائی تفضل
 علینا من سعتہ فضلک و تعذنا بمغفرتک
 و متعنا بجمودک فیکبرمک یا اکرم الاکرمین
 و الرحمننا جمیعاً برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سبحان اللہ کتنی اچھی دعا ہے اور کس کس طرح میت کے لئے مغفرت
 طلب کی گئی ہے۔ خدا سے اس کے بخشش کی سفارش کی گئی ہے۔ اے
 خدا ہمیں بھی صلوا اور شہداء کے زمرہ میں اٹھانا۔
 آمین ثم آمین ثم آمین !

اے مجیدہ ادیبہ سیدنا ابو محمد ظاہر سیف الدین مطبوعہ محمدی بمبئی۔ مسلمان صدق اللہ کے
 بجائے فاتحہ پڑھتے ہیں، لیکن گجرات (احمد آباد) کے جعفریہ بوسرے مسلمان فاتحہ کے بعد صدق اللہ
 پڑھتے ہیں۔ اور شمالی ہند کے مسلمان ختم قرآن کے بعد ایک مختصر دعا صدق اللہ
 پڑھتے ہیں۔

رقعہ مردہ کو قبر میں رکھتے وقت دو قسم کے رقعے رکھے جاتے ہیں۔ ایک طویل دوسرا مختصر۔ طویل میں دعائیں اور کلام مجید کی آیتیں ہوتی ہیں۔ اسکو کفن کے اندر مردہ کے سینہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اور جو مختصر ہوتا ہے اس مخصوص باتوں کے علاوہ عقائد میت تصدیق ہوتی ہے۔ داعی وقت 'ماذون' اور مکاسر کے نام بھی تحریر کئے جاتے ہیں۔ یہ میت کے ساتھ میں دیا جاتا ہے۔ ایک رقعہ کی نقل مندرجہ ذیل ہے جس پر داعی یا عامل سم اللہ لکھ دیتا ہے۔ اور اس کی کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے۔ لیکن قبرستان فنڈ میں بطور خیرات کچھ دینا پڑتا ہے جس سے قبرستان کی مرمت وغیرہ ہوتی ہے۔

بزرگ اللہ کے ساتھ اور اس کی کریم ذات کے ساتھ مردود شیطان سے پناہ مانگتا ہوں
اے میرے خدایہ تیرا ضعیف بندہ میری رحمت کا محتاج اس کی موت آگئی تو اس سے خوش خرمی کے ساتھ ملاقات کر، اور اس کے گناہوں کو احسان کے ساتھ معاف کر دے اور اس کی روح کو نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صلحا کی روحوں کے ساتھ اٹھا۔ اور ان کا بہتر رفیق بنا۔ یہ مہربانی اللہ کی طرف سے ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰهُمَّ هَذَا عَبْدٌ
ضَعِیْفٌ فَقِیْرٌ مُّحْتَاجٌ اِلٰی رَحْمَتِكَ
رَحْمَةِ الْوَفَاةِ الَّتِیْ نَحَمْتُهَا عَلَیْهِ اللّٰهُمَّ
اَلْقِهْ بِالرُّوحِ وَالرِّجَانِ، وَاجْتَاوِزْ عَن
بِیْاَتِهِ بِالْاِحْسَانِ اِلَیْهِ وَاَرْفَعْ رُوْحَهُ
اِلَى الْاَرْوَاحِ النَّبِیْنَ - وَالصّٰدِقِیْنَ
الشّٰهِدِیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ، وَحَسِّنْ اَرْوَاقَ
بِنَا۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكُفِّیْ بِاللّٰهِ

۱۰ البیان مطبوعہ نادری جلیپور

۱۱ المیزان مطبوعہ مذکور

علیہ۔ اللهم ارحم جسمہ الا بث فی التراب
 واسرالیہ من سواری لطفک لکما یكون
 ضمیلاً بالتحلیص من العذاب قاضیاً
 بکریم الرحمی وحسن المآب بحق ملائکتک
 المقربین وحجک الروحانیین وملائکتک
 النورانیین۔ نبین وانبیاءک المرسلین الخیرۃ
 والصفوة من خلقک اجمعین۔ وبحق
 نبیک المصطفیٰ وامنیک المجتبیٰ محمد
 خیر من مشی علی العیاء واطلر ما تحفل
 وبحق وصیہ علی ابن ابی طالب و
 بالائمة النجباء والحامل عن نبیک
 ثقل الاعیاء۔ وبحق مولاتنا فاطمہ
 الزهراء الانسیتہ الحیراء، وبحق الاممۃ
 من سلیمان والصفوة من نجلها الحسن
 والحسین، سبطی بلیک علی بن حسین
 ومحمد بن علی وجعفر بن محمد واسماعیل
 ابن جعفر ومحمد بن اسماعیل وعبداللہ
 المستور واحمد المستور والحسین المستور
 ومولانا المہدی ومولانا القائم ومولانا

اور علم کے لحاظ سے خدا کافی ہے۔ اے خدا
 مٹی میں رہنے والے جسم پر اس کے رحم کو اور
 اس پر اس طرح مہربانی کر جو اس کے عذاب
 سے نجات پانے کا ضامن ہو۔ اور اچھے
 ٹھکانے کا حکم کرنے والا ہو۔ بذریعہ تیرے مقرب
 فرشتوں کے، اور روحانی جنتوں کے، اور نورانی
 فرشتوں کے، اور مخلوق میں تیرے بہتر پسندیدہ
 بھیجے ہوئے۔ نبیوں کے ذریعہ۔ اور بذریعہ
 تیرے نبی مصطفیٰ اور تیرے امین مجتبیٰ مخلوقات
 میں بہتر محمد کے۔ اور تیرے وصی علی ابن ابی
 طالب اور ائمہ کے ذریعہ۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ
 زہراء اور سیدنا حسن و حسین اور علی بن حسین
 اور محمد بن علی اور جعفر بن محمد اور اسماعیل بن
 جعفر اور محمد بن اسماعیل، اور عبداللہ المستور
 اور احمد المستور اور حسین المستور، مولانا المہدی
 مولانا القائم، مولانا

منصور و مولانا اظہار و مولانا العزیز
 مولانا الحاکم و مولانا الطاهر و مولانا
 مستنصر و مولانا المستغلی، و مولانا
 لا مرو و مولانا الامام الطیب۔

والفاسم امیر المؤمنین و بحق الباقم
 تجہم و رعائہم و بحق قائم آخر الزما
 حجتہ و ائمتہ و ورہ صلوات اللہ
 بہم اجمعین و بحق داعی الوقت
 الاوان سیدنا و مولانا ابو محمد طاہر
 یف الدین اعلی اللہ مقامہ و ما ذنبہ
 یدری و مولائی محمد بہائی صاحب
 دھان الدین و مکاسر سیدنا
 مولائی اسحاق بہائی صاحب
 ال الدین و حذر الفضلاء اللذین
 نضون بالحق و بہ یعدون

سبنا اللہ و نعم الوکیل و نعم المولی و
 نعم النصیر و لا حول و لا قوتہ الا باللہ
 لعلی العظیم۔

منصور، مولانا محسن، مولانا عزیز، مولانا
 حاکم، مولانا طاہر، مولانا مستنصر،
 مولانا مستغلی، مولانا امر اور مولانا امام
 طیب، ان کے ابواب، اور حجت اور
 داعیوں کے ذریعہ، اور قائم آخر الزماں
 اور ان کے حجت اور ان کے زمانہ کے ائمہ
 کے ذریعہ اور داعی وقت مولانا ابو محمد طاہر
 سیف الدین اور ان کے ما ذون اور مکاسر
 اور منصف حدود کے ذریعہ اللہ ہم کو
 کافی ہے، اور بہتر وکیل، بہتر مولیٰ
 اور بہتر مددگار ہے۔ نہیں ہے
 طاقت اور قوت لیکن خدا بزرگ اور
 بزرگ کے ساتھ۔

اور ان کے صحیح حالات سے واقف ہو جائیں۔

ملک الجواہر ص ۸۹ طبع ثانی، یہ رقعہ اور اس کے قبل کی طویل دعا مجھے نقل کرنے کی مطلق ضرورت نہ تھی مگر
 میں اس خیال سے تحریر کیا کہ عام مسلمانوں میں اس کے متعلق جو روایت مشہور ہے اس کی تردید ہو اور غلط فہمی دور...

دولت مند لوگ عموماً اور دیگر معززین مسجد کے متصل دفن ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ہر جگہ جہاں مومنین کی آبادی ہو تو ایک قبرستان عام مسلمانوں سے الگ ہوتا ہے جہاں صرف مومنین (داؤ دیئے بوہرے) دفن کئے جاتے ہیں۔ لیکن کھنڈت میں عام مسلمانوں کے قبرستان میں بھی ان کی قبریں ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ابتدا میں تقیہ کے سبب سے عام مسلمانوں سے مل کر رہتے تھے اور دفن بھی انہیں کے قبرستان میں ہوتے تھے۔ جب ایک قبرستان بھر جاتا ہے تو دوسرا قبرستان باجارت داعی بنایا جاتا ہے، جیسا کہ چنگاؤں (بھٹی) کا قبرستان ۴۹ داعی کے عہد میں تیار ہوا۔ کل قبرستان وقف ہوتے ہیں۔ جو داعی کے قبضہ اور زیر انتظام رہتے ہیں۔ جب کوئی زائر قبرستان جاتا ہے تو اس کو مندرجہ دعا پڑھنی چاہیے۔

السلام علیکم یا اهل لا الہ الا اللہ
 و من قال لا الہ الا اللہ - اللہم
 رب العروق المنقطعتہ والجلود
 المہترقہ والعظام المنخرتہ والارواح
 التي خرجت من الدنيا وھی مومنتہ
 بک ، وامارت الیک ادخل یارب
 علیہم روحاً ورجحاناً ، و مغفرۃ و

۱۔ مسلمان بھی مسجد کے متصل دفن کئے جانے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اسی لئے قدیم مسجدوں میں قبریں موجود ہیں، اور آج حکمہ بلدیہ کے قانون کے سبب ممنوع ہے۔

رضوانا، وعلینا اذا مرنا، الی ما
صاروا الیہ، برحمتک یا رحیم الرحمن۔

وفات کے بعد دسویں اور چالیسویں دن فاتحہ خوانی
کرتے ہیں۔ مگر مشیہ نہیں پڑھتے۔ اس دن دعوت

دعوت اور عرس

بھی ہوتی ہے، اور اچھا کھانا سب کو کھلاتے ہیں۔ ہر داؤدی بومرے میت کا سالانہ
فاتحہ ہوتا ہے، فاتحہ خوانی مقررہ دعائیں جو صحیفہ میں موجود ہیں پڑھتے ہیں۔ لوگ
اس کو "صدق اللہ" کہتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کے دن پہلے، صدق اللہ طویل پڑھتے
ہیں پھر فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ اور کھانا اس کے بعد ہوتا ہے۔ کھانا اور پینا بسم اللہ
سے کرتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد بعض مختصر دعائیں بھی پڑھتے ہیں۔ بعض قبروں پر عرس بھی
ہوتا ہے۔ اس میں نیافت بھی کی جاتی ہے۔ سیدنا حاتم نمینی (قس) کا عرس بڑے
دھوم سے ہوتا ہے۔ اور سیدی فخر الدین کے عرس میں ساری قوم کو دعوت دی جاتی ہے
اور دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ بومروں کے محلے میں ایک منادی ندا کرتا ہے، یا
تھوڑے لوگوں کی آبادی ہو تو گھر گھر جا کر اطلاع دیتا ہے۔ اور کبھی خطوط کے ذریعہ اطلاع
دی جاتی ہے، اس کو دعوتی رقعہ کہتے ہیں (غالباً مخصوص اور ممتاز لوگوں کو ارسال کئے جاتے

سے مسلمان بھی فاتحہ خوانی کے بعد کھانا کھلاتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد دعا پڑھتے ہیں۔

سے مسلمانوں میں تو عرس کا بڑا رواج ہے، اور آجکل تو مجاوروں نے کھانے کمانے کے لئے
عرس کو بڑا رواج دیا ہے۔ فاتحہ کے بعد دعوت ہوتی ہے اور اس کھانے کو تبرک
کہتے ہیں۔

ہوں گے، اور یہ طریقہ عرس، شادی، نکاح اور عام دعوتِ طعام، غرض ہر ایسے موقعوں پر استعمال میں لاتے ہیں جہاں اجتماع قوم کی حاجت ہو۔ ایسے کام کے لئے جماعت خانے بنائے گئے ہیں، جہاں مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام ہوتا ہے۔ یہ جماعت خانہ عموماً محلے سے متصل ہوتا ہے اور کبھی کبھی الگ۔ پہلے عورتیں کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی ہیں۔ پھر مرد کھاتے ہیں۔ بوہروں میں یہ رسم ہے کہ بعض قبروں سے منت مانتے ہیں۔ جو قبرستان کے اندر ہو۔ خود سیدنا سے بھی بعض لوگ منتیں مانتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے معاوضہ میں دین بھی دیتے ہیں جو دعوتِ فطی میں جاتا ہے۔ عرس یا غیر عرس میں جو مجلس کی جاتی ہے اس سے پہلے فاتحہ خوانی ضرور پکارتے ہیں، سالانہ عرس بکثرت ہوتے ہیں۔ تقریباً تمام موالی اور دعا کے عرس ہوتے ہیں۔ دعا میں سے سیدنا نجم الدین (۲۷۰ داکی) کا عرس بمقام بھٹی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جن میں مخصوص آدمی (چالیس تک) شریک ہوتے ہیں اور دائی وقت بھی شریک ہوتا ہے۔ سیدنا فقہید کا عرس احمد آباد میں بڑے دھوم سے ہوتا ہے کبھی کبھی سیدنا خصوصیت سے اس میں شرکت کرتے ہیں۔

غیر دعا میں چاندہ بھائی کا عرس بھٹی میں بہت مشہور ہے۔ یہ عرس سالانہ ہوتا ہے اور ایسے موقع پر لوگوں کی ضیافت کی جاتی ہے، اسی طرح اجین، مانڈوی، برہان پور، گلپا کوٹ، وغیرہ دیگر مقامات میں بھی عرس ہوتے ہیں۔

سہ شہروں میں ہر محلہ کے مؤذن اس خدمت کو مسلمانوں میں ادا کرتے ہیں۔
 سہ بجز اہلحدیث کے تقریباً تمام مسلم فرقے قبروں سے منتیں مانتے ہیں۔

غلہ اور اس کا مصرف

بعض مزارات پر خیرات کی صندوقچی رکھتے ہیں۔ جس کو عام طور پر لوگ غلہ (یا گلہ) کہتے ہیں۔ اس غلہ کی آمدنی حکم داعی عہد

کوئی خاص آدمی یا عامل کسی مخصوص مصرف میں لاتا ہے۔ اور یہ آمد دعوتِ فد کا ہونے سے۔ یعنی داعی کے ماتحت ہے۔ یہ آمدنی مقامی مصرف کے بجائے براہ راست خزانہ عامرہ میں آتی ہے، جیسا کہ رنگون کے غلہ کا روپیہ سورت کے مرکزی خزانہ میں جمع ہوتا ہے اور اسی جگہ سے عین جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا مصرف عین کے کسی داعی کا مقبرہ ہے، ان غلوں کا حساب کبھی سالانہ، کبھی متعدد سالوں کا ایک دفعہ شائع کیا جاتا ہے۔ کل غلوں کی تعداد (۶۹) ہے۔ جو سارے ہندوستان کے مختلف مقامات پر رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر سبلیں ہیں۔ جیسے کراچی، زنجبار وغیرہ، ان غلوں میں سے آٹھ غلے ائمہ اور دعا کے نام ہیں۔ ائمہ کے نام کا غلہ عموماً مسجدوں میں ہوتا ہے، دوسروں کا غلہ مسجد میں نہیں ہوتا۔ البتہ سیدنا حاتم مبنی قس کا غلہ ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہے جن میں سے بعض مسجد میں بھی ہیں۔ دوسروں کا غلہ مسجد میں نہیں ہوتا۔ اور صرف یہی ایک داعی ہیں جن کا غلہ مسجد میں بھی ہے۔ اجین میں امام زمانا کے نام کا غلہ ہے۔ بعض مقامات میں سیدنا امام حسینؑ کا غلہ بھی رکھا گیا ہے۔

سیٹھ چاندا بھائی (بھٹی) کے قبر پر (۲۷) داعی سیدنا نجم الدین (نس) کے عہد میں غلہ رکھا گیا، جس کی ۱۸۷۱ء میں مبلغ (۹۳) روپے سالانہ آمدنی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ اس میں نو مہینوں کی توجہ سے ترقی ہوتی گئی۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں (۳۳۷۵۲) تینتیس ہزار سات سو چوبیس روپے سالانہ تک آمدنی ہو گئی۔ ائمہ یا دعا کے نام نذرانے بھی ہوتے ہیں۔ عموماً غلہ کا مصرف یہ ہے کہ عرس کی ضیافت، روشنی اور مسجد یا مقبرہ

کی مرمت جہاں وہ غلہ ہے، اس کے علاوہ دوسرے مقبروں کی تعمیر اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی غلوں کے مد سے ہوتا ہے، جیسا کہ حاتھی غلہ کا حال ہے۔ یارنگوں کے غلہ کا مصرف ہے۔ بعض دفعہ لوگ منت مانتے ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو فلاں داعی یا دلی کے مقبرہ پر ایک چلہ یا کم و بیش مجاور بن کر رہیں گے، ایسے لوگوں کے طعام و قیام کا بندوبست بھی اسی فنڈ سے ہوتا ہے۔ یہ تمام مذکورہ بالا رقوم سیدنا داعی وقت کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ دعوت فنڈ کا جز ہے۔ لیکن مومنین اور دعوت حق کے مفاد کے خاطر سیدنا جس قدر اور جس طرح چاہیں مصرف میں لاسکتے ہیں۔ اور کسی کو مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ان غلوں کی آمدنی کی عسودت یہ ہوتی ہے، کہ بعض لوگ جو زیارت کو آتے ہیں تو بہ نظر ثواب بطور خیرات برائے کار نیک غلہ میں کچھ رقم ڈالتے ہیں۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اس قبر سے منت مانتے ہیں کہ میرا کام ہو گیا تو اس قدر روپے، یا پیر کے کڑے یا چاندی کی آنکھیں یا پنجہ بطور نذر کے چڑھاؤں گا۔ چنانچہ تکمیل مقاصد کے بعد یہ نذریں پوری کی جاتی ہیں۔ بعض اشخاص بچوں کو سیدنا قطب الدین شہید کی بیٹری یا چھلہ پہناتے ہیں، جو تا تکمیل پیروں میں پہنے رہتے ہیں۔ منتوں کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ عام مومنین کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی دعا یا منت بغیر وسیلہ داعی عہد، امام اور خدا تک نہیں پہنچتی ہے اور چونکہ وہ خود براہ راست خدا تک نہیں پہنچ سکتا، لہذا داعی کا وسیلہ لازمی ہے۔ اسی طرح اگر کسی دلی سے بھی منت ماننی جائے یا دعا کی جائے تو وہ اپنے داعی وقت کے وسیلہ سے امام اور پھر خدا تک پہنچائے گا۔ اس کو توسل یا وسیلہ کہتے ہیں۔

عام طور پر مریضوں کے لئے شفا خاتے نہیں قائم کئے جاتے، کیونکہ اکثر انگریزی دوائیں الکحل سے مرکب ہوتی ہیں۔ اور الکحل شراب کی ایک قسم ہونے کے سبب حرام

ہے۔ لیکن زچگی کے لئے ایک شفاخانہ حاتم بھائی نے بمبئی میں قائم کیا ہے۔ اور ابھی حال میں (۱۹۲۲ء) ایک شفاخانہ احمد آباد لال دروازہ کے پاس کھولا گیا ہے۔ ان دونوں میں ابھی زیادہ بستر نہیں ہیں، صرف چند محدود دے بستر ہیں۔

مراتی شہادت | مرانی سیدنا امام حسن اور امام حسین کے ہوتے ہیں۔ بعض دعاہ اور ماذون کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ مگر ذی علم اشخاص کے

لئے بہت کم مرثیے ہوتے ہیں۔ جس مجلس میں یہ مرثیہ خوانی ہوتی ہے تو مرثیہ خواں داعی یا عائش کے سامنے بیٹھتا ہے۔ مرثیہ خواں کے لئے عزوری ہے کہ ایک دو دن قبل داعی وقت یا عامل سے اس کی اجازت لے لے۔ پھر اجازت نہیں پڑھ سکتے۔ داعی یا عامل کی نظر سے جب یہ مرثیہ گزر جاتا ہے اور وہ پسند کرتے ہیں تو پڑھنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مجلس میں پڑھتے وقت بھی اشارہ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ ائمہ اولیاء اور دعاہ کے وفات کے دن جو مجلس ہوتی ہے، اس میں مرثیہ ضرور پڑھا جاتا ہے، عشرہ محرم کی روزانہ مجلسوں میں بھی مرثیہ خوانی کی جاتی ہے۔ ان مجلسوں میں غیر مومنین کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اور خود عامل بھی بغیر اجازت داعی شامل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ وفات کے بعد بحسب اعمال نجات کے سات مدارج ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

حجاب، اطلاق، بحر المحیط، عالم بسیط، اہل الیقین، عین الیقین۔

ایک کتاب میں میری نظر سے مندرجہ ذیل مراتب نجات کے گزرے۔

مادی دنیا۔ الخلا۔ المعلیٰ۔ ہیولی۔ اساس اول النفس کل، ناطق، عقل

کل۔ خدائے دنیا۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ اصطلاحیں ہیں۔ بہت ممکن ہے

کہ یہ نام کسی اور کے ہوں اور میرے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو۔ اگر ایسا ہو تو مجھے معذور رکھیں۔

تعلیم | تعلیم کے متعلق عام لوگوں میں سخت غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، اور یہ خیال کہ سیدنا اپنی قوم کو عام تعلیم سے روکتے ہیں۔ یہ نہ صرف قابل مضحکہ بات ہے، بلکہ واقعتاً خود اس کی تردید کرتے ہیں۔ مومنین اپنی کل آبادی کے لحاظ سے دنیوی تعلیم میں کسی مسلم جماعت سے پیچھے نہیں ہیں۔ بہ شکل فیصدی ایک یا دو ایسے نکلیں گے جو اپنی مادری زبان میں لکھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں، تقریباً جبری ابتدائی تعلیم موجود ہے۔ دنیاوی تعلیم میں شاہد ہی کوئی شعبہ موجود نہیں ہے۔ مومنین ہوں، ڈاکٹر، وکیل، ایئر سٹر (بار ایٹ)، کالج کے پروفیسر، اسکول کے ہیڈ ماسٹر، ریلوے کے ٹرنکیک منیجر، یونیورسٹی کے فیلو، شاعر، ادیب، اکسفورڈ اور کیمبرج کے ریسرچ ورکر وغیرہ سب ہی موجود ہیں۔ مڈل، ایئرک، ایف اے، بی اے، ایم اے، ایل۔ ایل۔ بی۔ بی۔ ایڈ، بی۔ ایڈ، ڈاکٹر اور دیگر خاص مضامین کے ڈاکٹری پاس شدہ لوگ ہیں۔ جہاں جہاں عامل رہتا ہے، مومنین کے بچوں کے لئے ابتدائی مدارس قائم ہیں۔ بعض مقام پر ہائی اسکول بھی قائم کیا گیا ہے، چنانچہ بہان پور میں ایک ہائی اسکول ہے جس کے ہیڈ ماسٹر شیخ داؤد ایم اے ہیں۔ اسی طرح مدرسہ طاہر یہ جام نگر میں ہے جس کو سیٹھ داؤد بھائی شمس الدین بھارمل نے زر کثیر صرف کر کے شمس الدعا سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین زاد فضل کے عہد مہینت ہمد میں تیار کیا۔ اگر وقت کر دیا ہے۔ یہ مدرسہ اپنے اوصاف کے بنا پر خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس کے ہیڈ ماسٹر جناب ملا فضل حسین داؤد بھائی ہیں۔ اس میں لڑکوں کی تعداد تین سو اور لڑکیوں کی دو سو ہے۔ قرآن خوانی کے علاوہ گجراتی اور انگریزی کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔

بلکہ حالانکہ مسلمانوں کی تعداد بحیثیت تعلیم صرف تین فیصدی ہے۔

لڑکیوں کو سوزن کاری اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر سکھایا جاتا ہے، کہ ریاست کی طرف سے دو مرتبہ اعلیٰ درجہ کا سرٹیفکیٹ (سند) اور انعام مل چکا ہے۔ اس کے علاوہ بمبئی میں بھی آدم جی پربھائی نے ایک اعلیٰ پیمانہ پر مدرسہ قائم کیا تھا۔ جس سے کثیر التعداد طلباء نے فائدہ اٹھایا۔ کل مدارس کی تعداد جن کو دعوت فنڈ سے امداد ملتی ہے "پچاس" ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا تمام تر بار دعوت فنڈ پر ہے۔ اور بعض مقامی امداد سے چل رہے ہیں۔ غرض مومنین کی آبادی کے لحاظ سے نہ مدرسوں کی کمی ہے، نہ طالب علموں کی۔ البتہ یہ بات ایک حد تک صحیح ہے، کہ کئی سو برس سے باپ دادے تجارت کرتے آئے ہیں۔ اس لئے ان کا مذاق تجارتی ہو گیا ہے۔ پس اس تجارت نے ان کو اعلیٰ تعلیم سے روک رکھا ہے۔ یعنی قوم میں کمتر ایسے لوگ ہیں جو تجارت کی لائن کو چھوڑ کر اعلیٰ تعلیم کے طرف متوجہ ہوں۔ دنیاوی حیثیت سے جو نفع تجارت سے حاصل ہوتا ہے، وہ اعلیٰ تعلیم میں نہیں پاتے اور اس سبب سے لوگ اس طرف کم متوجہ ہوتے ہیں۔

دینی تعلیم | دینی تعلیم کا بھی معقول بندوبست ہے، ابتدائی تعلیم تو ابتدائی دینی مدارس میں داخل ہو کر کر لیتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کے لئے خاص خاص مدارس قائم کئے گئے ہیں۔ بعض ابتدائی مدارس کا نصاب مندرجہ ذیل ہے :-

قرآن مجید، صحیفۃ الصلوٰۃ، حفظ سورہ (یعنی پاؤ یا نصف پارہ زبانی) فقہ، دیوان امیر المومنین، میزان ابن کثیر، ضریری، حدیث بنی اسرائیل۔ اردو، گجراتی، حساب = ابتدا سے دعا ہند نے مدارس کی طرف توجہ رکھی۔ چنانچہ احمد آباد، جام نگر، مانڈوی، اجین، سورت، بمبئی۔ وغیرہ مقامات میں دعا نے مدارس دینی قائم کئے۔ اور ان کو ترقی دینے میں ہمیشہ سعی رہے۔ اکثر اوقات داعی وقت نے طلباء کے

کپڑے اور کتابوں کے لئے اپنے جیب خاص سے اخراجات برداشت کئے۔ اس وقت سورت کا مدرسہ سیفیہ (درس سیفی) تعلیم اور انتظام کے لحاظ سے بہترین مدرسہ ہے یہ مدرسہ ۱۲۲ھ میں بچہ سیدنا محمد علی سیف الدین قس (۲۳ داعی) قائم کیا گیا۔ اور حسن اتفاق سے ہر داعی نے اس کو ترقی دی اور اس سبب سے بکثرت طلباء یہاں آتے ہیں۔ اور فیضیاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ ہزاروں طالب علم، فاضل ہو کر نکلے اس مدرسہ پر دعوت فنڈ کا پچاس ہزار روپیہ صرف ہوتا ہے۔ پانچ سو طلباء تعینات پاتے ہیں۔ اور داعی وقت کی نگرانی میں چلتا ہے، داعی وقت کی طرف سے اس کے لئے مدرسین بہم پہنچانا، کپڑے اور خوراک کا جہا کرنا ہوتا ہے، طلبہ کے آمدورفت کو خرچ بھی اسی فنڈ سے دیا جاتا ہے، اس میں ہر قسم کے طلبہ تعلیم پاتے ہیں چھوٹے بڑے امیر و غریب کی تمیز نہیں۔ ان مدارس میں زیادہ تر وہ لوگ تعلیم پاتے ہیں جو کسی شہدہ پر فائز ہونا چاہتے ہیں۔ یعنی میاں صاحب، ملا صاحب، عامل وغیرہ کی ڈگری (سند) حاصل کر لیتے ہیں۔ تاکہ فتویٰ دینے، یا نماز پڑھانے کا استحقاق حاصل ہو جائے۔ لیکن بغیر اجازت داعی شہد کوئی کسی شہدہ پر ممتاز نہیں ہوتا۔ اور جب تک ممتاز نہ کیا جائے، کسی دینی کام کو بطور مذہبی مقتدا کے انجام نہیں دے سکتا۔ اکثر وہ کی تعلیم ان مدارس میں نہیں ہوتی، بلکہ خاص طور پر ان کو اپنے گھر میں تعلیم دی جاتی ہے پھر بھی بعض دعاۃ ایسے گزرے ہیں جن کو ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا ہے مثلاً سیدنا بدر الدین، سیدنا طیب زین الدین، سیدنا محمد عز الدین۔ درس سیفیہ میں دس سال کا نصاب ہے، پانچ سال میں کتب ظواہر سے فارغ ہو جاتا ہے اور مندرجہ ذیل کتب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ صرف و نحو کی چند معمولی کتابیں، ادب کی

چند معمولی کتابیں، اس کے بعد قصائد - مرثیہ اور دیوان سپیدنا علیؑ - علم فقہ میں مختصر اور دعائم - پھر حجت کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، تاریخ اور جغرافیہ بھی پڑھاتے ہیں۔ علوم کی دو قسمیں ہیں فلسفہ اور غیر فلسفہ۔ فلسفہ کے ماتحت منطق، حکمت، ریاضی (مندرہ، حساب، ہیئت، طب) وغیرہ ہیں غیر فلسفہ کے ماتحت مندرجہ ذیل فنون ہیں :-

لغت، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، کلام، حدیث، اصول، فقہ، فرائض، تفسیر، (تاویل، حقائق، دلائل، رد المعارضین) مناظرہ، وجوہ النظائر، غرائب القرآن، شان نزول، مکان نزول، ناسخ منسوخ، تاریخ، امثال، مواظظ، نظم الالفاظ، تمیز مشابہات، تجوید، مکیتہ سور و آیات حروف، رسم الخط، خواص القرآن۔ تفسیر کے بعد فنون جو قوسین میں ہیں سب تفسیر ہی میں داخل ہیں۔ لیکن تفصیل کے خیال سے ان کو تحریر کر دیا۔ راقم الحروف نے ۱۹۳۳ء میں جب درسِ سیفی کو دیکھا تو اس وقت وہاں کا ایک نصابِ مستجاب ہوا جو کسی زمانہ میں رائج تھا اور تھوڑے سے تغیر کے ساتھ غالباً اب بھی رائج ہو گا۔ نمونہ کے خیال سے درج ذیل کرتا ہوں :-

حصہ منظم :- دیوانِ علیؑ - دیوانِ شمیم - دیوانِ حسینؑ - دیوانِ مؤید
دیوانِ عبداللہ - دیوانِ الخطاب - دیوانِ ابن ولید - دیوانِ سیدنا عبدالقادر
نجم الدین - دیوانِ مبتنی - دیوانِ محمد بن ہانی - سبوح معارف - کلیلہ و منہ، قصیدہ بمرہ
قصیدہ قریبہ، سبوح علویات لابن حدید۔

حصہ نثر :- حدیث بنی اسرائیل - کتاب التوراة - کتاب الزبور - منہج البلاغہ

اکالیم امیر المؤمنین - شہاب النہوی - خطبہ رسول اللہ صلعم - کتاب الذخیرۃ - بوز
اصف دبلور، تاریخ عین الاکبر (سات جلد) - انظر، مصنف حسن بن لوز (سات جلد)
روعتہ الاخبار - شرح الاخبار - سراج الاخبار - افتتاح الدعوت - کشف الکلام فی
استتار الامام - سیرۃ قید القعود - سیرۃ طغرلحجب - تجرر مصنف نجیب الدولہ - سیرۃ المور
استتار الامام مصنف احمد بن کوریہ - مجالس حاتمی - طریق محمد ابن اسحاق، المقریزی
ممتاز الاخبار = بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کتابیں ادب اور تاریخ
کی ہیں۔ اس لئے اغلب یہ ہے کہ یہ نصاب ادب کی جماعتوں (ہائی کلاسز) کے
لئے صرف فن ادب اور تاریخ کے متعلق ہوں گے،

باقی پانچ سال میں غیر نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس کے پڑھنے والے
کم تر لوگ ہوتے ہیں۔ دینی علوم کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) علم ظاہر (۲) علم تاویل (۳) علم حقیقت

(۱) علم ظاہر وہ علم ہے جس میں معمولی نوشت و خواند کے بعد فقہ، حجت، تاریخ
اور جغرافیہ کی تعلیم دی جاتی ہے، اس علم کے حاصل کرنے والوں کی تعداد کم
ہوتی ہے، اور بہت زیادہ چارج پر تال بھی نہیں ہوتی۔ ملا، شیخ، سیاح
صاحب، اس علم سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب کی
تعلیم اسی عنوان کے ماتحت دی جاتی ہے۔

دعائم الاسلام کامل - مختصر الآثار ہر دو جلد - کتاب الینوع فی الفقہ
کتاب الاخبار - کتاب منبع الفرائض - راحۃ المصلی - رسالہ زینت البرما
تقویم الاحکام، کتاب الجواشی، مغنی النعمتہ - مجمع الفصہ سیدنا یوسف

نفس المعقل سیدنا اور سیدنا، تنبیہ الغافلین سیدنا ابراہیمؑ، تنبیہ الجاہلی سیدنا حمید کرمانی، مجموعہ مسائل سیدنا حاتم، مجموع الترتیب سیدنا محمد بن ظاہری۔

(۲) علم تاویل = وہ مخفی علم ہے جس کی تعلیم صرف مخصوص لوگوں کو دی جاتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس قوم کے صرف تین سو آدمی ہیں، جو اس علم سے واقف ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب کی اس عنوان کے ماتحت تعلیم ہوتی ہے۔ تاویل الدعائم، عشرین مسائل فی التاویل، تاویل منسوخ الحج لجد علی امام الدین۔

(۳) علم حقیقت = یہ اعلیٰ ترین مخفی علم ہے جو مخصوص ترین اشخاص کو پڑھانے میں۔ مومنین میں سے آج کل (۱۳۵ھ) ایک سو آدمی اس فن سے آگاہ ہیں۔ اس عنوان کے ماتحت چار قسم کی کتابیں ہیں۔

اول اتصال بین المذہب والفسفہ جیسے اخوان الصفا۔ دوم سیدنا تھامنی نعمان کی مخفی کتابیں۔ سیدنا طاہر علی منصور کی کتب، سیدنا علی یعقوب سجستانی کی کتب، سیدنا علی حاتم رازی کی کتب۔ سوم سیدنا موند شیرازی علی برکات بدرجالی کی کتب، چہرہ امام سیدنا حمید الدین کرمانی کی کتب۔ اس کے بعد پھر اعلیٰ مذہبی صداقتیں ہیں۔ جو اس سے بھی کم لوگ جانتے ہیں۔ اور ہر داعی اپنے منصوص کو مخصوص طور پر تعلیم دیتا ہے۔ علم حقیقت حاصل کرنے کے لئے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ داعی زماں سے ہی حاصل کیا جائے بلکہ قوم کے عالم سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ

اس علم کے حامل کرتے وقت داعی وقت کی اجازت ضروری ہے۔ بغیر اجازت پڑھنا اور پڑھانا دونوں ناجائز ہیں۔ علم حقیقت کی تعلیم بہت کم لوگ پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعلیم مخصوص اوقات میں ہوتی ہے۔ خصوصاً جبکہ اعداد کا خوف ہو تو نصف شب کے بعد اس کی تعلیم دیتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا شیخ آدم قس کے واقعوں سے ظاہر ہے۔ علم حقیقت کے مسائل کی تشریح اور بیان ایک مشکل امر ہے۔ اور اس کتاب کے ناظرین کے لئے غیر نافع، اس لئے فقط ایک دو تمثیل کے ذریعہ چند امور تحریر کرتا ہوں۔

مثلاً جب کوئی مومن (داؤد علی بوسرہ) داعی کے احکام کی تعمیل نہ کرے تو بظاہر وہ خارج از جماعت ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقی طور پر بھی کس طرح اس کا تعلق تمام مومن رشتہ دار بیوی بچوں سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور کن دلائل سے اس کی بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مومن کسی ولی سے منت مانتا ہے تو وہ ولی کس طرح اپنے وقت کے داعی کے ذریعہ امام الزماں سے اور وہ خدا سے مفارقت کرتے ہیں۔ اور اس پر کیا حجت اور دلیل ہے۔ قرآن کی آیت "حبل اللہ اطمین سے مراد" امام اور دعا ہے۔ اور آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً" سے بھی یہی مطلب ہے۔ قرآن میں ہے کہ خدا تمہارا تکیا نہیں ہے۔ پھر زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ کُن فیکون سے ہو سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے اصلی معانی دو سکر ہیں۔

سلف بخاری میں بھی ایک حدیث موجود ہے کہ امام جب کسی سے ترک تعلقات کرے تو وہ کس طرح جماعت کے ہر فرد سے محروم ہو جاتا ہے اور بیوی بچے، مائیں باپ سب بیگانہ ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ شب جمعہ کو جو مرتا ہے وہ غلابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور آگ سے دور رہتا ہے۔ مگر اس رات کو تو کافر، مشرک، منافق بھی مرتے ہیں۔ اس لئے سمجھنا چاہیے کہ حدیث کا صحیح مطلب کوئی دوسرا ہے۔ حضرت خضر رسول خدا تھے۔ شہد آبِ حیات سے دو گھونٹ پی لئے۔ اب انھیں موت کبھی نہ آئے گی۔ یہ بات تو قل کے خلاف ہے۔ اور پھر ان کا کام ہدایت مخلوق ہے تو کیوں حضرت محمدؐ اور علیؑ یا سیدنا سنؑ اور حسینؑ کو آبِ حیات دے کر ہمیشہ کے لئے ہدایت مخلوق کے واسطے زندہ نہیں رکھا۔

خضر کسی گاؤں میں جا کر در بدر بھیک مانگیں اور کوئی ایک لقمہ کھانے کو دے دے۔ اس کی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی طرح ایک شکستہ دیوار کو ابھی گاؤں میں راستہ دیتے ہیں۔ اور کوئی اس بستی میں منع کرنے والا نہیں ہے۔ کہ تم اجنبی ہو کر کیوں اس کے مکان کی دیوار بغیر اجازت بناتے ہو۔ اس لئے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ فقط میل ہے۔ اسی طور پر جب موسیٰؑ کو معلوم تھا کہ انسان بالموابہ خدا کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ تو پھر خدا کو دیکھنے کی استدعا کیوں کی۔ غرض کہ آبِ حیات کیا ہے۔ اس کے چشمہ منبع کون ہے۔ خضر کون تھے۔ دیوار اور کھانے سے کیا مراد ہے۔ یہ سب باتیں علمِ دلیل اور حقیقت سے حل ہو سکتی ہیں۔

دینی کتب کی ترتیب یہ ہے کہ قرآن پھر احادیث حضرت محمدؐ صلعم بروایت ائمہ۔ ملفوظات سیدنا حضرت علیؑ۔ اس کے بعد تفاسیر اور فقہ علماء انہما علیہ وداؤدیہ ہے۔ عموماً مذہبی کتابوں میں جہاں بھی قاضی کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد امام ہوتا ہے۔ نہ کہ دراصل قاضی (یعنی اپنے احکام کو جاری کرنے والا) وہی ہوتا ہے باقی اس کے

نام ہے۔ مندرجہ ذیل کتب مختلف علوم و فنون کی بوسہ کے عالموں میں رائج ہیں۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	فن	کیفیت
۱	رسائل اخوان الصفا ^{۵۳}	امام احمد بن عبد اللہ	مختلف	
۲	راحتہ العقل	سیدنا احمد حمید الدین کرمانی	فلسفہ متعلق حجت مناظرہ	
۳	کتاب الايضاح	سیدنا قاضی النعمان بن محمد قیروانی متوفی ۳۶۲ھ بعد ۱۱۴ھ امام	فقہ	فرائض سبوح = ولائت طہارۃ اصلوۃ ازکوات صوم، حج، جہاد، جمعہ المعتزلین اللہ
۴	دعائم الاسلام دو جلد	"	فقہ	
۵	مختصر الآثار	"	فقہ	
۶	کتاب الطہارۃ	"	فقہ	
۷	ارجوزۃ المختارہ	"	"	
۸	ارجوزۃ المنتخبہ	"	"	
۹	شرح الاخبار	"	سیر	
۱۰	کتاب المناقب المقالب	"	تاریخ	
۱۱	کتاب الاقتصار	"	فقہ	
۱۲	تقویم الاحکام	"	"	

رد	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۱۲	کتاب الینوع	نیدنا قاضی النعمان بن محمد قیردانی	فقه	
۱۳	اساس التاویل	"	اصول تفسیر و تاویل	
۱۵	اختلاف الاصول المذہب	"	مناظره	
۱۶	کتاب المجالس المسائرات	"	ادب	
۱۷	کتاب التوحید	"	علم توحید (تسوف)	
۱۸	سرائر النطقا	جعفر بن منصور یمنی	حقیقت	محقق المعز لدین اللہ
۱۹	اسرار النطقا			
۲۰	کتاب الکشف			
۲۱	الرضاع فی الباطن		تاویل	
۲۱	تبنیہ البادی و المستهدی	احمد جمیل الدین کرمانی	تصوف	محقق حاکم بامر اللہ
۲۱	کتاب الوضیہ	"	فقه	امام (بعہد امام ۱۶ تصیف ہوئی)
۲۲	اقوال الذہنیہ	"		

نمبر	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۲۵	کتاب المصایح	احمد حمید الدین کرمانی	حجت	
۲۶	معاصم الہدیٰ	"		
۲۷	ثلاث عشر مسائل	"	متفرق علوم	
۲۸	کتاب الریاض	"	تصوف علم توحید	
۲۹	کتاب الافکار	سیدی ابوالعقوب	اصول فقہ	
		سجستانی		
۳۰	کتاب الینایع	"	فقہ	
۳۱	کتاب الاصلاح	"	"	
۳۲	المجالس المؤیدہ (۸۰۰ مجالس)	سیدنا ہبیب اللہ المؤمنی فی الدین شیرازی	مختلف علوم	
۳۳	کتاب الابتداء والانتہاء	"	"	
۳۴	سیرت المؤمنیہ	"	تاریخ سوانح	
۳۵	کتاب المواعظ	"	وعظ	
۳۶	حجج قاطعہ	"	حجت	

نمبر	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۳۷	مجلس الحکمتہ تنبیہ الغافلین	مولانا بدرالجمالی		مہر امام مستنصر باللہ
۳۸	مجلس الحائمیہ	سیدنا حاتم الحامدی متوفی ۵۵۷ھ	سیر	
۳۹	کتاب الزینیہ	"	مثل تفسیر	
۴۰	دامغ الباطل رد علی الغزالی	سیدنا علی بن محمد بن ولید متوفی ۶۱۲ھ	مناظرہ حجت	
۴۱	تاج العقائد	"	عقائد	
۴۲	مختصر الاصول	"	"	
۴۳	عیون الاخبار (۷ جلدیں)	سیدنا ادریس دین بن حسن بنی متوفی ۸۷۲ھ	تاریخ	
۴۴	کتاب الازہار (۷ جلدیں)	حسن بن نوح بھرجی متوفی ۹۹۳ھ	"	دو جلدوں میں تاریخ تیسری میں حجت یعنی مناظرہ۔ چوتھی میں عقائد لقیہ جلدوں میں مشرق علوم و فنون

نمبر	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۴۵	کتاب مخفر			
۴۶	کوکب فلک	مترجمہ میا نصاحب یوسف علی بن مومن جی کیٹر ونجی	سیر	ترجمہ سستہ، سائل کا بہتر سیدنا ابوطیب محمد برہان الدین ہوا۔
۴۷	ملخصہ			
۴۸	افتتاح الدعوت	سیدنا قاضی النعمان بن محمد	تاریخ	
۴۹	نیج البلاغۃ	سیدنا علی رضا	ادب و واعظ	
۵۰	ضوء نور الحق البین	سیدنا طاہر سیدنا الدین	مناظرہ	
۵۱	تحفۃ القلوب	سیدنا حاتم بن ابراہیم حامد متوفی ۵۹۶ھ	حقیقت	
۵۲	لب اللباب	سیدی عبد علی والدین	حقیقت	
۵۳	سيف برہانی			
۵۴	الوجہیہ	علامہ نقان جی		بہرہ دانی (۱۰۰) سیدنا ہبتہ اللہ المویذی فی الدین
۵۵	نزهتہ الافکار	سیدنا عماد الدین ادریس یمنی		

نمبر	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۵۶	موسم بہار	شیخ محمد علی بن ملا جیوا بھائی	تاریخ گجراتی	بہمد داغی سیدنا عبدالقادر نجم الدین
۵۷	ستہ رسائل	خونج بن ملک	سیر	
۵۸	منتزع الاخبار	"	سیر	بہمد داغی ۴۲ سیدنا محمد خزالدین
۵۹	رسالہ مزنیہ		تاریخ	
۶۰	الرسالہ الموشاہ فی سیرت سیدنا داؤد بن قطب شاہ		سیر	
۶۱	المسائل السبعون		مختلف فنون	
۶۲	تاویل الدعائم	سیدنا قاضی النعمان بن محمد	تفسیر تاویل	
۶۳	تاریخ یمن	نجم الدین ابو محمد عمارہ یعنی شافعی متوفی ۵۴۹ھ	تاریخ	
۶۴	مجالس بریفیہ		مختلف فنون	بہمد داغی سیدنا عبد علی سیف الدین تصنیف ہوئی

نمبر	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۶۵	نوائد المجموعہ		تاریخ	
۶۶	ممدۃ الاخبار		"	
۶۷	نور صبح صادق			
۶۸	سمط الحقائق	سیدنا علی بن خطلہ الوداعی	حقیقت	
۶۹	کتاب الايضاع والبيان	سیدنا حسین بن علی بن محمد بن ولید		
۷۰	رسالہ الوحیدہ	"		
۷۱	رسالۃ العقیدہ	"		
۷۲	رسالہ البیان	سیدنا عماد الدین ادریس		روزہ نماز کی معانی رجب، شعبان، رمضان کی فضیلت کے بیان میں ہے۔
۷۳	زبدۃ السرائر	"	حقیقت	
۷۴	زبر المعانی	"		

نمبر	نام کتاب	مصنف	فن	کیفیت
۷۵	کتاب الجمل	سیدنا عماد الدین ادریس	مناظرہ	ردِ زنادقہ میں ہے
۷۶	ایضاح الاعلام	"	فقہ	کامل تیس روزے کے بیان میں ہے۔
۷۷	مدحنتہ البہتان	"		

۷۸ بوذا سف و بلوہر
جامع الحقائق

اس کا ترجمہ گجراتی زبان میں بعہد سیدنا بدر الدین بن عبد علی
سیف الدین عربی زبان سے کیا گیا۔ اس قصہ کا ہیرو چینہ
(گنیش رائے) سندھ کا مشہور راہبہ ہے۔ اس میں فیروز شاہ
تغلق کا قصہ صحیح نہیں، کیونکہ گجرات تو اس کا مقبوضہ موروثی
ملک تھا جو اس سے قبل علاء الدین خلجی کے عہد میں فتح ہو چکا
تھا۔ اس سے میں قیاس کرتا ہوں کہ یہ حصہ اس کتاب
میں الحاقی ہے۔

نوٹ: سیدنا عبد علی سیف الدین نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اصول علوم دعوت
مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔

(۱) خوان الصفا (۲) راحۃ العقل (۳) تاویل الدعائم (۴) المجالس المویدیہ

تعلیم کے متعلق ایک بات اور ذہن نشین کر لینی چاہیے۔ یعنی زمانہ قدیم سے اس باب میں اختلاف چلا آ رہا ہے کہ تعلیم کس کو دینی چاہیے۔ اور کیونکر دینی چاہیے۔ چنانچہ افلاطون کا خیال ہے کہ تعلیم ہر کس و نا کس کو نہ دینی چاہیے بلکہ خاص خاص ذہن اور صاحب ذوق انخاص کو صرف دیکھئے۔ تاکہ استاد کی محنت رائگاں نہ جائے۔ اور فتنہ و فساد اور علمی کساد بازاری نہ ہو جائے۔ افلاطون کہتا ہے بیج ہمیشہ ایسی زمین میں ڈالو۔ جہاں سے سرسبز و شاداب درخت نکل کر اپنے پھل پھول سے مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔ زمین شور (بجبر) میں دانہ ڈالنے سے، محنت اور غلہ صنایع جانے کے سوا کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ ہند کے برہمن اور مصر کے پجاری اسی اصول کے پابند تھے۔ دوسرے گروہ کا سرخیل ارسطو ہے۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ تعلیم عام ہونی چاہیے پھر ان میں جو مائع ہوں گے وہ خود ہی چمکیں گے چنانچہ سورج کی کرن اور بارش ہر قسم کے زمین پر یکساں پڑتی ہے۔ پس جس زمین میں رو بیدگی کی قابلیت ہوتی ہے۔ وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ ورنہ بخر رہتی ہے یہی حال تعلیم کا ہے۔ کہ معلم کا کام یہ ہے کہ بارش کے طرح ہر طالب پر یکساں فیض رساں ہو۔ پس جس طالب میں لیاقت ہوگی وہ کامیاب ہوگا۔ ورنہ غبی اور کم فہم معمولی لیاقت کے ہو کر رہ جائیں گے۔ جب عرب مسلمانوں میں حکومت آئی۔ اور علمی تمدن پھیلا تو مسلمانوں میں سے حکماء اسلام دو فریق ہو گئے۔ کچھ لوگ تو افلاطون کے طرفدار ہو گئے۔ جن کے سرگروہ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ اور دوسرے خیاں بھی اسی خیال کا ہے باقی ارسطو کے پیرو ہوئے۔ جس میں ابو علی سینا، فارابی، ابن رشد، ابن ماجہ، ابن طفیل زیادہ مشہور ہیں۔ پھر فرقہ اثنا عشریہ تو ارسطو کا مقلد ہے۔ اور ان کا ممتاز شخص محقق طولی ہے۔ اور اسماعیلیہ نے افلاطونی طریقہ اختیار کیا۔ چونکہ موجودہ حکمران امام محمد غزالی بھی اسی خیال کے ہیں چنانچہ اپنی ایک کتاب (المفتون) میں لکھتے ہیں کہ جس شخص

دعوت کا نظام بالکل ائمہ سمر کے ڈھانچے پر قائم ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر دعاۃ انطاہونی نظام کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے رہے۔ سلطنت کے قوت و ضعف اور دعاۃ کے مشکلات اور آسانی کے اعتبار سے اس نظام پر کم و بیش عمل ہوتا رہا۔ دعاۃ ہند نے ۱۲۳۶ء تک گو اس نظام پر عمل درآمد کیا۔ مگر کچھ زیادہ سختی سے اس کی پابندی نہیں کی۔ سیدنا طیب زین الدین پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو محسوس کیا۔ اور اس کے لئے مختلف قوانین تیار کئے۔ جن کا مختصر ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اور اس وقت سے آج تک اس پر عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ پس آج کل دینی تعلیم کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً پچاس طلبہ کتب ظواہر کے تعلیم میں مشغول ہوں۔ صرف و نحو، ادب کے بعد جو طلبہ بد مذاق ہوئے، آئندہ کی تعلیم ان کی بند کر دی جاتی ہے۔ (گویا یہ فیل ہو گئے) اور بان لو کہ یہ دس طالب علم تھے۔ باقی چالیس کو فقہ، حجت، تاریخ، جغرافیہ کی تعلیم دی گئی۔ یہ تعلیم بھی اس طرح ہوتی ہے کہ ہر طالب علم کے نسبت سیدنا کے پاس رپورٹ بھیجی جاتی ہے۔ کہ یہ طالب علم محنت افسردہ کرتا ہے۔ ذوق اس قسم کا ہے۔ اخلاق کے لحاظ سے اس کی حالت اس سال ایسی رہی۔ اس رپورٹ کے بعد سیدنا کے طرف سے احکامات ہر طالب کے رپورٹ کے موافق جاری کئے جاتے ہیں۔ کہ فلاں طالب علم کو فلاں کتاب کی تعلیم دو۔ اور پھر اس کتاب کے اختتام پر حکم سیدنا دوسری کتاب شروع کرائی جاتی ہے۔ اس طرح

میں میری تحریر کردہ شرطیں نہ پائی جائیں تو اس پر میری یہ کتاب پڑھنا حرام ہے۔ گویا اعلیٰ مذہبی فلسفہ پڑھنے کے لئے چند شرطوں کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ عوام کو نہ پڑھانا چاہیے۔

یکے با دیگرے با اجازت کتب نطواسر کی تعلیم سے طلبہ فارغ ہوتے ہیں۔ اور "ملا" کی ڈگری حاصل ہو جاتی ہے۔ اور جن طلبہ کی نسبت رپورٹ میں اساتذہ کی سفارش نہ ہوئی، یا بدذوقی کا اظہار کیا۔ یا اپنے اخلاق کی درستی میں کافی توجہ نہیں برتی۔ تو ان کی تعلیم اسی وقت سے موقوف کر دی جاتی ہے۔ پس پچاس طلبہ میں سے جو ابتدائی جماعت میں داخل ہوئے تھے۔ پانچ سال کی مدت میں ملا کی ڈگری لیتے وقت ان کی تعداد تقریباً ۲۵۔۳۰ رہ جاتی ہے۔ پھر ان میں سے جو ذہین اور صاحب فہم ہوتے ہیں۔ اور اساتذہ ان کی سفارش کریں اور اخلاقی اعتبار سے بھی اچھا نمونہ پیش کیا تو ان کو کتب علم تاویل کے تعلیم کی اجازت ملتی ہے۔ اور پھر ۵ سال تک با اجازت ہدایت سیدنا یکے با دیگرے ایک ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ اور ایام تعلیم میں کسی بدذوقی، یا غیر معمولی بات کا اظہار کیا تو اس کی تعلیم بند کر دی جاتی ہے۔ اس طرح ملاجماعت پاس شدہ ۲۵۔۳۰ طالب میں سے پانچ سات اس درجہ (تاویل میں داخل ہوئے۔ جن میں سے تین چار فارغ ہو کر نکلے۔ اور ان تین چار میں سے سب سے جو بہتر نمونہ اخلاق، عبادت، زہد، اتقا، ذہانت، حافظہ وغیرہ کا ہو۔ تو اس کو با اجازت و ہدایت سیدنا علم حقیقت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس کو عام طور سے قوم کے بہترین علماء تعلیم دیتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی خود داعی وقت بھی تعلیم دیتا ہے۔ خصوصاً منصوص کو داعی زماں نہ صرف یہ کہ خود تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ ہر قسم کے تجربہ کے خیال سے اور علمی ترقی کے لئے مختلف عہدوں پر ممتاز کرتا ہے۔ مثلاً عامل، علاقہ دار، خاطر العمال، نائب وزیر، وزیر وغیرہ۔ جیسا کہ ناظرین دعاۃ ہند کے سیر میں پڑھ چکے ہیں۔

(لباس)

ابتداءً اسلام میں عام مسلمانوں کا کوئی خاص لباس نہ تھا، بلکہ وہی ملکی لباس استعمال میں لاتے تھے جو ملک عرب کے عام باشندے استعمال کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ معمولی سی ترمیم کی گئی۔ عہد معاویہ تک یہی حال رہا۔ عہد نبی اُمیہ میں گو عام مسلمانوں کا لباس تو وہی رہا۔ مگر سادات نے اپنا لباس سبز قرار دیا۔ ابتداءً بنی عباس تک اس میں کوئی ترمیم نہ ہوئی۔ خلیفہ ماموں کے وقت عباسیوں کو اس کا خیال ہوا۔ اور انہوں نے اپنے نئے سیاہ رنگ پسند کیا۔ اور آخر یہی درباری لباس ہو گیا۔ جب اسماعیلیوں کی سلطنت مصر میں قائم ہوئی۔ تو جہاں عام مسلمانوں سے ہر رائے میں اختلاف کیا، لباس میں بھی اپنے کو نمایاں کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اسماعیلیوں نے اپنا لباس سفید رنگ اختیار کیا۔ اور یہی سرکاری بن گیا۔ اور اسی سبب سے عام لوگ ان کو "مبیدنہ" یعنی سفید پوش کہتے ہیں۔ چنانچہ داؤدی بوسروں میں اب تک یہ رنگ مرغوب ہے اور داعی کے دربار (یا سلام) میں حاضری کے وقت یہی رنگ مستعمل ہے۔ عام طور پر گجراتی بندھی ہوئی پگڑی سادی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جب عزت کے موقع پر جانا ہوا تو اسی قسم کی سنہری پگڑی مستعمل ہوتی ہے۔ عام بوسروں (سنی و شیوہ) میں یہ پگڑیاں تقریباً ایک ہی قسم کی استعمال میں آتی ہیں۔ لیکن خصوصیت سے داؤدی بوسرے پگڑی کے نیچے ایک خاص قسم کی گول ٹوپی رکھتے ہیں۔ یہ ٹوپی ہاتھ کی بنی اور سنہری تاروں سے کسب کی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اسی قوم کی عورتیں اس کو

بنائی ہیں۔ حال میں بمقام کراچی سیدنا نے اس کے استعمال پر بڑا زور دیا ہے تاکہ غریب عورتوں کی روزی کا سامان اس سے ہوتا رہے۔ گرتے بھی تقریباً دونوں بوہروں میں یکساں رائج ہے۔ البتہ داؤدی انگلش کوٹ کبھی استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ شیروانی یا اسی طرز کی اچن زیب بدن کرتے ہیں۔ عموماً ان کے کپڑے صاف ستھرے رہتے ہیں۔ لڑکیوں کو تا بلونچ ٹوپی سر پر رکھتے ہوئے دیکھا اور ان کا لباس پانچامہ (بڑی مہری کا) اور لمبا کرتہ ہوتا ہے۔ عورتیں بوقت ضرورت برقعہ کا بھی استعمال کرتی ہیں۔ مگر عموماً چہرہ کھلا رہتا ہے۔ عورتیں عموماً لہنگا پہنتی ہیں۔ چولی بھی استعمال کرتی ہیں۔ اور دوپٹہ کا بھی رواج ہے۔

متفرقات

رسول اللہ اپنے آپ کو خدا کی نسبت سے "عبد" و "سولہ" کہتے ہیں اسی طرح داعی ہمیشہ اپنے آپ کو "حملوک آل حمان" کہتا ہے۔ اور عام بوہرہ داعی کی نسبت سے اپنے کو عبد سیدنا (یا عبید سیدنا) لکھتے ہیں۔

— داؤدی بوہروں کا نکاح داعی یا عامل ہی کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے

اجازت کی ضرورت ہے، لیکن اگر کوئی بوہرہ غیر بوہرہ (مثلاً سنی) سے عہد

کرے تو نکاح سنی قاضی پڑھانا ہے۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک اس قسم کے

نکاح صرف پندرہ ہوئے ہیں۔ شادی میں (نکاح کے وقت) غیر بوہرہ

بغیر اجازت داعی یا عامل شریک نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا کتر وانا یا منڈوانا گناہ ہے۔
 مچھلی مردہ کھانا حرام ہے۔ اور غیر چھلکہ والی مچھلی بھی حرام ہے،
 مچھلی زندہ دریا سے نکال کر ہاتھ سے چھو کر بسم اللہ پڑھتے ہیں اس کے
 بعد اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے ان کو مچھلی کھانے کے لئے اس کا
 خاص انتظام کرنا پڑتا ہے۔

بہ شرائط چند سود لے اور دے سکتے ہیں۔ یعنی روپیہ قرض لیتے وقت
 غیر جنس کی کوئی چیز (مثلاً گھڑی یا تانبا وغیرہ) ملا کر دیتے ہیں۔
 اس معاملہ میں امام جعفر صادقؑ سے مرویات ہیں اور اس طرح
 کے سود لینے کے طریقہ کو "اناج" کہتے ہیں۔ چنانچہ "ملخصہ" میں اس کی
 پوری تشریح موجود ہے، دعا ہنہ بھی اس پر کبھی کبھی بوقت ضرورت
 عمل کرتے ہیں۔

حرام جانور کی کھال و باغٹ کے بور بھی حرام و نجس ہے۔ اور
 حلال جانور کا بشرط ذبح حلال اور پاک، اسی لئے بعد وضو کھڑاؤں
 استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ یقینی طور پر نہیں معلوم کہ جو تا مردہ سے بنا ہے یا
 مذبوہ سے۔ حلال جانور کا ہے یا حرام کا۔ دعائے الاسلام میں ہے کہ ذبیحہ
 صرف مٹی پر ہونا چاہیے۔ اینٹ، چونے وغیرہ پر جائز نہیں ہے۔
 دیوانی میں اپنے تمام کاروبار کی ابتدا کرتے ہیں۔ کچھ تو اس سبب سے کہ

۱۰ مسلمانوں میں بھی اس طرح سے جائز ہے۔ اور اس کا نام جیلہ شری زکھتے ہیں۔

تمام گجرات میں بھی دستور ہے، اور ہندو، مسلمان، پارسی سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور کچھ اس سبب سے کہ بوہروں کے سال کی ابتدا بھی اسی ماہ سے ہوئی۔

— عہد اکبری میں بوہروں کے ۲۸ محلے صرف احمدآباد میں تھے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) سارنگپور (۲) داؤد جی محلہ (۳) راجپور (۴) چھوٹا راجپور
 - (۵) بیٹھا پور (۶) سیر پور (۷) شیخ داؤد کا محلہ (۸) کالو پور (۹) سکندر پور (۱۰) احمد پور (۱۱) جاکن محلہ (۱۲) حمیر پور (۱۳) گدا پور (۱۴) کند پور
 - (۱۵) محلہ شیخ برہان (۱۶) محلہ ملا شیخ (۱۷) شمس سیدی کا محلہ (۱۸) محلہ شیخ تاج الدین (۱۹) محلہ شیخ حسن (۲۰) شیخا محلہ (۲۱) خواجہ کالا کا محلہ (۲۲) ڈاکوٹ واڑا (۲۳) دیکوٹ واڑا (۲۴) تاجپوریہ (۲۵) جلا پور
- ۲۶-۲۷-۲۸ یہ تینوں چھوٹے چھوٹے محلے تھے۔ ان محلوں میں سے بعض میں غیر بوہرے بھی رہتے تھے۔ مگر زیادہ آبادی بوہروں کی تھی۔ خاص احمدآباد میں عہد سیدنا داؤد بن قطب بوہروں کی آبادی دس ہزار تھی۔ اور ۲۲ مسجدیں نمازیوں سے ہمیشہ آباد رہتی تھیں۔ ان میں سے بعض بڑی عالیشان تعمیر ہوئی تھیں۔ کل (۱۴۰) گاؤں میں بوہرے آباد تھے، صرف احمدآباد بہ عہد سیدنا داؤد بن قطب ۷۴ مرد اور پانچ

۲۷ یہ روایت کوکب فلک کی ہے۔ لیکن بوہروں کی ایک کتاب میں ۲۷ ہزار تعداد نظر سے گزری۔ شاید یہ تعداد اندرون شہر پناہ کی ہو۔

عورتیں ملا مشائخ تھیں۔

— اسی عہد میں شیخا بن عیسیٰ ایک بڑے تاجر تھے جن کو ملک التجار کا خطاب تھا۔ دعوت کے کاموں میں بڑا حصہ لیتے تھے۔

— کپڑو منج میں ۲۰۰ دو سو گھوڑے تھے جس میں نو سو بے زیادہ بوہرے لوگوں کی آبادی تھی۔ اور ہالار میں ایک ہزار گھر مومنین کے تھے۔

— مندرجہ ذیل مقامات میں بوہروں کی آبادی تھی جہاں ملا اور مشائخ دینی امور کے انجام کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

احمد آباد، کھنباٹ، گھوٹھا، تلاجہ، کھدراد، ہوا، دیوبندر

نڑیاد، آند، تھنبہ، پٹلا، فیناد، اساولی، ڈیسہ، سونگرٹھ

بھروچ، سورت، گنڈلوی، نوساری، چیکلی، دھوکا، پیس واڑا

کوکہ، ویدی، سودرہ، بودج، دھن دوکا، برفٹھ، بہادر پور۔

سلطان پورہ، لاٹھے امریٹھ، پالیتانہ، دھاری، جوناگرٹھ، وانسواڑا

علیا پورہ، ارتیبہ، مغل پورہ، دراندہ، ایسرگرٹھ، برہان پور، راکس

بوم، دھن گام، امرید، دودری، جالنا پور، دیوگام، رادھن گرٹھ، احمدنگر

کھاڑاپاٹن، جیال بندر، دابھول بندر، غمید گاؤں، کپڑو منج، بودہ

امریٹھ، ٹھاسرہ، مرنا، ایڈر (احمدنگر)، پیتاری، بیلود، موٹراسرہ

گودھرا، ساگواڑہ، ڈنگر پور، کھاشیل، نیاگام، گلیاکوٹ

پرنا پور، ساپور، اجین (مع توابعات)، ہالار (مع توابعات)، سدھپور

دھنج، پن، رادھن پور، میسانہ، گرٹی، گلوں، پالاسنور، چانپانیر وغیرہ

سندھ کے علاقہ میں ، ٹھٹھہ ، لاہری بندر ، اس کے علاوہ مین کے مختلف
مقاموں میں بہ تعداد کثیر مونسین آباد ہیں۔

تمام شد

(جاوید پریس میکلوڈ روڈ۔ کراچی)

۱۰ کوکب فلک آخری باب